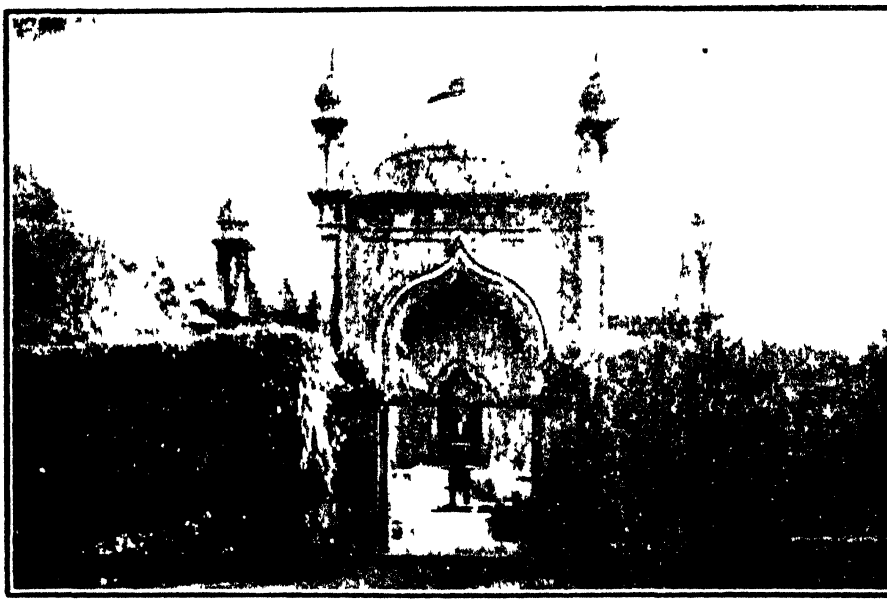
APRIL 1935.

ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عے) سالانہ — قیمت پانچ روپے (ـــ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

عہدہ داران

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہو چکے ہیں

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

عہدہ داران

ضروری نوٹ: تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور۔ تمام خط وکتابت بنام سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ



Sir Abdul Qadir delivering Eid-ul-Fitr 1353 A.H. sermon at the Mosque, Woking.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے ½ اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۴ — بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء مطابق محرم الحرام ۱۳۵۴ھ — نمبر ۲۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو عید الفطر ۱۳۵۳ھ کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔

بہ تیوہار ووکنگ میں اتوار کے دن ۶ جنوری ۱۹۳۵ء کو منایا گیا۔ اُس دن مطلع بالکل صاف تھا۔ کہیں کہیں بادل کے ٹکڑے آسمان پر نظر آتے تھے۔ جو کبھی کبھی عارضی طور پر سورج کو چھپا لیتے تھے۔ احباب کی آمد کا سلسلہ ½ ۹ بجے ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ اور بعض احباب تو شب میں ہی تشریف لے آئے تھے۔ ½ ۱۱ بجے تک جو کہ نماز کا مقررہ وقت تھا وہ تمام سبزہ زار، جو سر سالار جنگ میموریل ہاوس کے سامنے واقع ہے۔ نمازیوں سے پُر ہو گیا تھا۔ اسدفعہ نمازیوں کو لندن سے لانے کے لئے علاوہ سپیشل ریلوے ٹرینوں کے پانچ عدد لاریاں (Shara lanes) کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ جو کہ لندن سے احباب کو ووکنگ لائیں۔ اور ان میں سے اکثر احباب لندن کے ایسٹ اینڈ سے آئے تھے۔ مجموعی طور پر پانچسو سے اُوپر ہی احباب اس تقریب کے سلسلہ میں جمع ہوئے۔ اور ان میں عربی۔ افغانی۔ مصری۔ سوڈانی۔ ایرانی اور برطانی نژاد مسلمان سبھی شامل تھے۔ نماز ½ ۱۱ بجے شروع ہوئی۔

نماز عید شیخ سر عبد القادر سابق جج ہائیکورٹ پنجاب۔ حال رکن انڈیا کونسل نے پڑھائی۔ نماز کے بعد مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد نے خطبہ دیا جس میں انہوں نے اس امر کی تصریح کی کہ اسلام میں دین اور دنیا میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ جس شخص کو دیگر مذاہب میں دُنیا دار کہا جاتا ہے۔ اگر اس کے اندر تقوٰی موجود ہو تو اسلام میں وہ ان مذہبی فرائض کو بجا لا سکتا ہے۔ جو عموماً مذہبی لوگوں سے جو دن رات مذہبی امور میں منہمک

رہتے ہیں مختص ہیں۔ اسی ضمن میں امام صاحب نے یہ بات بھی کہی کہ انگلستانی فلم اور اخبارات میں نماز کی حالت میں مسلمانوں کے حرکت وسکون کی تصویریں شائع کیجاتی ہیں۔ اور ان کا مقصد نماز کا احترام نہیں بلکہ تضحیک کی پہلو سے بعض حرکات وسکون کے متعلق انگلستان کی پبلک کی ضیافتِ طبع کا سامان بہم پہنچایا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ انگلستان کے عوام الناس کو جو چیز مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے وہ سجدہ ہے۔ لیکن اسبات میں مسلمانوں کا عیسائیت سے کلی اشتراک ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب ہونے سے ایک شب پہلے بھی اسی سجدے کے عالم میں پائے گئے ہیں۔ اور اس قابل یادگار شب میں آپ کا اظہارِ تسلیم وتوکل علی اللہ صرف اسی سجدے سے ثابت ہوتا ہے۔

شیخ سر عبدالقادر نے بھی نماز پڑھانے کے بعد ایک نہایت مصلحانہ وعظ فرمایا۔ جو اسلامک ریویو کی قریبی اشاعت میں دیا جائے گا۔ اس کے بعد امام صاحب پھر اُٹھے۔ اور آپ نے حاضرین کو عید کی مبارک باد دی۔ بعد ازاں علامہ عبداللہ یوسف علی نے عید کی اس کثیر جماعت سے خطاب کیا اور کہا کہ اگرچہ سر عبدالقادر کی قابلِ تحسین تقریر کے بعد کسی دوسری تقریر کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن بعض خصوصی وجوہ کی بنا پر میں اظہار خیال پر مجبور ہوا ہوں۔ میں سر عبدالقادر کو اُن کے حقیقی اسلامی جذبے اور انکی اوجی شہرت پر مبارک باد دیتا ہوں۔ انکی زندگی سے ہمیشہ اعتدال اور سلامت روی کا اظہار ہوا ہے۔ اب میں ایک عام مسلم نقطۂ نگاہ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس روز (یوم عید) کا بڑا مقصد اتحاد واخوت کا اظہار ہے۔ اتحاد کی ابدی روشنی خدا کے منشا کی عظیم الشان روشنی تھی۔ نماز بذاتِ خود ایک اچھی چیز تھی۔ لیکن اگر اس سے یہ حقیقی مقصد پورا نہ ہوتا۔ تو یہ ایک بے اثر چیز تھی۔ اصل میں یہی مقصد یعنی اتحاد دنیا کے قیام کا باعث ہے۔ روزہ بھی اسی لئے ایک اچھی چیز سمجھی جاتی ہے کہ وہ ہمیں اُن لوگوں سے متحد کر دیتا ہے۔ جو غربت کیوجہ سے بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔ عید کی ہمہ گیر خوشی کا باعث ہی یہ ہے۔ کہ ہم اس روز اپنے بھائیوں کے ساتھ اتفاق واتحاد کا پُرخلوص مظاہرہ کرتے ہیں۔ اختلاف و انشقاق انسان کی تباہی کا باعث تھے۔ اتحاد واتفاق خدا سے ملنے والی توفیق ہیں۔ مرئی دُنیا کے مقاصد ایک مرکزی طاقت کے زیرِ اثر قائم ہیں اور اسمیں ہم خدائی منشا کا ایک دھندلا سا نقش دیکھتے ہیں۔ سائنس جسکا تعلق مادی دُنیا سے ہے اختلافی قوتوں کی بنا پر مطعون ہوگئی تھی۔ لیکن جوں جوں اس کا دائرہ علم وسیع ہوتا گیا۔ اُس نے زندگی اور اُن چیزوں کے مابین جو زندگی پر اثر انداز ہیں۔ اتحاد واشتراک معلوم کیا۔ ہمارے لئے اتحاد و اشتراک کے سوا چارہ کار ہی نہیں۔ آؤ ہم سب مل کر ایک پُرخلوص اتحاد واشتراک کا عہد کریں!

پھل سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔ اور اختتام پر امام صاحب نے ایک ممتاز خاتون کے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ حاضرین میں مندرجہ ذیل حضرات وخواتین قابل ذکر ہیں۔ لیڈی سر عبدالقادر، لارڈ ہیڈلے الفاروق، مسٹر اسٹورٹ رینکن

لیڈی رنیکن ، مصری مختارکار۔ ہزاکسیلنسی عبدالرحمٰن حقی نجدی مختار کا۔ مسٹر حبیب اللہ لوگرہ مسٹر عبدالقادر پیکارڈ۔
مسٹر عمر فلائٹ۔ مسٹر ہوریس لیف ۔ اسرار اقبال علی شاہ ۔ سردار رینہ شاہ ۔ اور مسز بجانن ہملٹن ۔ بعض مہمان جن میں
سر عمر اور لیڈی رنیکن بھی شامل ہیں سہ پہر کی چائے تک موجود رہے۔ آخری ٹولی کی روانگی مسجد سے ۸ بجے شام
کو عمل میں آئی۔ اس کے بعد مسجد کا عملہ اپنے تنظیمی کام کے پروگرام میں مصروف ہوگیا۔

خطبۂ عید الفطر فرمودہ سر عبدالقادر صاحب بالقابہ

برادران اسلامی! ہر قوم اور مذہب میں خوشی کے ایام ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ یوم عید الفطر ہم مسلمانوں کے لئے بہت خوشی کا دن ہے۔ اور عید کے معنی ہی خوشی کے ہیں اور لفظ " فطر " سے یہ مراد ہے۔ کہ ہر مسلمان ۲۳ اسیر اناج یا پھل یا نقدی نماز سے پہلے غریبوں کے لئے دیدے۔ ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ جس نے کروڑوں بندوں کو روزہ رکھنے کی توفیق دی۔ یہ مہینہ بہت مبارک ہے کیونکہ قرآن پاک کا نزول اسی ماہ میں شروع ہوا اور لیلۃ القدر بھی اسی ماہ میں واقع ہوتی ہے۔ جب کہ فرامین الٰہی زمین پر نازل ہوئے۔ اور اس کی برکت اور امن بھی اس رات کا ذکر قرآنی الفاظ سے بہتر الفاظ میں نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں وارد ہے۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ ۔ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۔ (ہم نے اتارا شب قدر میں۔ اور تو کیا بوجھے کیا ہے شب قدر۔ شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے۔ اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں۔ اپنے رب کے حکم سے۔ ہر کام پر امان ہے وہ رات صبح کے نکلنے تک)۔

یہ رات حال ہی میں گذری ہے۔ اور آپ میں سے بعض ایسے خوش قسمت بھی ہونگے۔ جن کو اس رات کے روحانی فیوضات سے حصہ ملا ہوگا۔ اور جن لوگوں کو یہ نعمت نصیب نہیں ہوئی انہیں آئندہ سال انتظار کرنا چاہیئے۔ لیکن ہم سب کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ اس مبارک دن پر یہاں خانۂ خدا میں جمع ہوئے ہیں۔ جسکو دنوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو لیلۃ القدر کو راتوں میں ہے اسلامی ممالک میں آج کے دن مسلمانوں کے عظیم الشان اجتماع ہوتے ہیں۔ جنکی نظیر دوسرے ممالک اور دوسری اقوام میں نہیں مل سکتی۔ لکھو کھہا مسلمان یا تو

عیدگاہوں میں یا کھلے میدانوں میں جمع ہوتے ہیں۔ اور جب نماز شروع ہوتی ہے۔ تو باقاعدہ صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ ایک ساتھ رکوع وسجود کرتے ہیں۔ اسقدر مخلوق کا ایک ساتھ زمین سے سر اٹھانا اور پھر ایک ساتھ جھکنا اور سجدہ کرنا غیر مسلموں کے قلوب میں، جو اس نظارہ کو دیکھتے ہیں۔ عزت اور احترام کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ یہ رسم بالکل سادہ ہے لیکن مؤثر اور اسلام کی متحد اور ہم آہنگی پیدا کرنے والی قوت کی بہترین مثال ہے ایک بڑے مغربی عالم الہیات نے، جو ہندوستان میں مسیحیت کی معقولی تصویر پیش کرنے گیا تھا۔ اس امر کا اعتراف کیا کہ جب اس نے لاکھوں مسلمانوں کو نماز پڑھتے، اور نعرۂ تکبیر "اللہ اکبر" بلند کرتے دیکھا تو اس کے دل پر بہت اثر ہوا۔ آج آپ کے خیالات ضرور اپنے وطنوں کی طرف مبذول ہونگے۔ جہاں کہ آپ نے یہ دلفریب نظارہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مشرقی ممالک میں عید کے اجتماعات کو مدِنظر رکھ کر۔ ہمارا یہ اجتماع جو انگلستان میں ہو رہا ہے۔ بہت مختصر سا معلوم ہوگا۔ لیکن میرا دل جذبات شکرگذاری سے لبریز ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ بھی خدا کا شکر ادا کرنے میں میرے ساتھ ہوں گے۔ کہ اس نے ہمیں اس دُور دراز ملک میں عید کے دن جمع ہونے کا موقع دیا۔ اور اس اجتماع میں مغرب اور مشرق دونوں کے افراد موجود ہیں۔ اگرچہ ہم اپنے وطنوں سے دُور ہیں اور اپنے اعزا سے بھی دور ہیں۔ لیکن یہ محسوس کرکے ہمیں اطمینان ہوتا ہے۔ کہ ہم اُن لوگوں کے درمیان ہیں۔ جنکو خدا کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نے ایک عالمگیر سلک اخوت میں منسلک کر دیا ہے۔ اگر ہم اسلام کے اس پہلو پر غور کریں تو اختلافات قومی اور اختلافات ملکی و لسانی و نسلی سب مٹجاتے ہیں۔ ایک بڑے صوفی شاعر نے جس کا مسلک یہ ہے۔ کہ اسلام نے تمام ملکی امتیازات کو مٹا دیا ہے۔ اپنے خیال کو اس بیت میں ادا کیا ہے

ملک ما ملک است کانرا نام نیست ؎ ملک ما عجم و عراق و شام نیست

یعنی ہمارا وطن نہ عجم ہے نہ عراق ہے نہ شام۔ ہمارا ملک وہ ملک ہے جس کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔

مجھے یہ دیکھ کر بہت مسرت ہوتی ہے۔ کہ ہمارے مسلم بھائیوں میں محبت سے برطانی نژاد نومسلم بھی شامل ہیں جو اسلام کی عالمگیر اخوت میں داخل ہو گئے ہیں۔ ہم ان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ ہمارے پاکیزہ مذہب کا جس قدر صحیح علم اس ملک میں رائج ہوگا۔ اور جس قدر غلط فہمیاں دُور ہونگی۔ اسی قدر اسلام کو اس ملک میں فروغ حاصل ہوگا۔ مجھے یاد ہے کہ آج سے تیس سال پہلے جب کہ میں یہاں طالب علم تھا۔ برطانی نومسلموں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اور مجھے وہ دن بھی یاد ہے۔ جب کہ پندرہ بیس مسلمان طلبہ نے عید کی نماز ہائیڈ پارک میں پڑھی تھی۔ اور اس موقع پر میں نے یہ دعا کی تھی۔ کہ الٰہی ایک دن ایسا آئے جب کہ اسلامی نمازیں برطانیہ میں

باقاعدہ پڑھی جائیں۔ اور ہزاروں مسلمان توحید الٰہی کی شہادت دینے کے لئے مجتمع ہوں میں خوش ہوں
خدا نے وہ مبارک دن مجھے دکھا دیا اور آج اس ملک میں ایک سے زیادہ اجتماع، نمازوں کے لئے اس ملک
میں ہونے لگا ہے۔ آیئے ہم سب ملکر دُعا کریں کہ خدا وہ دن جلد لائے جب کہ مسلمانوں کی تعداد سینکڑوں سے
متجاوز ہو کر ہزاروں لاکھوں تک پہنچ جائے اور تکبیر کی آواز انگلستان کے مختلف مقامات سے بلند ہو یہاں کے
باشندے جو حق اور صداقت کے متلاشی ہیں اور حق و صداقت کو قبول کرنے کے لئے تیار بھی ہیں۔ ہمارے ساتھ
اسلامی نور سے مستفیذ ہوں۔ جس نور سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو مستفیذ ہو رہے ہیں :

رحمۃ للعالمین

خواجہ صلاح الدین احمد کے قلم سے

ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینك وبینه
عداوة كانه ولی حمیم وما یلقها الا الذین صبروا وما یلقها الا ذو حظ عظیم واما ینز
غنك من الشیطٰن نزغ فاستعذ بالله انه ھو السمیع العلیم :۔ اور نیکی اور بدی برابر نہیں (بدی کو)
اس طریق سے دُور کر جو بہت اچھا ہے اور دیکھو کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اسمیں دشمنی ہے۔ گویا کہ وہ گرم جوش دوست ہے
اور اسکی توفیق نہیں ملتی۔ مگر انہی کو جو صبر کرتے ہیں۔ اور اسکی توفیق نہیں ملتی۔ مگر انہی کو جو بڑے نصیب والے ہیں، اور
شیطان کی طرف سے تجھے بُری بات پُہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (۴۱: ۳۴-۳۶)

وجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی الله انه لا یحب الظالمین و
لمن انتصر بعد ظلمه فاولٰئك ما علیهم من سبیل۔ انما السبیل علی الذین یظلمون
الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اولٰئك لهم عذاب الیم ولمن صبر وغفر ان
ذالك لمن عزم الامور :۔ اور بدی کا بدلہ اسکی مثل سزا ہے۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور اصلاح کرے
اس کا اجر اللہ پہ ہے۔ وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔ اور جو کوئی اپنے اوپر ظلم کے بعد بدلہ لیتا ہے تو ان لوگوں
پر (الزام کا) رستہ نہیں (الزام کا) رستہ صرف ان پہ ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اور زمین میں ناحق زیادتی کرتے
ہیں، انہی کے لئے دردناک دُکھ ہے۔ اور جو کوئی صبر کرے اور معاف کرے تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ (۴۲: ۴۰-۴۳)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توحید الٰہی کو کامیابی کے ساتھ دنیا میں قائم کرنے میں سب سے اول نمبر پر ہیں یہ بات دو مشکل ترین کاموں پر مشتمل تھی۔ اس قدیم ترین بت پرستی کا استیصال جو عربوں کی فطرت کا جزو لاینفک بن چکی تھی۔ اور پھر توحید الٰہی کے بارہ میں ہدایت نافذ کرنا۔ کسی باطل عقیدہ کی گرفت کسی قوم کے دلوں پر جسقدر سخت ہوائی قدر ایک مصلح کی طرف سخت ترین جدوجہد اور صبر و استقلال کی ضرورت ہوتی ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کی اصلاح میں جو بت پرستی اور توہم پرستی میں غرق تھی۔ نہایت درجہ رحم اور صبر و استقلال رکھنے والے دل سے کام لیا۔ بت پرستی کے استیصال کے لئے آپ کا عزم صمیم اور ان تھک کوشش اور جدوجہد ویسی ہی ظالمانہ اور خطرناک مخالفت پیدا کرنے کا موجب تھی۔ ہر قبیلہ اپنا علیحدہ بت رکھتا تھا۔ اور اپنی روایات کی تردید کے لئے کھڑے ہونے پر سخت نفرت و غصہ کا اظہار کرتا تھا۔ تمام عرب نے ایک متحدہ محاذ بنا لیا تھا۔ اور اسلام کے خلاف جو ان قوانین الٰہیہ کی حد درجہ متابعت سکھاتا ہے جو فطرت انسانی میں مرکوز اور قرآن کریم میں مذکور ہیں جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سخت ترین مخالفت نے عملی ایذا رسانی کی شکل اختیار کر لی۔ بالخصوص جب کہ نبی عرب صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب مدینہ منورہ میں کیا گیا۔ آپ کو فی الحقیقت سخت ترین مراحل سے گذرنا پڑا۔ قرآن کریم نے اس دردناک تصویر کو جسکی وجہ سے مدافعانہ جدوجہد ضروری ہوگئی۔ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و المستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیراً۔ کیا ہوگیا تمہیں کہ تم اللہ کے رستہ میں جنگ نہیں کرتے اور مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے ان کمزور لوگوں کیلئے جنگ نہیں کرتے جو دعا کرتے ہیں۔ کہ اے ہمارے رب ہمیں اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال اور ہمیں اپنے پاس سے ولی اور اپنے پاس سے مددگار عنایت کر۔ جنگجو لوگوں کے تمام اطراف سے حملہ آور ہونے پر آپ وقتاً فوقتاً میدان جنگ میں نکلنے یا اپنے ساتھیوں کو حملہ آوروں کے مقابلہ میں بھیجنے پر مجبور ہو گئے۔ متضاد حالات میں متفاوت اخلاق اور کامیابیوں کی وجہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کیرکٹر کے مختلف پہلوؤں کے اظہار کا نہایت اچھا موقعہ میسر آیا۔ کوئی برے سے برے حالات کوئی سخت ترین آزمائش۔ کوئی سخت مخالفت آپ کو توحید الٰہی کی راہ میں کام کرنے سے باز نہ رکھ سکی۔ جب آپ کامیاب ہوئے تو ان مظالم کی یاد جو آپ اور آپکے ساتھیوں پر ہوئے تھے مغلوب دشمن کو معاف کرنے اور مہربانی سے پیش آنے سے روک نہ سکی۔ یہ آپکے اعلیٰ کیرکٹر کا نتیجہ ہے۔ اور اس حقیقی ہمدردی کا جو آپ نے نسل انسانی کے ساتھ کی اور اس بے حد فیاض برتاؤ کا جو دشمن کے ساتھ آپ نے روا رکھا یہ نتیجہ تھا۔ کہ لوگ

جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے۔ جبر نفاق کو پیدا کرتا ہے۔ اور خلوص سے اسکو کوئی تعلق نہیں محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو آپ پر اور اسلام پر فدا ہونے میں ہمیشہ نمایاں حالت میں رہے ہے۔ اس سے اس دلی مسرت کا پتہ لگتا ہے جو آپ کے معتقدات میں پائی جاتی ہے۔ اور اس بے بنیاد اعتراض کا اس سے قلع قمع ہوتا ہے جس سے اسلام پر بزور شمشیر پھیلنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔

خیبر کی جنگ میں جو ؁ ۷ھ میں یہود اور مشرکین کی متحدہ افواج کے ساتھ ہوئی۔ وہ پُر فریب طریق جو اپنے آسمانی لیڈر کی زندگی کو مٹانے کے لئے اختیار کیا گیا۔ اور جس کیوجہ سے اسلام کے ایک محبوب فرزند کی اچانک اور ہولناک موت وقوع پذیر ہوئی، اس نے تمام اسلامی فوج کو حد سے زیادہ غصہ و نفرت سے بھر دیا۔ اس نظارہ کو بیان کرنے کے بجائے ذہن میں لانا زیادہ آسان ہے۔ غصہ سے بھرے ہوئے اور فتحمند لشکریوں نے فوری انتقام لینا چاہا۔ معمولی کمانڈر اپنے آدمیوں کے زبردست جذبات کے طوفان کے سامنے ٹھیر نہیں سکتے۔ بلکہ وہ ظلم و ستم برپا کرنے اور شکست خوردہ کو لوٹنے کھسوٹنے کا بہانہ تلاش کرتے تھے۔ لیکن محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ڈپلومیٹک طریق عمل سے آزاد اور اس سے بہت بلند و بالا تھے۔ آپ ان پر رحم کر چکے تھے۔ اور بڑی سے بڑی قیمت دیکر بھی اپنے وعدہ کو نہ توڑ سکتے تھے۔ آپ نے سازشیوں کو بلایا اور پوری سازش کے بیان کرنے کا مطالبہ کیا۔ وہ اس داستان کو بیان کرنے سے متأمل تھے۔ اور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلیت سے دور رکھنے کی ناکام کوشش کرتے تھے۔ لیکن آخر کار مجرم نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ آپ ذرا موجودہ زمانے کے جنگوں کا خیال کیجیے۔ اور اس ظلم و ستم کو سامنے رکھئے جو ادنےٰ سے ادنےٰ بات پر نہایت خوشی و رغبت سے کیا جاتا ہے۔ اور پھر محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیے جن کی اپنی زندگی خطرہ میں تھی۔ جو فاتح ہونے کے ساتھ ایسی حیثیت رکھتے تھے کہ ظالموں کو عبرت انگیز سزا دے سکیں اور جن پر ان کے ساتھیوں نے زور بھی دیا کہ نا شکر گذار دشمن کو عبرت انگیز سزا دیجائے۔ ایسی حالت میں انکو اب کیا کرنا چاہیئے تھا؟ کیا اپنے آرام کے لئے غصہ ور پیروں کے مشورہ پر آپ عمل نہ کر سکتے تھے۔ کیا آپ اپنے ساتھیوں کو جو ایسے کمینہ حرکات پر غصہ کا اظہار کرنے میں حق بجانب تھے۔ ناراض کئے بغیر انہیں معاف کر سکتے تھے؟ کیا آپ کو اس موقعہ سے فائدہ نہ اٹھانا چاہیئے تھا۔ جس سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جا سکتا تھا۔ یہ سب کچھ ہو سکتا تھا۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی تحریکات سے مغلوب نہ ہو سکتے تھے۔ آپ نہایت زبردست لیکن فیاضانہ کیرکٹر کے مالک تھے۔ آپ نے اس معاملہ پر غور کیا اور مجرم کو معاف کر دیا۔ قابل یادگار واقعہ کو ان مصنفین نے بھی جو دشمنی و عناد رکھتے ہیں۔ نقل کیا ہے۔ اپنی رحمدلی اور فیاضی سے کام لے کر حضرت محمدؐ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی دے دی اور کفار کو یقین دلایا کہ ان کی زندگی اور جائداد محفوظ رہے گی۔ آپ وہاں تین دن تک رہے۔ اور قبل اس کے کہ اس جگہ کو چھوڑ کر مدینہ جائیں۔ اور آپ کو ایک سازش کا شکار بنا لیا گیا۔

اس رحم اور مہربانی کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسخیر شدہ شہر کے شکست خوردہ باشندوں کے ساتھ کی، نہایت ظالمانہ اور بزدلانہ معاوضہ دیا گیا۔ انہوں نے آپ کو ہلاک کر دینے کا منصوبہ کیا۔ وہ آپ کی نیکیوں سے خوب واقف تھے۔ آپ میں ربط وضبط کی عادت بہت تھی۔ کوئی بڑا بننے کا شوق آپ کو نہ تھا۔ اور پامال شدہ دشمن پر بھی فوراً اعتبار کر لیتے تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ بھنے ہوئے گوشت کی دعوت آپکو دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مایوس نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ جس سے انہیں حد سے زیادہ خوشی ہوئی۔ اور فوراً اپنی شرمناک سکیم کو عمل میں لانے کی تدبیر کرنے لگ گئے۔ ایک مذہبی جنون رکھنے والی متعصب عورت کو اس کام کے لئے چنا گیا۔ اُس کا نام زینب تھا۔ اسے ایک مشہور جنگجو خاندان میں سے ہونے کا فخر حاصل تھا۔ اس کے چچا مرحب کو حال ہی میں لڑائی کے اندر بہت بُری شکست ہوئی تھی۔ اور حضرت علیؓ نے اپنے بھاری نیزہ سے اسکی کھوپری کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ اس عورت نے اس ناپاک کام کو سرانجام دینے کا ذمہ لیا۔ اس غصہ سے بھری ہوئی عورت نے جسکی چھاتی جذبہ انتقام کے جوش سے پھٹی پڑتی تھی۔ یہ فریب کیا کہ بھنے ہوئے گوشت میں نہایت مہلک زہر ملا دیا۔ اور زیادہ تر شانہ میں اسے بھر دیا کیونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شانہ کے گوشت کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہ تدبیر قریباً کامیاب ہو گئی۔ اور قریب تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شکار ہو جائیں۔ کھانا آپ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے چنا جا چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لقمہ لیا۔ اور فوراً اسے تھوک دیا لیکن ایک بشر جو اپنے قوت بازو اور شجاعت کے نہایت شاندار جوہر میدان جنگ میں دکھا چکا تھا۔ اسی جگہ اوندھا جا پڑا۔ ایک جنگی بہادر جو تلوار اور نیزہ کے سامنے پتھر کی طرح سخت جسم تھا۔ ایک شیطان کی خالہ کی مکاری کا آسانی سے شکار ہو گیا۔ اسکی حالت نزع بہت ہی ناقابل برداشت تھی۔ وہ اسی وقت ان کے درمیان واصل بحق ہو گیا۔ فی الحقیقت یہ ایک بڑے دل کا کرشمہ ہے جو بہت بلند مرتبہ اور وہم وخیال سے زیادہ وسیع ہو اسلام کی سریع اشاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی پاکیزہ اور بلند اخلاق کا نتیجہ ہے۔ ایک جاہل نقاد اس حقیقت کو سمجھنے سے معذور رہے کہ کفر کی سخت ڈھال کو توڑنے کے لئے یہ ہتھیار تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا انسان نہ تھا کہ نرے نظریئے ہی بیان کرتا ہے اور "انسانیت اور معانی" کے متعلق زبانی باتیں ہی بناتا ہے۔ آپ کی زندگی میں انسان کو ہر چیز عمل کے اندر آئی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور آپ کے اصول جن کے ساتھ بلا اختلاف آپ کا ذاتی نمونہ بھی شامل ہوتا تھا ایک ایسی شخصیت کو پیش کرتے ہیں۔ جو بہت بلند حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن کریم نے بالکل سچ کہا ہے۔ کہ آپ نسل انسانی کے لئے اسوہ حسنہ ہیں۔

ولكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا ؕ

مفت لٹریچر ووکنگ مسلم مشن

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے ذریعہ انگریزی زبان میں جو لٹریچر پیدا ہوتا ہے۔ خواہ ماہواری رسالہ کی صورت میں ہو یا ٹریکٹ و پمفلٹ۔ وہ دو ماہ کے اندر دنیا بھر کے تمام اہم مقامات پر مفت تقسیم کے لئے پہنچ جاتا ہے اور ان ممالک کے مسلم احباب بڑی دلچسپی سے اسے اسلامی فریضہ سمجھ کر غیر مسلم حلقہ میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ جن سے اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے اس لٹریچر سے غیر مسلم احباب متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے ہیں گویا اسطرح ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ ایک طرح تمام دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ اس کی مدد اللہ تعالےٰ کے پاک کام کی امداد ہے۔

اس وقت کئی ٹریکٹ شائع ہو چکے ہیں۔ اور کئی مفید ٹریکٹوں کی اشاعت زیر تجویز ہے۔ اس معاملہ میں امداد درکار ہے۔ لہذا برادران اسلام سے خواہش ہے۔ کہ اس مقصد عظیم کی برابری میں حصہ لیں۔

(ضروری نوٹ) تمام ترسیل زر بنام فنانشل سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

مطالعۂ قرآن کی اہمیت اور ضرورت

(از قلم جناب سید محمد سعید الدین صاحب۔ ایم اے۔ ایل ایل بی سشن جج)

سلسلہ کے لئے دیکھو صفحہ ۸۰ جلد ۲۳

چنانچہ قرآن کا خدا فرماتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جنت میں داخل نہیں ہونگے۔ مگر وہ جو اپنے آپ کو یہود یا نصاریٰ کہتے ہیں یہ ان کا خیال ہے، تو کہدے، اگر تم سچے ہو تو ثبوت لاؤ۔ بلکہ جو کوئی خدا کی اطاعت کرتا ہے اور نیک اعمال بجالاتا ہے اسے خدا کی طرف سے اجر ملے گا، اور نہ ان پر خوف طاری ہوگا نہ غم، دوسری جگہ فرمایا" یقیناً جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر مضبوطی کے ساتھ جم گئے۔ نہ ان کو خوف ہوگا نہ غم یہ لوگ جنتی ہیں، ہمیشہ اس میں رہینگے۔ بدلہ ان کاموں کا جو انہوں نے کئے" پھر فرمایا۔ یقیناً جو ایمان لائے، جو یہودی یا نصاریٰ یا صابی ہیں۔ جو کوئی خدا پر ایمان لائے اور آخرت پر اور نیک کام کرتا ہے۔ انہیں خدا کی طرف سے اجر ملے گا۔ نہ انہیں خوف ہوگا نہ غم" پھر فرمایا اے لوگو بیشک ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہیں قبائل اور نسلوں میں منقسم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو اور یقیناً خدا کی نظر میں وہی مکرم ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہوگا" کیا ان حوالوں سے صاف طور پر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرآن کا خدا نہ فرقہ پسند ہے نہ قدامت پسند نہ جامد اور نہ وہ رسوم ظاہری کی پرواہ کرتا ہے۔ اللہ ہمارا سب کا خالق، رازق اور رب ہے۔ وہ عالمگیر اخوت پیدا کرنا چاہتا ہے اور تمام بنی نوع آدم کی ترقی اور اتحاد کا خواہاں ہے۔ موجودہ متمدن زمانہ اور مغرب کے ترقی یافتہ ممالک اور اقوام میں خاص عیب یہی ہے کہ وہ ابھی تک توحید الٰہی کے بلند نصب العین تک نہیں پہنچیں اور نہ انہوں نے اخوت انسانی کا سبق سیکھا۔ جب تک ہم تمام انسانوں کی ترقی کے خواہاں نہ ہوں اسوقت تک ہماری ترقی یقینی نہیں ہو سکتی۔ ہر وقت خطرہ لاحق رہے گا۔ جس طرح قدیم زمانوں میں بڑی بڑی اقوام تباہ ہوگئیں محض اس لئے کہ وہ تمام بنی نوع آدم کی بہبود کی خواہاں نہ تھیں۔ اسی طرح آج تم موجودہ اقوام کی تباہی کا حال پڑھ سکتے ہو۔ کیونکہ ان کا زوال ہو گیا۔ حال ہی میں بعض عظیم الشان سلطنتیں تباہ ہو گئی ہیں۔ محض اسلئے کہ انہوں نے توحید الٰہی اور اخوت انسانی کے اصولوں کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اور قوانین فطرت سے منہ موڑ لیا تھا۔ مثلاً آسٹریا کو لیجئے۔ یہ ملک سو من کیتھولک تھا۔ اور اخوت انسانی میں سب سے کم اعتقاد رکھتا تھا۔ اسی لئے جنگ عظیم میں

سب سے زیادہ نقصان میں رہا۔ اور جرمنی چونکہ لوتھر کے پیروؤں کا ملک تھا۔ جو اسلام سے قریب تر ہیں۔ اسی لئے وہ نسبتاً کم نقصان میں رہا۔

فطرت ہمیشہ اپنا بدلہ لے لیتی ہے۔ کوئی شخص قوانین فطرت کی مخالفت کرکے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ فطرت کا تقاضا ہے۔ کہ لوگ توحید الٰہی پر ایمان رکھیں۔ تاریخ اس امر پر شاہد ہے۔ کہ جب تک اور جس حد تک اقوام عالم نے توحید اور اس کے نتائج صریحی یعنی اخوت انسانی اور مفاد عامہ کو مدِ نظر رکھا۔ وہ ترقی کرتی رہیں۔ اور جب انہوں نے ان زریں اصولوں کو پس پشت ڈالدیا۔ اور مفاد عامہ کے کاموں کو چھوڑ دیا وہ تباہ ہوگئیں۔ فطرت کے انتظام میں ادارے اور افراد، بلکہ تمام چیزیں جو بہبود انسانی کے لئے موزوں ہوں باقی رکھی جاتی ہیں۔ اور وہ چیزیں ناکارہ اور بنی نوع آدم کے لئے مضرت رساں ہوجاتی ہیں۔ صفحۂ ہستی سے مٹا دیجاتی ہیں۔ چنانچہ قدیم الایام میں رومی اور مصری اور یونانی اور حال میں غیر آریہ آریہ اور مسلمان اقوام، اسی اصول کے مطابق یکے بعد دیگرے تباہ ہوگئیں غیر آریوں کی تباہی کا موجب انکی بت پرستی ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے توحید کو چھوڑ دیا اور اخوت انسانی کے عالمگیر اصول کو نظر انداز کر دیا۔ اور اس امر کو فراموش کر دیا۔ کہ آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ بھی ہے۔ وہ انسان کے فائدہ کے لئے ہے۔ اور یہ کہ ہر شئے میں انسان ہو یا غیر انسان۔ ترقی کی صلاحیت پوشیدہ ہے۔ اور یہ کہ تخلیق کائنات کا منشا یہ ہے۔ کہ انسان جو دنیا میں خدا کا خلیفہ ہے۔ اور جملہ مخلوقات سے افضل ہے۔ اور اسی لئے خدا سے قریب تر ہے۔ دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرے کہ وہ فطرت کے پوشیدہ خزانوں کو بنی نوع آدم کے فائدہ کے لئے بے نقاب کر دے اور اپنی مخفی صلاحیتوں کو بھی بروئے کار لائے۔ تاکہ تمام انسان الوہیت کے مرتبہ سے حتی الوسع قریب ہوجائیں۔ ایک خدا کی عبادت کا حقیقی مفہوم یہی ہے۔ جسے مذہب کی اصطلاح میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اسی کا نام ایمان علی التوحید ہے لیکن ہندوستان کے اصلی باشندوں کا طرز عمل کیا تھا؟ توحید الٰہی پر ایمان لانے کے بجائے اور کائنات کی وحدت پر یقین رکھنے کے بجائے انہوں نے ہر شئے کو خدا سمجھکر پوجنا شروع کر دیا۔ پتھر سے لے کر انسان تک سب کو معبود قرار دے دیا۔ اور اس طرح فطرت کے مخفی خزانوں کو ظاہر کرنے کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کی ترقی رک گئی۔ جب حالت یہ ہوگئی تو خدا نے ایک اور قوم کو ہندوستان میں بھیجا یعنی آریوں کو اور جب تک وہ اپنے اور دوسروں کے لئے مفید ثابت ہوئے۔ وہ ترقی کرتے رہے۔ لیکن انجام کار یہ لوگ بھی اسی مرض میں مبتلا ہوگئے۔ یعنی انہوں نے بھی بت پرستی شروع کر دی اور خدائے واحد کی پرستش چھوڑ دی۔ اور توحید الٰہی اور وحدت نسل انسانی کے اصول کو بالائے طاق رکھکر ذات پات

تمیز پیدا کر لی۔ اور محکوم اقوام پر اس حد تک ظلم وستم روا رکھا۔ کہ اُن کو وید کا ایک لفظ بھی سننے سے محروم کر دیا۔ اور پھر اس بات سے محروم کر دیا جو ان کے اندر حکمت پیدا کرنے یا ترقی کا باعث ہو سکتی تھی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی اشرف المخلوقات کا ایک کثیر حصہ خدمتگار اور غلام بن گیا۔ جن کو یہ لوگ اپنی زبان میں "شودر" کہتے تھے۔ جن کی حالت زار آج بیسویں صدی میں بھی ہند کے دوسرے باشندوں کے لئے قابل شرم ہے۔ وہ لوگ یعنی قدیم آریہ یعنی ہند کے اصلی باشندوں کو بنظرِ حقارت دیکھتے تھے اور اپنے آپ کو دیوتا سمجھتے تھے۔ اور یہ چاہتے تھے کہ یہاں کے اصلی باشندے ان کی پرستش کریں۔ اور خدائے واحد سے اپنا تعلق توڑ دیں۔ حالانکہ صرف اسی خدائے واحد کی پرستش انسان کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ اور یہ لوگ خود، خدائے واحد کے علاوہ دیگر مظاہر فطرت کی پرستش پر قانع تھے۔ کسی فرد یا جماعت کو انسانی مرتبہ سے گرانا۔ اور کسی فرد یا جماعت کو خدائی اوصاف دینا یہ دونوں باتیں عقیدۂ توحید ایزدی کے منافی ہیں اور انسانی ترقی میں حارج ہیں۔ انسانی استعدادیں، تمام دنیا میں یکساں ہیں۔ اور اگر موقع میسر آ سکے تو بھنگی چمار اور پاسی بھی اپنی جماعتوں میں سے ایسے افراد پیش کر سکتے ہیں۔ جن پر دنیا فخر کرے اور ان پنچ اقوام میں بھی فلاسفر اور لیڈر پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو دوسری اقوام کے افراد کے ساتھ لگا کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک آیات ذیل میں انہی استعدادوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

والتین والزیتون وطورِ سینین وھٰذا البلد الامین، لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ انجیر (اشارہ سوئے بدھ) زیتون (اشارہ سوئے مسیح) کوہ سینا (اشارہ سوئے موسیٰ) اور بلد آمین یعنی مکہ (اشارہ سوئے ابراہیم) اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ہم نے انسان کو بہترین تقویم پر پیدا کیا ہے۔ بیشک خدائے واحد کی پرستش کی بدولت یہ چمار اور پاسی نہ صرف نیوٹن اور سقراط کے مرتبہ کو پہنچتے بلکہ ان میں فوق البشر یعنی انبیا بھی پیدا ہو سکتے تھے۔ لیکن اس کے بجائے ہم کیا دیکھتے ہیں؟ ان میں سقراط اور نیوٹن پیدا نہیں ہوتے بلکہ غلام۔ ثم رددناہ اسفل السافلین الا الذین امنوا و عملوا الصالحٰت پھر ہم نے اس کو اسفل السافلین کی طرف لوٹا دیا سوائے ان کے جو ایمان لائے اور پھر انہوں نے نیک اعمال کئے"

میرا خیال یہ ہے کہ جب آریہ لوگ خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے اور حقیقی معنی میں کرتے تھے۔ تو ان کی قوم میں کئی فوق البشر پیدا ہوئے۔ غالباً کرشن اور رام چندر اسی قسم کے لوگ تھے

کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے اور اُن کو زندگی میں نمونہ بنانے کے عوض، اور اپنی زندگیوں کو اُن کے سانچہ میں ڈھالنے کی بجائے انہوں نے اُن کو خدائی کے مرتبہ پر فائز کر دیا اور اُن کی پُوجا شروع کر دی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ اسفل السافلین میں جا پڑے۔ جو قوم ذلیل ہو جاتی ہے وہ ایک عجیب عادت اختیار کر لیتی ہے یعنی یہ کہ وہ ہر غیر معمولی چیز کی پرستش کرنے لگتی ہے اور اُن سے فائدہ حاصل کرنے کے عوض اور ان چیزوں کو اپنے سے اسقدر بلند تصور کرنے لگتی ہے۔ کہ اس قوم کی استعدادیں مردہ ہو کر رہ جاتی ہیں اور وہ فوق البشر، اور روایات اور محیر العقول افسانوں میں گم ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس قوم کے سامنے کوئی نمونہ باقی نہیں رہتا جس کی وہ تقلید کر سکے۔ اور اس طرح ان کی مخفی قابلیتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اسی طرح شری کرشن اور شری گنیش کی شخصیتیں، افسانوں میں پوشیدہ ہو گئی ہیں۔ اور ہم حضرات موسیٰ، عیسیٰ اور دوسرے فوق البشر اشخاص کے متعلق بالکل تاریکی میں ہیں۔ اور اگر بنی نوع آدم وقت پر بیدار نہ ہوئے تو شاید وہ آنحضرت صلعم جیسے عظیم الشان انسان سے مستفیض ہونے کا موقع بھی کھو دیں گے۔ حالانکہ آپ آخر الانبیاء ہیں۔ در جملہ بانیانِ مذاہب میں صرف آپ ہی کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت ہو سکتی ہے۔ جن کی ہم اتباع اور تقلید کر سکتے ہیں۔ بہت افسوس کی بات ہے۔ کہ بعض ہندی مسلمان بھی انہی آریوں کے نقش قدم پر چلنے لگے ہیں۔ اور ان میں نہ صرف آنحضرت صلعم کو بلکہ دوسرے اولیاء کو بھی، خدائی کے مرتبہ پر فائز کرنے کی عادت جڑ پکڑتی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو لیجیئے آج کوئی مسلمان اس امر کے جاننے کی کوشش نہیں کرتا۔ کہ یہ بزرگ ہستی کہاں سے تشریف لائی تھی۔ اور آنجنابؒ نے ہندوستان میں کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ کس طرح تبلیغ حق کا فرض ادا کیا۔ کیا آپ نے اسلام کی اشاعت تلوار کے زور سے کی یا صرف پند و نصائح سے لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا؟ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ تلوار کے زور سے کوئی شخص کسی قوم کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اور نہ اُس مجرمانہ طریقہ سے جس کا ارتکاب قدیم آریاؤں نے کیا۔ یعنی یہ کہ انہوں نے راتدن یہاں کے اصلی باشندوں کو یہ سمجھا دیا کہ تم لوگ پیدائشی غلام ہو اور محض برہمنوں کی خدمت کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ اور تمہیں تمام عمر غلامی ہی میں بسر کرنی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ظلم و ستم کی بدولت تم لوگوں کو بھنگی اور چمار تو بنا سکتے ہو۔ لیکن غلام مالک تاج و تخت نہیں بنا سکتے۔ جس طرح ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں نے کیا۔ کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے "لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی" دین کے معاملہ میں کسی پر جبر نہیں ہے کیونکہ

ہدایت گمراہی سے متمیز کر دی گئی ہے۔ جبر و اکراہ سے آپ ایک آدمی کو بھی قائل نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ آپ کوئی قوم بنا دیں۔

اور تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے۔ کہ اسلام نے ان تمام اقوام کو بلند کر دیا۔ جو اس سے دو چار ہوئیں۔ مسلمانوں کو جہاں کہیں بھی زوال نصیب ہوا تو محض اسلئے کہ جن لوگوں کی اس نے اصلاح کی۔ انہوں نے مسلمانوں کو بری عادت سکھائی کہ غیر معمولی آدمیوں کو درجۂ الوہیت پر فائز کر دیا۔ بجائے اسکے کہ وہ اُن کی تقلید کرتے۔ پس میں کہتا ہوں کہ یقین اور ظلم دونوں ساتھ ساتھ نہیں جا سکتے۔ کیونکہ اول الذکر عقل سے اپیل کرتا ہے۔ اور آخر الذکر عقل کو دباتا ہے یقین علم کی ایک اعلیٰ قسم ہے۔ اگرچہ اکثر جاہل آدمی اُسے غلطی سے توہم پرستی سمجھ بیٹھے ہیں، حالانکہ اُسے علم سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے تو بھلا یقین سے کیا نسبت ہو سکتی ہے تم لوگوں کو ظلم و ستم سے نہ بنا سکتے اور جب انکی عقل زائل ہو جائیگی تو وہ توہم پرست بھی ہو جائینگے۔ لیکن ظلم و ستم سے تم ان کو ایک زبردست قوم نہیں بنا سکتے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس کسی نے کوئی اعلیٰ قوم بنائی۔ اُس نے سچے مذہب کی تبلیغ ہی سے ایسا کیا۔ کیونکہ دراصل تمام مذاہب آریائی ہوں یا سامی۔ مصری ہوں یا یونانی، بقول قرآن، اسلام ہی تھے۔ فرق صرف یہ تھا۔ کہ وہ اسلام جس کی تبلیغ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، وہ زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ ان مذاہب نے، اقوام کو بلندی پر پہنچایا۔ کیونکہ انہوں نے اُن کی عقل سے اپیل کی۔ اور انکی توجہ قوانین فطرت کی طرف مبذول کی صرف اسی طریق پر مذکورہ بالا اور جملہ اقوام عالم برسر عروج آئیں۔ ان کی ترقی محض اس لئے تھی کہ وہ عقل سے کام لیتی تھیں۔ اور جب عقل کی شمع گل کر دی گئی تو انہیں زوال آگیا۔ یہ کہنا کوئی مذہب تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ بالکل مہمل بات ہے۔ اور یہ کہنا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔ جس نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ کیونکہ ہدایت اور گمراہی دونوں متمیز کر دیگئی ہیں۔ بالکل طفلانہ حرکت ہے۔ مثلاً جب تک آریوں نے اپنے آپ کو اور دوسروں کو بلند کیا۔ تو اُس وقت وہ سچے مذہب کی تعلیم دے رہے تھے۔ اور جب انہوں نے اپنے آپ کو اور دوسروں کو ذلیل کیا۔ او یہاں کے باشندوں کو شودر اور اچھوت بنا دیا، اور ایسا کرنے میں انہوں نے عقل و حکمت کو خیرباد کہہ دیا۔ تو اندریں حالات وہ کسی مذہب کے مطابق عمل درآمد نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ محض اپنے اعزا کو ستا رہے تھے۔ پس خدا نے ایک اور قوم کو بھیجا کہ ان سے زیادہ طاقتور تھی کیونکہ وہ خدا کی توحید اور انسانی اخوت پر زیادہ استوار ایمان رکھتی تھی۔ ہندوستان میں بھیجا میری مراد مسلمانوں سے ہے۔ جو ہندوستان میں تہذیب و تمدن کے علمبردار کی حیثیت سے آئے اور انہوں نے فیصلہ کیا

باشندوں میں تبلیغ کی۔ اگرچہ وہ تبلیغ اس نوعیت کی نہ تھی جس پر آج ہندو اور مسلمان عامل ہیں۔ اور لوگوں کو خدا کی توحید اور انسانی اخوت کے متعلق اعلیٰ خیالات سے بہرہ اندوز کیا اور ان کو اپنی جماعت میں شامل کر کے وہ حقوق عنایت کئے۔ جو آریوں نے ان کو نہیں دئے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد مسلمان بھی اسی مرض کا شکار ہو گئے۔ خود ان کے اندر ذات پات کی تمیز نمودار ہو گئی۔ وہ مفتوحین کو ذلیل سمجھنے لگے۔ اور دوسروں کو تکلیف پہنچا کر اپنے لئے عشرت کا سامان مہیا کرنے لگے۔ لیکن قبل ازیں کہ وہ آریوں کی طرح اپنے بھائیوں کو غلام اور اچھوت بناتے۔ حالانکہ قرآن مجید کی رو سے ہر انسان آزاد پیدا ہوتا ہے۔ اور صرف اس کے والدین یا اس کا ماحول اُسے توہمات اور رسومات کا غلام بنا دیتا ہے۔ خدا نے ایک تیسری قوم کو ہندوستان میں بھیج دیا۔ میری مراد انگریزوں سے ہے۔ انہوں نے مشنریوں کے ذریعہ سے اچھوت اور پس ماندہ اقوام کی اصلاح کا کام شروع کر دیا۔ جن کو آریوں اور مسلمانوں دونوں نے لائق اعتنا نہیں سمجھا تھا۔ اور بمقابلہ سابق زیادہ روشن تعلیم دے کر ہندو اور مسلمانوں دونوں کو روشن خیال بنایا۔ یہ طریقہ تعلیم تنگ نظر پنڈتوں اور ملاؤں کے فرسودہ طریق تعلیم سے بہت مختلف تھا۔ عیسائیوں نے عرصہ ہوا۔ اس تنگ نظری کو ترک کر دیا ہے جب کہ وہ بھی توہمات میں گرفتار تھے اور ہر شے کو خدا کے علاوہ اپنا معبود تصور کرتے تھے۔ حالانکہ وہ بھی توحید اور خدا کے رسول جناب مسیح کے نام لیوا کہلاتے تھے۔ آج یورپ کے مسیحی بلکہ نام نہاد ملحدین بھی۔ جہاں تک دنیوی مفاد کا سوال ہے۔ بمقابلہ سابق۔ توحید الٰہی پر زیادہ ایمان رکھتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر وہ تثلیث کا اقرار کرتے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ مسلمانوں سے زیادہ توحید کے قائل ہیں۔ اگرچہ آخر الذکر۔ زبان سے توحید کا اقرار ضرور کرتے ہیں۔

پس بقول قرآن۔ ہندو ہو یا مسیحی یہودی ہو یا مسلمان۔ جو شخص بھی توحید الٰہی اور اخوت انسانی پر اعتقاد رکھتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ یہ اعتقاد محض زبانی نہ ہو۔ بلکہ عملی ہو۔ جس کا اظہار روزمرہ زندگی میں ہو سکے وہی جنت کا وارث ہوگا اور یہ جنتی زندگی نہ صرف آئندہ ملیگی بلکہ اسی دنیا میں ملیگی۔ جیسا کہ میں ابھی قرآنی آیات سے دکھا چکا ہوں۔ جن میں یہود اور نصاریٰ کا صرف اپنی ہی جماعتوں کے لئے استحقاق جنت کا ذکر کیا گیا ہے قرآن مجید فرماتا ہے۔ "ہم صرف نیکوکار بندوں کو دنیا کا وارث بنائیں گے۔"

یہی وجہ ہے کہ آجکل یورپین اقوام فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اور جب تک لوگوں کیساتھ ان کا مہربانی اور حسن سلوک کا برتاؤ ان کی ایذا رسانی سے بڑھا ہوا رہے گا۔ خواہ وہ لوگ ان کے دائرہ جماعت

کے اندر ہوں یا باہر۔ جب اُن کی بد اعمالیاں اُن کی نکوکاری سے بڑھ جائیں گی۔ تو وہ بھی اسی طرح ذلیل ہو جائیں گی۔ جس طرح ہندو اور مسلمان یا دوسری سابقہ اقوام ذلیل ہو گئیں۔ یہ اقوام خوشحال ہیں۔ اسلئے نہیں۔ کہ دیگر اقوام کو ستا رہی ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ بنی نوع آدم کے ساتھ حسن سلوک کر رہی ہیں۔ مختلف ذرائع سے مثلاً سکول۔ کالج۔ دار العلوم۔ ہسپتال۔ شفا خانے۔ یتیم خانے۔ دار الغربا وغیرہ اور دوسری صورتوں سے جو انسانوں کی بہبود کے لئے قائم ہو سکتی ہیں۔ خواہ وہ لوگ یورپ میں ہوں یا دیگر ممالک میں۔ پس جب تک یہ اقوام دوسروں کو فائدہ پہنچائینگی یا بالفاظ دگر۔ فطرت کی خدمت اور اطاعت کریں گی۔ اور فطرت کی اطاعت کا دوسرا نام عبادت الٰہی ہے۔ جب تک یہ اقوام دوسروں کے بہبود میں اپنی بہبودی سمجھیں گی۔ اسوقت تک ترقی کرتی رہیں گی۔ قانون فطرت یہی ہے۔ اور قرآن مجید اسی قانون کیطرف بار بار، زور دار الفاظ میں ہماری توجہ مبذول کرتا ہے۔ یہی قانون کسی جماعت یا فرد کے عروج و زوال کا فلسفہ سمجھا جاتا ہے۔ خود غرضی کبھی مفید ثابت نہیں ہو سکتی، صرف تعاون اور تعامل مفید ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے توحید الٰہی اور اخوت انسانی کے اصول پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور انہی اصولوں کی مدد سے رنگ نسل قوم اور دیگر امتیازات سے پیدا شدہ مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ سرمایہ داری۔ مہاجنی۔ سود خوری۔ مزدوروں اور دوسرے مغلوب طبقوں کے مسائل کا حل بھی انہی اصولوں کی روشنی میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام مشکلات محض اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ لوگوں کا ایمان، توحید الٰہی اور اخوت انسانی پر نہیں ہوتا۔ اور ان دو حقائق کو نظر انداز کر دینے سے حیات بعد الموت کا تصور بھی زائل ہو جاتا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ قرآنی تہدید کو ہمیشہ مدِ نظر رکھے۔ جس کا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ یعنی تاریخ اس امر پر شہادت دیتی ہے کہ "بیشک انسان گھاٹے میں ہے مگر وہ لوگ گھاٹے میں نہیں ہیں۔ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق و صداقت کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔"

آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے یہ حقیقت سمجھ لی ہے۔ کہ قوانین فطرت کا مطالعہ ضروری ہے اس اہم اتحاد اور ترقی کی غرض سے ان کا مطالعہ ضرور کریں گے۔ اور خود ہی بوقت ضرورت قرآن سے مدد لینگے۔ تو کیا اس مفروضہ کی بنا پر آپ سکول، کالج اور یونیورسٹیاں بند کر دینگے؟ کتب ضائع کر دیں گے۔ کلچر بند کر دینگے۔ جن کی بدولت آپ قوانین فطرت کو سمجھ رہے ہیں؟ محض اسلئے کہ بعض یا سب لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ کہ اب جو کچھ ضروری ہے وہ صرف قوانین فطرت کا مطالعہ ہے۔ اور اب وہ بغیر کسی نصیحت یا وعظ کے اور بغیر کسی امداد کی ہدایت

خود تعلیم حاصل کیئے۔ بطور خود جملہ امور سے واقف ہو سکتے ہیں! اب انہیں کسی مرشد کامل کی، جو حقائق کائنات سے آشنا ہو، ضرورت ہی نہیں ہے! اگر آپ ایسا نہیں کرینگے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو پھر آپ اس ذخیرۂ علوم سے یقیناً بے نیاز نہیں ہو سکتے جو خود خدا تعالےٰ نے عطا فرمایا ہے اور پھر ایسے کامل علم کی معرفت جو قوانین فطرت سے کماحقہٗ آگاہی رکھتا ہو۔ قرآن مجید میں فطرت کے اسرار و رموز بہترین طریق پر مبرہن کئے گئے ہیں۔ اور اُن کے مطالعہ کے لیے نہایت زوردار الفاظ میں تحریک کی گئی ہے۔ قرآن مجید سے بڑھ کر کسی کتاب نے انسانی شعور کو اس حقیقت کبریٰ کی طرف مائل نہیں کیا ہے۔

پس اس بیان سے واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ میں آپ کو کسی مذہبی طبقہ کے تنگ خیالات کی طرف دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ جس کا نتیجہ آخر میں یہ ہو کہ آپ بھی تنگ نظر اور جامد بنجائیں۔ بلکہ اغلباً تباہ ہو جائیں۔ بلکہ میں آپ کو تقلید کور کے تنگ دائرہ سے جس میں نام نہاد روشن خیال لوگ گردش کر رہے ہیں۔ باہر نکلنے کی ترغیب دیتا ہوں۔ یہ نام نہاد آزاد خیال لوگ درحقیقت آزاد خیال نہیں ہیں۔ اسلام انسانوں کو بشدت تمام، اپنی عقل و فہم سے کام لینے کی دعوت دیتا ہے۔ اور انکی توجہ قوانین فطرت کیطرف مبذول کرتا ہے۔ دراصل لامذہبی، بایں معنیٰ جس طرح کہ عموماً لوگ سمجھتے ہیں، قرآنی اصطلاح میں مذہبیت کہلاتا ہے۔ آپ جس قدر آزاد خیال ہونگے۔ واضح ہو کہ حقیقی معنوں میں آزاد خیالی شرط ہے۔ نہ یہ کہ آپ غلطی خوردہ یا دھوکہ میں مبتلا ہوں۔ اسی قدر آپ مذہبی ہوں گے اور اگرچہ ہر شخص آزاد خیال ہی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بہت کم لوگ آگے چلکر حقیقی معنیٰ میں اس آزادیٔ رائے کو قائم رکھتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے والدین اور ان کا ماحول، ان کو خراب کر دیتا ہے۔ اور ان کے اندر تعصبات پیدا کر دیتا ہے اور رسوم، اوہام، عادات وغیرہ کی بندش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اسی لئے وحی و الہام کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید نے نہایت عمدگی کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کیا ہے۔ کہ ہر انسان آزاد خیال ہی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن آگے چل کر سوسائٹی کے مراسم اُسے تنگ نظر اور متعصب بنا دیتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ آجکل کے نام نہاد آزاد خیال۔ باوجودیکہ وہ کسی مذہب کے معتقد نہیں ہوتے۔ پھر بھی تنگ نظر اور متعصب ہوتے ہیں۔ اس بات سے آشکارا ہے۔ کہ یہ لوگ ابھی تک تعصباتِ نسلی و قومی و ملی و لسانی میں مبتلا ہیں۔ اور اس صداقت ازلی پر ایمان نہیں لاتے۔ کہ افراد کی بہبود، جماعت کی بہبود پر منحصر ہے۔ اگرچہ وہ ہر وقت سوراج۔ ہوم رول۔ آزادی۔ تہذیب۔ اخوت اور مساوات کا راگ الاپتے رہتے ہیں۔ تاہم یہ لوگ خواہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں۔ بیگناہ اقوام کو اپنے ذاتی فوائد کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھاتے رہتے

ہیں۔ یوں تو سوراجی۔ آزاد۔ لاتعاونی، جدت پسند۔ قدامت پسند، معتدل۔ انتہا پسند، مختلف خیالات کے لوگ ہندوستان میں موجود ہیں۔ لیکن اگر انہوں نے، خدا کے پیغام کا، جو بنی نوع آدم کی بہبود کے لئے اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ بنظر انصاف مطالعہ کیا ہوتا۔ تو ہندوستان کو وہ مدت سے مرتبہ نصیب ہو گیا ہوتا۔ جو آج یورپ اور امریکہ کو حاصل ہے۔ اور اگر یورپ اور امریکہ نے قرآنی پیغام کی قدر کی ہوتی ا تو وہ بلند ترین مقام پر پہنچ گئے ہوتے اور انہوں نے دنیا کو اس شان وشوکت پر پہنچا دیا ہوتا۔ جو ہنوز خواب وخیال ہے۔

میں نے حتی المقدور اس امر کو واضح کر دیا ہے۔ کہ قرآنی پیغام نہ صرف ان باتوں سے بلند تر ہے جو مذہب کے نام پر پیش کی جاتی ہیں۔ بلکہ تمام اقوام عالم کے حکماء اور فلاسفر اور مصلحین جدید وقدیم نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ اُن سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ بیشک قرآن میں بعض رسوم کا بھی ذکر ہے۔ لیکن صاف طور سے اس بات کی صراحت کر دی گئی ہے۔ کہ یہ محض رسومات ہیں۔ اگرچہ زندگی کے بعض مقامات میں کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہوں۔ مثلاً کسی تعلیمی ادارہ کی طرز تعمیر، وہاں کا نظام تدریس، طلبہ واساتذہ کا طرز پوشش وغیرہ یہ سب محض رسوم ظاہری ہیں۔ خواہ وہ کسی خاص منزل میں کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہوں، مقصد حقیقی کو ان فروعی امور سے زیادہ تعلق نہیں ہوتا۔ وہ تو طلبہ کی تشکیل سیرت سے متعلق ہوتا ہے۔ اور اُن کے اندر عقلی، اخلاقی اور تمدنی بیداری پیدا کرنے سے وابستہ ہوتا ہے۔ اسلام کسی خاص قوم یا ملک سے مختص نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر قوم اور ہر ملک اور ہر زمانہ کے لئے موزوں ہے۔ اور ترقی کی ہر منزل میں انسان کا معاون ہے۔ انسان کو اپنی ترقی کی ابتدائی منازل میں بچوں کی طرح قدرے سخت پابندیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جس قدر وہ ان رسوم کی تہ میں مخفی روح سے آگاہ ہوتے جاتے ہیں۔ اسی قدر رسوم کی ضرورت کم ہوتی جاتی ہے۔ آنحضرتؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا "تم فی الحال ایسے زمانہ میں ہو کہ اگر، احکام کا دسواں حصہ بھی ترک کر دو۔ تو تباہ ہو جاؤ گے۔ لیکن آئندہ ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ جب اگر تم دسویں حصہ پر بھی عمل کر و گے تو کامیاب ہو جاؤ گے" لہذا آپ رسوم کی پرواہ نہ کریں۔ ان کی وجہ سے آپ ملا نہیں بن جائیں گے۔ آجکل کے مسلمانوں نے رسوم وقیود ظاہری کی پابندی سے یہود ونصاریٰ کی طرح بہت نقصان اٹھایا ہے حالانکہ قرآن مجید نے اسبات سے متنبہ کر دیا ہے مختلف مذاہب کے علماء کی کج بحثیاں تمامتر اسی لفظی پابندی اور ظاہری قیود کی بناء پر ہوئی ہیں۔ اگر رسوم آپکے سامنے مفید ثابت نہ ہوں تو آپ اُن سے قطع نظر کر سکتے ہیں لیکن آپ اُنکی تہ میں جو روح ہے اُس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ آپکو عبادت کا میلان ضرور پیدا کرنا ہے۔ اور خواہشات قابو میں رکھنا ہے سخاوت کرنی ہے اور نظام اخوت کرنا ہے۔ اور افراد انسانی کو بام پہ ضرور پہنچانا ہے۔

اسلامی نماز (خصوصاً نماز باجماعت)، زکوٰۃ، روزہ، اور حج یہ سب بہترین رسوم ہیں جنکی بدولت اخوت انسانی کا شیرازہ قائم ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ ان کی روح بھی مدِّ نظر رہے۔ یعنی خدا کی توحید پر ایمان۔ ایک بچہ کے لئے لازمی طور سے مختلف پابندیوں کو برداشت کرنا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ ایک عالم یا شریف انسان بن سکے یہی حال ایک قوم یا ملک یا جماعت کا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید صاف طور سے بتاتا ہے۔ کہ فطرت میں ارتقاء کا قانون کارفرما ہے۔ اور اسس کا اہم پہلو وحی الہٰی ہے۔ اور وحی ایک محض خارجی اور ظاہری اظہار ہے۔

پس آپ کا فرض یہ ہے۔ کہ اس روح کو سمجھیں جو قرآنی پیغام کی تہ میں جلوہ گر ہے۔ اور جس کا مقصد وحید یہ ہے۔ کہ دنیا سے افلاس اور صعوبات کا خاتمہ کیا جائے۔ ؎

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است — بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

تفسیر القرآن

بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو ریویو جلد ۲۳ صفحہ ۱۶)

رکوع نمبر ۱۴

آیت نمبر ۱۱۷: ۔ اس میں اللہ کو "بدیع" فرمایا ہے۔ بمعنی موجد یا باعث اشیاء۔ اس صفت سے موصوف ہونے کا مطلب یہ ہے۔ خدا کسی کی شرکت میں یا ترغیب سے کچھ پیدا نہ کرے بلکہ اس کے افعال بے نظیر اور یکتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اُبوّت کا رنگ دنیا میں ہر جگہ موجود ہے۔ تاریخ میں مثال لیجیے، تو جب کبھی مشرکین نے کسی شخص کو "ابن اللہ" کا لقب دیا، بلاشک باپ اور بیٹے کا رشتہ اُس سے پہلے دُنیا میں موجود رہا ہوگا۔ پس ابوّت کا لقب ایسا ہے کہ اُسے خدا سے منسوب کیا جائے تو یقیناً دوسروں کی تقلید میں ہی ہوگا۔ اور اس لئے خدا کے مرتبہ سے کمتر ہے۔ کیونکہ جسقدر اشیاء اُس سے متعلق ہیں۔ اُن سب میں اُسے بدیع ہونا چاہئے۔ سب سے نرالا۔ اس دلیل کے بعد پھر یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ جب خدا کسی کام کو کرنا چاہتا ہے۔ تو اُس کا ارادہ ہی فاعلیت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور قرآن نے اس حقیقت کو اپنے مخصوص انداز میں یوں بیان کیا ہے۔

"کن فیکون" یہ خصوصیت کسی ہستی میں، جو باپ بن سکتی ہے نہیں پائی جاسکتی۔ باپ ہونے کے لئے کسی دوسرے شخص سے تعلق پیدا کرنا ضروری ہے یعنی زوجہ سے۔ اور اس تعلق کے بعد پھر یہ شانِ کن فیکو نی باقی نہیں رہ سکتی۔

آیت نمبر ۱۱۸:۔ ایک مسئلہ پیش کر کے اُس کو اُس زمانہ کے یہود کے طرزِ عمل کی روشنی میں حل کیا گیا ہے۔ یہودی اس بات پر بہت متعجب ہوتے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔ لیکن ان پر نہیں ہوتی تھی۔ اور اُس تعجب کی تہ میں شک مخفی تھا۔ بایں معنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی۔ اور اگر اُن پر نازل ہوتی تو اُن پر (یہود) بھی ہوتی۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ جو ثبوت وہ چاہتے ہیں اس کے علاوہ اور ثبوت بھی ہوسکتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۱۱۹:۔ ایک ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشیر و نذیر ہونے کے مدعی ہیں یعنی آپ کا دعوےٰ یہ تھا۔ کہ جو لوگ میری پیروی کریں گے انہیں کامیابی نصیب ہوگی۔ اور خدائی تائید حاصل ہوگی اور میرے مخالفین تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ اور آپ نے یہ اعلان اُس زمانہ میں کیا ہے۔ جبکہ نصرت الٰہی کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا۔ برخلاف اس کے آپؐ کے دشمن اس زمانہ میں اسقدر قوی تھے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ چند روز میں اسلام کا نام و نشان مٹا دینگے۔ اس وحی کے نزول کے بعد بعض اور دشواریاں بھی پیدا ہوگئیں۔ اور وہ بذاتِ خود اسلام کو تباہ کر دینے کے لئے کافی تھیں۔ ایسے موقع پر آپؐ کا اپنی کامیابی اور نصرتِ الٰہی کا ذکر کرنا۔ یقیناً ایک بہت بڑا اقدام تھا۔ اور یہ جرأت اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ فی الحقیقت خدا تعالیٰ نے آپؐ کو ایسا وعدہ دیا تھا۔

آیت نمبر ۱۲۰:۔ اور یہ سب پیشگوئیاں سچی ثابت ہوئیں۔ لیکن یہود اور نصاریٰ یہ چاہتے تھے۔ کہ آپؐ ان کا دین قبول کرلیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حقیقی ہدایت، جو مذہب کا مقصود ہے۔ صرف خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے۔ اور وہ ہدایت، بشکل قرآن نازل ہوگئی تھی۔ اور نزول ہدایت کے بعد اُسے رد کر دینا یقیناً ہلاکت کا موجب ہوگا۔

آیت نمبر ۱۲۱:۔ پس جن کو (مسلمانوں کو) یہ ہدایت مل گئی ہے۔ وہ اسکی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس کے عوض انہیں نصرتِ الٰہی ملے گی۔ اور جو انکار کرتے ہیں وہ نقصان میں رہینگے۔

رکوع ۱۵

آیت نمبر ۱۲۲: یہود کی تاریخ میں دو امور قابل غور ہیں۔ پہلی بات یہ کہ وہ اُن لوگوں میں سے ہیں جنکو برکاتِ الٰہیہ نصیب ہوئیں یعنی انہیں ہر قسم کی نعمائے الٰہی میسر ہوئی تھیں۔ اور اس پہلو سے انکو دیگر اقوام پر فضیلت حاصل تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بوجہ اُن کی نافرمانی کے، وہ اُن لوگوں کی بھی مثال ہیں۔ جن پر غضب الٰہی نازل ہوا۔ اور چونکہ انہوں نے الٰہی قوانین کی پے در پے نافرمانی کی اُن کی فضیلت بھی اُن سے رخصت ہوگئی۔ اور اس دورِ انقلاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عرب میں بعثت ہوئی۔ تاہم وہ ابھی ذلت کی اُس انتہا کو نہیں پہنچے تھے۔ جس کا اگلی آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۲۳: جیسا کہ مَیں نے مندرجہ بالا سطور میں دکھا دیا ہے۔ جو کچھ اس آیت میں کہا گیا ہے۔ وہ لفظاً پورا ہوگیا۔ حتیٰ کہ ایک وقت اُن پر ایسا آیا جب کہ تمام دنیا میں کوئی شخص ان کا یاور نہ تھا۔ بیشک وہ ہمیشہ سے ایک دولتمند قوم رہے ہیں۔ لیکن انکی دولت انہیں اُس ذلت اور ادبار سے نہ بچا سکی جو اُن پر مسلط ہوگیا۔

آیت نمبر ۱۲۴: ان کی یہ دونوں حالتیں یعنی عزت اور ذلت، اُن مواثیق سے وابستہ تھیں جو خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کئے تھے اور اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ کامل ذلت کی حالت ابھی آگے آنے والی تھی۔ لیکن جو فضیلت انہیں دیگر اقوام پر حاصل تھی۔ اور جس پر وہ غرور کرتے تھے۔ وہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بدولت تھی۔ ظاہر ہے کہ برکات الٰہی اُسی پر نازل ہوتی ہیں۔ جو اپنے حصول مقصد میں استقلال دکھاتا ہے۔ انسان کی زندگی میں بعض مواقع ایسے بھی آجاتے ہیں جبکہ اُسے استقلال دکھانا پڑتا ہے۔ وہ مشکلات میں ڈالدیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کے مخفی جوہر عیاں ہوں۔ عربی میں اس طرزِ عمل کو امتحان یا ابتلاء کہتے ہیں۔ اور ان دونوں لفظوں کے معنٰے طلب مشکلات کے آتے ہیں۔ بعض اوقات ان کا مطلب آزمائش یا جانچ بھی ہوتا ہے۔ جسکی بنا پر کسی شخص کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ خدا علام الغیوب ہے۔ اُسے اس آزمائش کی ضرورت نہیں ہے۔ پس جب یہ دونوں لفظ خدا کے فضل پر بولے جائیں تو اُن کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ خدا اُس شخص کی صفت استقلال کو دنیا پر عیاں کرنا چاہتا ہے۔ اسی لئے اس پر مشکلات وارد کر دیجاتی ہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کارہائے نمایاں انجام دئے مثلاً شاہوں سے گفتگو، بت خانوں کی مسماری، لوگوں کو شرک سے توحید کی طرف بلانا، وغیرہ، اس لئے سو مختلف مشکلات میں سے ہوکر گزرے، تاکہ اُن کے اندر صفت صبر و استقلال پختہ ہوجائے۔ اور سب سے بڑا ابتلاء یہ آیا

خدا نے اُن کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو خدا کی راہ میں قربان کریں۔ بظاہر ایک معصوم کی جان لینے سے کوئی فائدہ متصوّر نہ تھا۔ دراصل اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ باپ اور بیٹے میں خدا کے لئے ایثار کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے چھری تیز کی اور واضح ہو کہ اسمٰعیل علیہ السلام بھی اس فعل پر راضی تھے۔ تو اسی دم دونوں میں ایثار کی صفت پیدا ہو چکی تھی۔ پس اب اسمٰعیل علیہ السلام کا ذبح ہو جانا۔ کوئی ضروری بات نہ تھی اور چونکہ باپ اور بیٹے دونوں کے دلوں میں اطاعت ربّی کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔ اس لئے خدا نے وحی بھیجی۔ کہ ہمارا منشاء پورا ہو چکا۔ کلمتہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جب یہ آزمائش ختم ہو گئی۔ تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام اقوام کی سرداری کے لئے موزوں تھے اور خدا کی برکات کے دروازے ان پر کھل گئے۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس مرتبہ کا علم ہوا تو قدرتی طور پر انہوں نے دُعا میں اپنی ذریت کو بھی شامل کیا۔ اس ضمن میں خدا نے جو جواب دیا۔ وہ بہت سبق آموز ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ میرا عہد ظالم کو نہیں پہنچ سکتا یعنی برکات الہیہ سے متمتع ہونے کے لئے صرف کسی بڑے آدمی کی اولاد میں ہونا شرط نہیں ہے۔ قرآن پاک نے اس طرف اس لئے اشارہ کیا ہے کہ یہود اپنے نسب پر فخر کرتے تھے۔ کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ نے آل ابراہیم علیہ السلام پر برکات نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اس کا وعدہ کسی خاص نسل سے مختص نہیں تھا۔ حضرات اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ دونوں اس نعمت میں شریک تھے۔ لیکن جب بنی اسرائیل نے شرارت اور گناہ کی راہ اختیار کر لی۔ تو یہ مناسب تھا۔ کہ برکت اُن سے چھن جاتی۔ علاوہ بریں بنی اسمٰعیلؑ کو برکت دینے کا وعدہ جس کا ذکر کتاب پیدائش میں ہے۔ ہنوز پورا نہیں ہوا تھا۔ اور یہ امر غور طلب ہے کہ خدا کا یہ وعدہ اس وقت دیا گیا۔ جب کہ نہ اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے تھے نہ اسحٰقؑ۔ پس اس امر کو فرض کر لینے کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ وعدہ صرف اسحٰق سے مختص تھا۔ علاوہ بریں جو وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا تھا۔ وہ حضرت ہاجرہ سے بھی کیا گیا تھا۔ جو کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ تھیں (پیدائش ۱۶/۱۰) اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے بھی جداگانہ وعدہ کیا گیا تھا۔ جو اس کے لحاظ سے حضرت ابراہیمؑ والے وعدہ سے متحد تھا۔ (پیدائش ۱۷/۲۰) علاوہ بریں ختنہ کی شرط بنی اسمٰعیلؑ نے بھی پوری کی تھی۔ جس طرح بنی اسرائیل نے (پیدائش ۱۷/۱۰) اور جو پیشگوئی پیدائش ۱۸/۱۵ میں مذکور ہے۔ وہ ارض کنعان سے متعلق ہے۔ بیشک یہ زمین عرصہ دراز تک بنی اسرائیل کے قبضہ میں رہی۔ لیکن آخر میں بنی اسمٰعیل کے قبضہ میں چلی گئی۔ یقیناً یہود

اور نصاریٰ کا یہ قول غلط ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ سے صرف دنیاوی بادشاہت کا وعدہ کیا گیا تھا۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وعدہ کے الفاظ وہی ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیئے گئے۔

یہ پیشگوئیاں ایک دہریہ کو خاموش کرنے کے لئے بھی کافی ہیں۔ یہ وعدہ ایفاء سے ہزارہا سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کئے گئے۔ جب کہ ایفاء کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔ ایک گاؤں کے مکھیا کیساتھ یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ اس کی اولاد بادشاہت کی وارث ہوگی۔ اس جگہ یہ اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ یہ پیشگوئیاں اس وقت لکھی گئیں جب کہ یہود کو قدرے سطوت حاصل ہوگئی تھی۔ اور ممکن ہے کہ روزافزوں ترقی کو دیکھ کر پیشگوئیاں وضع کر لی گئی ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ ان پیشگوئیوں میں حضرت اسمٰعیلؑ سے متعلق پیشگوئیاں بھی تھیں۔ اور وہ بعثت نبویؐ سے ہزارہا سال قبل ضبط تحریر میں آچکی تھیں۔ یہ آخرالذکر پیشگوئیاں کتاب پیدائش میں مندرج ہیں۔ جو توریت کے ساتھ ہی قلمبند کی گئی تھیں۔ پس مذکورہ بالا اعتراض۔ ان پیشگوئیوں پر وارد نہیں ہوسکتا۔ جو حضرت اسمٰعیلؑ سے متعلق ہیں۔ تاریخی واقعات کو مدّنظر رکھ کر یورپین لوگ ان کو ردّ نہیں کر سکتے تھے۔ پس انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ اس پیشگوئی میں صرف حضرت اسمٰعیلؑ کی دنیاوی بادشاہت کا مذکور تھا۔ روحانی بلندی کی طرف اشارہ نہ تھا۔ لیکن جیسا میں دکھا چکا ہوں۔ اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ دونوں سے متعلق پیشگوئیوں کے الفاظ تقریباً یکساں ہیں۔ علاوہ بریں کتاب حبقوق ۳ اور استثناء ۳۳ میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔ کہ عرب کی سرزمین میں ایک نبی پیدا ہوگا۔ اور یہاں سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی پیدا نہیں ہوا۔ آپؐ کے علاوہ کسی نے بھی دعوٰی نبوت نہیں کیا۔ کتاب استثناء میں مرقوم ہے کہ خداوند سینا۔ سعیر اور فاران سے جلوہ گر ہوگا۔ بلکہ وہ آفتاب جو سینا سے طلوع ہوا، فاران کی چوٹیوں سے زیادہ روشنی کیساتھ طلوع ہوگا۔ سب کو تسلیم ہے کہ سینا اور سعیر سے مراد حضرت موسٰیؑ اور حضرت عیسٰیؑ ہیں۔ لیکن اگر ہم فاران سے وہ پہاڑی مراد نہ لیں جو مکہ کے پاس ہے تو اور کونسی پہاڑی مراد ہوسکتی ہے؟ پس ایں حالات عقل اور انصاف دونوں کا تقاضا یہ ہے کہ ہم حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوٰی کو صحیح تسلیم کریں:۔

خریداران رسالہ اشاعت اسلام سے استدعا

جن صاحبان کا چندہ ختم ہوچکا ہے۔ وہ براہ مہربانی چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ اور جنکو چندہ کے خط تحریر کیا جاتا ہے وہ ازراہ نوازش جواب سے تو ممنون کیا کریں:۔

مینیجر

مسلمانانِ پولینڈ

لیتھوآنی تاتاریوں کا آغاز اور ان کی تاریخ

پولینڈ کے شمال مشرق میں پلانی نیٹ کے مقام پر تاتاریوں کے سکونت پذیر ہونے سے پولینڈ کی تاریخ میں ایک جدید باب کا اضافہ ہوتا ہے۔ اور وہاں کے اصل حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ تاتاری لوگ قدیم ترکی منگولوں کی اولاد ہیں جنہوں نے ازمنہ متوسط کے آخری سالوں میں پولینڈ کو کئی مرتبہ لوٹا یہاں تک کہ ۱۲۴۱ء میں وہ کراکو کی دیواروں تک پہنچ گئے۔ تاہم جیسا کہ ولنو کے ایک اخبار میں ایک مضمون نویس نے لکھا ہے۔ تاتاریوں کے حملے ہمارے آباؤ اجداد کی چھاتیوں پر آکر ٹوٹے۔ اور آج انہی تاتاریوں کی اولادوں کو ہم اپنے عزیز دینی بھائی سمجھتے ہیں۔" مسلو" ڈبلیو ایم۔سی۔ایچ کا مضمون "دی ریبرل ورلڈ آف دی قرآن"۔ یہ بیان اپنی نوعیت کے لحاظ سے نرالا نہیں۔ ہم عصر مصنفین کا ذکر تو چھوڑیئے۔ جہاں تک زمانہ ماضی کی طرف ہماری نظر جاتی ہے۔ پولینڈ کے تمام مصنفین اور تاریخ نویس باستثنائے واحد ان تاتاریوں کیساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے اور اس وفاداری کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ جو انہوں نے پولینڈ کی خدمت کرتے ہوئے ہمیشہ دکھائی ہے۔ مؤرخین کا بیان ہے، پندرھویں اور سولھویں صدیوں میں ان تاتاریوں کو تمام حقوق حاصل تھے۔ اور ایسی مراعات انہیں میسر تھیں جو آج بھی ضرورت سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارے علم میں آج کسی عیسائی ملک میں کسی دوسری اسلامی جماعت کو ایسی مراعات حاصل نہیں

آج پولینڈ کے از سرنو تازگی اور زندگی حاصل کرنے کے بعد پولش حکومت نے مسلسل افعال و اعمال کے ذریعہ سے اس روایتی ہمدردی کی تصدیق کر دی ہے۔ جو پولینڈ کو ان کے ساتھ رہی ہے۔

ان بہت سی کتابوں کے باوجود جو ان تاتاریوں کے متعلق پہلے سے موجود ہیں۔ ان کی مسلسل اور مکمل تاریخ ابھی تک لکھنی باقی ہے۔ ہم یہ دعوے نہیں کرتے کہ اس مختصر مضمون میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ ایسا جامع و مکمل ہے کہ اس کے بعد کسی اور تصنیف کی حاجت نہ ہوگی۔ ہم اس قبیلہ کے جس کی تعداد کبھی بہت زیادہ نہیں ہوئی اور اب بھی پندرہ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ آغاز اور اسکی تاریخ کے متعلق چند ابتدائی اصولی باتیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ بالخصوص ذیل کے امور پر روشنی ڈالنا اور ان کو وضاحت سے بیان کرنا ہمارا حقیقی مقصود و مدعا ہے۔

(۱) تاتاریوں نے پولینڈ میں کیوں اور کس طرح اپنے آپ کو آباد کیا۔ اور اس ملک کا وہ حصہ ان سے کس طرح بچا رہا۔ جہاں تاتاریوں کے حملے نہیں پہنچے۔ (۲) یہ چھوٹی سی اسلامی نوآبادی جو مغرب میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے اور جس کے افراد کی تعداد اور کبھی کثیر کے درجہ تک نہیں پہنچی۔ کس طرح سے ان مسیحی آبادیوں میں گم سم رہنے کے باوجود مذہبی معاملات میں نہایت سخت اور پرلے درجہ کے غیر روادار ہیں۔ صدیوں سے اپنے مذہب پر قائم اور مستحکم چلی آتی ہے! (۳) دورِ حاضرہ میں ان کی تاریخ۔

باب اوّل

لیتھوآنی تاتاریوں کا آغاز

ان تاتاریوں کو عموماً لیتھوآنی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ چودھویں صدی میں لیتھوآنیا جیسے عظیم الشان ملک میں آباد ہوئے۔ جو بالٹک سے بحیرہ اسود تک اور مشرق میں اوکا سا جیسے بعید ترین علاقہ تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے وحشیانہ آغاز کے متعلق کسی کو شک و شبہ نہیں ہر شخص اس بات میں متفق ہے کہ وہ اس قبیلہ میں سے ہیں۔ جس کو "گولڈن ہورڈ" کا نام دیا گیا ہے۔ صرف اسی زمانہ اور ان اسباب کو متعین کرنے کی ضرورت ہے۔ جو لیتھوآنیا میں ان کے آباؤ اجداد کے آنے کا موجب ہوئے،

پندرھویں صدی کے اختتام سے پہلے اس بارہ میں کوئی کاغذات نہیں ملتے۔ پندرھویں صدی کے اختتام کی دستاویزات سے ہم صرف اتنا معلوم کر سکتے ہیں کہ اس وقت ان کا قدم وہاں جم چکا تھا۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ لیتھوآنی تاتاریوں کے آباؤ اجداد کا بہت سا حصہ ۱۴۷۵ء تک لیتھوآنیا میں آباد ہو چکا تھا۔

جہاں تک ان تاریخی واقعات کا تعلق ہے جو ان کے آغاز سے متعلق ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(الف) تاریخی اعتبار سے سب سے پہلی شہادت میں مورخ ٹیٹچوبی یا ٹیچی اوگو سے ملتی ہے جس کا حوالہ پروفیسر موچلی اسکی نے دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیپچک (یعنی گولڈن ہورڈ) کے قبضہ کے بعد جو ۱۳۹۱ء میں تمرلنگ کے ذریعہ ہوا۔ خان ٹوختمش کے پیرو غالباً وہ جو اعلےٰ مراتب پر فائز تھے۔ لیتھوآنیا میں پناہ گزین ہو گئے۔ جہاں سولھویں صدی پیٹچوی کے زمانہ میں ساٹھ تاتاری گاؤں یا نوآبادیاں تھیں۔ اس شہادت کی تصدیق ۱۳۹۲ء کی ایک قانونی دستاویز سے ہوتی ہے جس میں ایک تاتاری خاندان کو جاگیر دئے جانے کا ذکر ہے۔

(ب) دوسری شہادت پولش مؤرخین (Dtugosz) (Bielski) اور Kroner کی ہے جنہوں نے لیتھوآنیا میں تاتاریوں کے اقامت پذیر ہونے کی تاریخ اس مہم سے مقرر کی ہے جو وٹولڈ (witold) لیتھوآنیا کے گرینڈ ڈیوک نے ۱۳۹۷ء میں نوگاٹس (Nogats) کے ایک قبیلہ جس کا دارومدار گولڈن ہولڈ پر تھا) خلاف اٹھائی تھی۔ لیکن یہ مؤرخین اس حملہ کے آغاز اور خاصیت کے بارہ میں باہم متفق نہیں۔

Dtugosz کا بیان ہے۔ کہ جب مہم سر ہو چکی تو وٹولڈ نے نصف قیدی پولینڈ میں شاہ جگیلو (jagiello) کے پاس بھیج دئے۔ جہاں انہیں مسیحی بنا لیا گیا۔ اور دوسرے نصف حصّہ کو ولنو کے قریب دریائے واکا کے کناروں پر آباد کر دیا۔ جہاں وہ اب تک موجود ہیں۔ اور مذہب اسلام پر عمل پیرا ہیں۔

بیلسکی (Bielski) نے یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ وٹولڈ (witold) نے انہیں زمینیں دیں۔ ٹیکسوں کی ادائیگی سے انہیں مستثنےٰ کر دیا۔ اور صرف جنگ کے موقعہ پر فوجی خدمت کے لئے انہیں مجبور کیا۔ لیکن انہیں اس بات سے انکار ہے کہ وہ بطور اسیران جنگ کے وہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ہم خود اپنی مرضی سے وٹولڈ کو پرشیا والوں کے خلاف جنگ میں امداد دینے کے لئے آئے تھے۔ کرونر (Kroner) ایک قدم آگے چلتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ تاتاریوں کا خود اپنا دعوےٰ یہ ہے۔ کہ خانہ جنگی کی وجہ سے وہ اپنے ملک کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور اپنی خوشی سے یہاں اس جنگ میں حصّہ لینے کے لئے پہنچے جو تلوار اٹھانے والے نوابوں کے خلاف لڑی جا رہی تھی۔ اس بیان کی مطابقت اس امر واقعہ سے ہوتی ہے۔ کہ وہ آج تک لیتھوآنیا میں آزاد اور وہاں کے دیسی باشندوں کے مساوی حقوق رکھتے ہیں۔

ان بیانات سے ہم دیکھتے ہیں کہ مؤرخین ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور کرونر کی شہادت ٹیپچوی سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے برخلاف معمول بالا دستاویز سے یہ ثابت ہے۔ کہ اس مہم سے پہلے بھی جو ۱۳۹۷ء میں وقوع پذیر ہوئی۔ تاتاری لوگ لیتھوآنیا میں موجود تھے۔

(ج) تیسری چیز جو تاتاریوں کے آغاز کے سوال کو حل کرنے میں ہمیں امداد دیتی ہے۔ وہ سب بڑے مصنفین نے بتائی ہے۔ ٹی کزیکی (tyszacki) موچلنسکی (muchlinski) اور نربٹ (narbutt) ان کا دعوےٰ ہے کہ تاتاریوں کے لیتھوآنیا میں پہلی مرتبہ آنے کی تاریخ لیتھوآنیا کے گرینڈ ڈیوک جیڈیمین کے عہد حکومت (۱۳۱۴ء - ۱۳۱۵ء) سے شروع ہوتی ہے۔ اور یہ اتحاد کی اس پالیسی کا بالواسطہ نتیجہ تھا۔ جو جیڈیمین نے گولڈن ہورڈ کے متعلق اختیار کی۔ یہ زبردست مدبر جنگجو بالبیشن اور حکمت عملی سے کام لیتا

سیاست دان پہلا شخص تھا جس کو روسی شاہزادوں اور ٹیوٹانک نوابوں کے خلاف گولڈن ہورڈ جیسی زبردست طاقت سے امداد لینے کا خیال پیدا ہوا جو اسوقت طاقت کے لحاظ سے انتہائے عروج پر تھی، اسے روسی شہزادوں پر ۱۳۱۶ء میں فتح حاصل ہوئی اور ٹیوٹانک نوابوں پر ۱۳۱۹ء میں۔

نربٹ (Narbutt) صاف لکھتا ہے کہ تاتاریوں نے جیڈیمین کی فوج میں خدمات کیں اور معاوضہ میں انہیں انعامات اور زمینیں رہائش کے لئے ملیں۔ موچلی اسکی (Muchlinski) نے بھی اس بات کو دُھرایا ہے۔ لیتھوآنی تاتاریوں کے آغاز پر بحث کرتے ہوئے نربٹ (Narbutt) لکھتا ہے کہ وہ لیتھوآنیا میں گرینڈ ڈیوک آل جیرڈ کے عہد حکومت میں (جو ۱۳۴۵ء سے ۱۳۷۷ء تک رہا)۔ یا تو برضا و رغبت خود ترک وطن کر کے یا اسیران جنگ کے طور پر آئے۔ بدقسمتی سے نربٹ نے اپنی واقفیت کا کوئی ماخذ پیش نہیں کیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ لیتھوآنی تاتاریوں کے آغاز کا سوال خاصہ پیچیدہ ہے اور ہم کسی تاریخی واقعہ سے اسکی کڑی نہیں ملا سکتے۔ لیتھوآنیا میں ان کی آمد بہت سے واقعات وحالات کے ایک مکمل سلسلہ کا نتیجہ ہے۔ اور وہ یک لخت وہاں نہیں پہنچ گئے،

ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ لیتھوآنیا میں ۱۳۹۲ء میں بھی بعض تاتاری لوگ موجود تھے جنہیں جاگیریں مرحمت کی گئی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ارضی جاگیر کے قبضہ کے بالمقابل جبری فوجی خدمت بھی تھی۔ یہ ایک ایسی رعایت تھی، جو اسیران جنگ یا قدیم دشمنوں کو شاذونادر ہی مل سکتی تھی۔ اس امر کی وضاحت مسئلہ آغاز کی طرح جو دونو دراصل ایک ہی سوال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیتھوآنیا اور گولڈن ہورڈ کے مابین تعلقات اتحاد کی تاریخ میں تلاش کرنی چاہئے۔ اور بعد ازاں اس کی وضاحت ان بہت سے خاندانوں سے ہوتی ہے۔ جن میں "خان" کے امتیازی نام کے ساتھ گولڈن ہورڈ تقسیم ہو گئے۔

یہ سوال جس پر پہلے بہت کم غور کیا گیا ہے۔ تفصیلی مطالعہ کو چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم لیتھوآنیا کی اس پالیسی کا نقشہ کھینچ سکتے ہیں جو تاتاریوں کے ساتھ اتحاد کے متعلق اُنہوں نے اختیار کر رکھی ہے۔ آگے چل کر ہمیں معلوم ہوگا کہ لیتھوآنیا میں تاتاریوں کی آمد اس اتحاد کا بالواسطہ لیکن منطقی اور لازمی نتیجہ تھا جیڈیمین کے جانشینوں میں لیتھوآنیا اور تاتاریوں کے مابین اتحاد کی پالیسی ایک روایتی چیز بن گئی اس کی تائید غالباً اس حقیقت نفس الامری سے بھی ہوتی ہے۔ کہ اسوقت یعنی چودھویں صدی کے اختتام کے قریب لیتھوآنی ابھی غیر مہذب اور جاہل تھے۔ اور مذہبی اختلاف ان کے نزدیک کوئی اہمیت

نہ رکھتا تھا۔ تاہم یہ سمجھنا مشکل ہے۔ کہ اس زمانہ میں ایک مسیحی قوم اور مسلمانوں کے مابین اتحاد قائم تھا۔ جیڈیمین کے بیٹے آل جیرڈ نے طاقت حاصل کرنے کے بعد فوراً ہی گولڈن ہورڈ کے قبائل کو پھر دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے ۱۳۴۸ء میں قاصد بھیجے ۱۳۵۰ء سے ۱۳۵۰ء میں تاتاریوں نے لیتھوآنیوں کی طرف سے پولینڈ کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ اور ۱۳۷۰ء میں صلیبی جنگ کرنے والوں سے لڑائی کی۔

آلجیرڈ کے بیٹے جیگولو (Jagiello) پولینڈ کے آیندہ بادشاہ نے اس سے بھی آگے قدم بڑھایا اور میمائی کے ساتھ ایک عہدنامہ کیا۔ جس کی غرض یہ تھی۔ کہ روس تقسیم ہو جائے۔ یہ عہدنامہ کامیاب نہ ہوا۔ لیتھوآنی عساکر تاتاری افواج کے ساتھ وقت پر شامل نہ ہو سکے۔ اور مؤخر الذکر کو جنگ کولیکوو (Kaulikao) میں روسی شہزادوں کی متحدہ افواج نے شکست دے دی۔ اسوقت سے گولڈن ہورڈ متنزل اور کمزور ہونے شروع ہو گئے۔ کیونکہ مختلف خانوں نے ایک دوسرے کے بالمقابل طاقت حاصل کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ جو خان گر جاتا اس کے متبع ترک وطن کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ اور صرف اپنے قدیم اتحادی ملک لیتھوآنیا ہی میں پناہ گزیں ہو سکتے۔

جیگولو (Jagiello) نے جو ہیڈوج (Hadwiga) ملکہ پولینڈ سے شادی کرنے کی وجہ سے ۱۳۸۶ء میں پولینڈ کا بادشاہ ہو گیا۔ لیتھوآنیا اور پولینڈ کے مابین اپنے اس ذاتی اتحاد سے کام لیتے ہوئے ٹولوٹزک (Tolotzk) پر قابض ہو کر اس پرانی سکیم کو عمل میں لانا شروع کر دیا۔ جس کا مقصد مدعا روسی ممالک کو لیتھوآنیا سے ملحق کرنا تھا۔ لیکن چچازاد بھائی ویٹولڈ کی بغاوت نے اسے مجبور کر دیا کہ اس پالیسی کو کچھ عرصہ کے لئے ملتوی رکھے۔

۱۳۹۲ء میں جب دونوں بھائیوں کے مابین صلح و اتحاد ہو گیا۔ جس میں وٹولڈ کو تمام عمر کے لئے لیتھوآنیا کی عام حکومت حاصل ہو گئی۔ تو جیگولو نے وٹولڈ کی امداد سے اپنی سکیم پر پھر عمل شروع کیا۔ اور مؤخر الذکر سے اسے نہایت زبردست امداد حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں گولڈن ہورڈ کے خان ٹوختامیش (Tochtamysh) کی تجویز اتحاد نے اس سکیم کو اور بھی آسان کر دیا۔ اس موقعہ ۱۳۹۳ء میں خود خان نے اپنے سفیر بھیجکر شاہ پولینڈ سے اتحاد کی خواہش کی۔ اس طریق کے اختیار کرنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ تیمرلنگ کے اثر سے جس کے ذریعے سے چند ہی سال ہوئے۔ اسے طاقت حاصل ہوئی تھی۔ اپنے آپ کو آزاد کرنے کی جو کوشش اس نے کی تھی اس میں اسے ناکامی حاصل ہوئی اس نے سمجھ لیا کہ وہ خود بخود کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور ضروری ہے کہ وہ کسی کے ساتھ

اتحاد کا رشتہ جوڑے اور اس کی امداد حاصل کرے ۱۳۹۵ء میں تیمرلنگ سے پورے طور پر شکست فاش کھا کر ٹوچتامیش ۱۳۹۶ء میں کیف (Kieff) میں ویٹولڈ کی امداد اور حفاظت طلب کرنے آیا۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے باہم ایک عہدنامہ کیا۔ جس کے رُو سے ویٹولڈ نے وعدہ کیا کہ وہ ٹوچتامیش کو تخت دلانے کے لئے اسکی امداد کرے گا۔ اور موخر الذکر نے باہم ایک عہد کیا کہ وہ ماسکو دیا میں اس کے حقوق کو تسلیم کرے گا۔ ۱۳۹۷ء میں ویٹولڈ نے ڈان سٹیپس (Donsteppes) میں دشمن کی طاقت کا پتہ لگانے کے لئے ایک مہم کا انتظام کیا۔ ۱۳۹۸ء میں گولڈن ہورڈ کے نئے "خان" تمنکوٹلوک (Timonkotlouk) کے جو تیمرلنگ کی سرپرستی میں تھا۔ اعلان جنگ کر دیا۔ لیکن یہ پالیسی اگرچہ نہایت چالاکی اور ہوشیاری سے باہمی اتحاد کے ذریعہ اختیار کی گئی تھی۔ تاہم ۱۲ راگست ۱۳۸۹ء وارسکلا (Varskla) کی لڑائی میں اسے کامل ناکامی ہوئی۔ ٹوچتامیش اور اس کے ساتھی بلغاریا کے جنگلات میں جو دریائے والگا پر ہیں بھاگ گئے جہاں وہ ۱۴۰۷ء کو مارا گیا۔ اس کا بڑا بیٹا جلال الدین اپنے بھائی اور باقی ساتھیوں سمیت ۱۴۰۹ء میں اپنے باپ کے اتحادی سے امداد طلب کرنے کے لئے کیف میں پہنچا۔ اس نے چند ماہ ویٹولڈ کے ساتھ گذارے اور اس کے ساتھ ۱۴۱۰ء میں گرنوالڈ (Grunevald) کی لڑائی میں حصہ لیا۔

۱۴۱۱ء میں جلال نے ویٹولڈ کی امداد سے طاقت حاصل کر لی۔ ماسکو دیا کے خلاف جارحانہ اتحاد کا معاہدہ مکمل ہو چکا تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ جلال کی پالیسی کا پختہ نتیجہ پیدا ہوتا وہ اپنے حریف کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس وقت گولڈن ہورڈ کی مرکزی طاقت خاص کمزور ہو چکی تھی۔ خان حصول طاقت کے لئے متواتر جدوجہد کرتے رہے۔ ان میں سے اکثر ایسے تھے جن کی حکومت نہایت قلیل عرصہ تک رہی۔ اور بہت تھوڑے تھے جنہوں نے چند ماہ سے زیادہ عرصہ بسر کیا۔ ویٹولڈ اپنے امیدواروں کی تائید میں ان تھک کوشش کرتا رہا اور ہمیشہ اسکی نیت یہ رہی کہ اگر وہ کامیاب ہو جائے تو ماسکو دیا کا محاصرہ کیا جائے۔ مثلاً ۱۴۱۲ء میں اس نے ولنو کے مقام پر جلال کے ایک بھائی بٹیسن علاؤ کو جو گولڈن ہورڈ کا خان تھا۔ تاج شاہی پہنایا۔ موخر الذکر نے ویٹولڈ کے متبعین کے ساتھ ۱۴۱۳ء میں ایک صلیبی محاربین کے خلاف جنگ کی۔ لیکن وہ ناکام رہا اور مارا گیا۔ ۱۴۱۷ء میں ویٹولڈ نے ٹوچتامیش کے تیسرے بیٹے یرمفردین کی تائید کی لیکن اسکی حکومت چند دن سے زیادہ نہ رہی۔

اپنی وفات تک ویٹولڈ گولڈن ہورڈ کی قسمتوں کے بننے بگڑنے میں زیادہ تر حصہ لیتا رہا۔ اس کے ثبوت میں ہمارے پاس اسوقت کے ایک سیاح گلبرٹ لانے (Gillbirt Lanny.) کی شہادت ہے،

کہانی کے مطابق حاجی گری (Haji Girey) جو کریمیا کی خانیت کا بانی تھا لیتھوآنیا میں پیدا ہوا۔ اور وٹولڈ کے دربار میں اس نے پرورش پائی اور اس کی امداد سے کریمیا میں اس نے طاقت حاصل کی سچی بات یہ ہے کہ حاجی گیری اپنی وفات تک پولینڈ کا وفادار اور خدائی دوست تھا۔ اور بہت سے موقعوں پر اس نے اس دوستی کو ظاہر کیا مثلاً خان سیدی عصمت (Khan Sidi Achmat) کے خلاف معرکہ آرائی کے موقع پر اور قوم زیچ (Czechs) کے خلاف معاہدہ اتحاد کی تکمیل میں اس نے پوری وفاداری دکھائی۔

جب وٹولڈ کی وفات کے بعد لیتھوآنیا میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ سوڈری گیلو۔ (Swidry Giullo) نے جو زیگیلو (Zaquiello) کا بھائی تھا۔ خان سیدی عصمت کے ساتھ یقینی طور پر اتحاد کر لیا۔ اور جب خان مذکور کو حاجی گیری نے پکڑا۔ وہ لیتھوآنی بادشاہوں کا نہایت زبردست اتحادی تھا۔

۱۴۳۰ء کے قریب کیسیمر جوگیلو (Casimi Joquillo) نے عصمت کے ساتھ جارحانہ عہد نامہ اتحاد کو مکمل کر لیا۔ جو ۱۳۸۰ء میں والگا سے پرے ماسکو وبا کے مخالف ایک خان تھا۔ اس اتحاد کا کوئی نتیجہ نہ نکلا کیونکہ لیتھوآنی لشکر تاتاریوں سے وقت پر نہ مل سکے۔

اتحادی پالیسی کی تاریخ پر غور کرنے کے بعد جس پر پہلے صرف لیتھوآنیا نے عمل کیا۔ اور پھر پولینڈ اور لیتھوآنیا کی متحدہ حکومت نے تاتاریوں کے لیتھوآنیا میں آنے کے متعلق ایک جنرل لائین بنا لینا اور ان کے ترک وطن کی خاصیت کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

تاتاریوں کے لیتھوآنیا میں پہلی مرتبہ رُو نما ہونے کی تاریخ مقرر کرنا ناممکن امر ہے۔ لیکن مذکورہ بالا مؤرخین۔ (ٹی گیکی۔ تربٹ۔ مچلی اسکی) کے بیان کے مطابق ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ بہت ممکن ہے۔ کہ پہلی نوآبادی لیتھوآنیا میں ۱۳۵۰ء میں قائم ہوئی ہو۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ یہ بالکل یقینی بات ہے کہ ۱۳۸۰ء میں کلیکوو کی شکست کے بعد مینائی کے ساتھیوں کا ایک حصہ لیتھوآنیا میں پناہ گزیں ہوگیا۔ اس کے بعد ۱۳۹۲ء میں جب تمرلنگ نے کپٹ چک (Kiptchak) پر قبضہ کر لیا۔ تو یہ بھی لیتھوآنیا کی طرف تاتاریوں کے ایک بہت بڑے گروہ کے آنے کا موجب ہوا۔

عام طور پر یہ یقین کرنے کے لئے ہر قسم کے وجوہ موجود ہیں۔ کہ تاتاریوں کا لیتھوآنیا میں آنا جماعتی اور ہجوم کے

رنگ میں نہ تھا۔ بلکہ انفرادی طور پر وہ وہاں آتے رہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ مورخین نے اس بات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ترک وطن کی اس رَو کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

تاہم مؤرخین نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے ان کی صداقت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

۱۳۹۷ء کی اس مہم میں جو دشمن کی قوت کو جانچنے کے لئے مرتب کی گئی۔ یقیناً اسیر بھی تھے۔ ان قیدیوں میں سے وہ جو ثاچٹامیش کی حمایت میں تھے۔ اور جو اس کے مخالف تھے۔ ان میں تمیز کرنا ضروری ہے تاچٹامیش کے لشکروں نے اس مہم میں حصہ لیا۔ وٹیولڈ کے لئے اس گندم سے جَو کو جدا کرنا آسان تھا۔ اس نے دوسرے قیدیوں کو پولینڈ میں شاہ یاگیلی (yaguillo.) کے پاس بھیج دیا۔ جہاں وہ بہت جلد دیسی آبادی میں مدغم ہو گئے۔ لیتھوآنیا میں وہ آباد ہو گئے۔ اور بعض مراعات کے عوض میں انہیں فوجی خدمت پر مجبور کیا گیا۔ چونکہ اسوقت صلیبی محاربین کے ساتھ صلح نہیں ہوئی تھی۔ وٹیولڈ کا ارادہ غالباً جنگ میں ان سے کام لینے کا تھا۔ علاوہ ازیں ان تاتاریوں کو کوئی شخص مشکل ہی سے قیدی کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ وٹیولڈ کے اتحادی کی رعایا تھے۔ لیتھوآنیا کا سیاسی مستقبل اس اتحاد کی کامیابی پر منحصر تھا۔

واسکلا کی جنگ کے بعد تاتاری لشکر کے ایک حصہ نے لیتھوآنیا میں یقیناً پناہ لی۔ اس کے دس سال بعد ثاچٹامیش کے لڑکے وٹیولڈ کی امداد اور حفاظت طلب کرنے کے لئے لیتھوآنیا آئے۔ چند سال تک وہ لیتھوآنیا کے عین قلب میں وٹیولڈ کی مہمان نوازی سے متمتع ہوتے رہے۔ ان کے وہ ساتھی جو زیادہ محنتی اور سرگرم نہ تھے۔ اس مصیبت کی زندگی کو جو دس سال تک ناکامی سے اُنہوں نے بسر کی۔ کسانوں کی خاموش زندگی سے تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کا ایک حصہ لیتھوآنیا میں آباد ہو گیا۔

اگرچہ ان تاتاریوں کی صحیح تعداد مقرر کرنا ناممکن ہے جنہوں نے گرنوالڈ کی لڑائی میں حصہ لیا۔ تاہم یہ یقینی امر ہے۔ کہ تاتاریوں کی ایک تعداد لیتھوآنیا میں رہ گئی۔ جو بہت بڑی ارضی جاگیروں اور مراعات سے متمتع تھی۔ بعد میں جب گولڈن ہورڈ کے تخت کے بہت سے دعوے داروں کی تائید وٹیولڈ نے کی تو وہ ان کے ساتھیوں سے مہربانی کا برتاؤ کرنے پر مجبور ہو گیا۔

۱۳۴۰ء میں وٹیولڈ کی وفات کے بعد تاتاریوں کے ساتھ تعلقات بہت زیادہ نہ رہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ باقاعدہ تعلقات نہ رہے۔ عموماً وہ اتفاقی ہوتے تھے۔ نہ کہ کسی باقاعدہ پالیسی کا نتیجہ۔

(باقی دارد)

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور
بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۴ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۱۲/۴۴	۱۳۸۶	جناب غلام قادر صاحب فروخت کتب	۰	۰	۵
〃	۱۳۸۷	جناب ایم۔ اے۔ ایچ براؤن صاحب	۰	۰	۵
〃	۱۳۸۸	〃 محمد ظاہرالدین صاحب مشن	۰	۰	۱۰
〃	۱۳۸۹	〃 ایم نصرت اللہ صاحب 〃	۰	۰	۳
〃	۱۳۹۰	〃 راجہ نجیب اللہ صاحب 〃	۰	۰	۵
۵ ۱۲/۴۴	۱۳۹۸	〃 قاضی عبدالحمید عبدالغفور صاحبان فروخت کتب	۰	۶	۰
〃	۱۴۰۱	جناب عبدالحق صاحب ۔ مشن	۰	۰	۵
[illegible]	۱۴۰۳	〃 غلام قادر صاحب فروخت کتب	۰	۱۱	۰
〃	۱۴۰۴	〃 مراتب علی صاحب 〃	۰	۱۱	۰
	۱۴۰۵	۱۔ محمد صالح صاحب ۔۔۔ ۳			
		۲۔ احمد ایم میمن صاحب ۔۔۔ ۲			
		۳۔ غلام محمد صاحب ۔۔ ۸ ۔ ۱			
		۴۔ محمد عبدالعلیم صاحب ۔۔۔ ۱			
		۵۔ محمد صالح عزیز محمد صاحب ۔۔۔ ۱			
		۶۔ پیردین قاضی صاحب ۔۔۔ ۱			
		۷۔ فقیر ابراہیم صاحب ۔۔۔ ۵			
		۸۔ عبدالحق صاحب ۔۔۔ ۱			
		۹۔ نواب پیر بخش صاحب ۔۔۔ ۲			
		۱۰۔ نوراللہ صاحب ۔۔۔ ۱			
		۱۱۔ مولوی محمد صالح صاحب ۱			
		مشن ۰ ۔ ۸ ۔ ۱۹	۰	۸	۱۹
۱۰ ۱۲/۴۴	۱۴۱۴	جناب محمد منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۱۰
۱۱ ۱۲/۴۴	۱۴۲۵	〃 اے ایچ غزنوی صاحب مفت تقسیم کتب	۰	۰	۵۰
〃	۱۴۲۷	حضور نواب صاحب رامپور	۳	۱۵	۲۴۵
۱۲ ۱۲/۴۴	۱۴۲۹	〃 محمد اسمٰعیل صاحب کمٹ	۰	۱	۰
〃	۱۴۵۳	〃 محمد ایوب صاحب سرمایہ محفوظ	۰	۰	۵۰
۱۳ ۱۲/۴۴	۱۴۶۲	واپسی پیشگی از مسجد ووکنگ بحوالہ بل ۱۰۱	۴	۱۳	۱۴۱
〃	۱۴۶۳	〃 〃 〃 بحوالہ بل ۱۰۰	۰	۱۲	۸۳
〃	۱۴۶۴	〃 〃 〃 بحوالہ بل ۹۹	۵	۴	۱۰۷
〃	۱۴۶۵	〃 〃 〃 بحوالہ بل ۹۸	۰	۱۲	۲۷
۱۵ ۱۲/۴۴	۱۴۷۴	جناب کے ایچ بینارڈ صاحب مشن	۰	۰	۷
۱۶ ۱۲/۴۴	۱۴۹۴	〃 سید محبوب علی صاحب مشن	۰	۰	۲۴

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۸ ۱۲/۴۴	۱۵۱۲	مسز چودھری محب اللہ صاحب۔ بابت زکوٰۃ	۔	۰	۲۵
〃	۱۵۱۳	جناب محبوب خاں صاحب۔ مشن	۰	۰	۵
〃	۱۵۲۲	〃 عبدالمجید خاں صاحب 〃	۰	۰	۲۵
۱۹ ۱۲/۴۴	۱۵۳۵	〃 سید اے۔ جلیل صاحب 〃	۰	۰	۳
〃	۱۵۴۹	راجہ سر اعجاز رسول صاحب جہانگیر آباد مشن	۰	۰	۱۰۰۰
〃	۱۵۵۰	〃 راجہ صاحب بہادر نانپارہ	۰	۰	۳۰۰
۲۱ ۱۲/۴۴	۱۵۶۲	جناب ایس۔ ایم۔ زمان صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۲۰
〃	۱۵۶۴	〃 لفٹننٹ راجہ نجیب اللہ صاحب مشن	۰	۰	۵
〃	۱۵۷۴	〃 آنریبل اے ایچ غزنوی صاحب 〃	۰	۰	۲
۲۲ ۱۲/۴۴	۱۵۷۵	〃 محمد شفیع اللہ خاں صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۲۵
〃	۱۵۷۸	〃 محمد ابن حسن صاحب مشن	۰	۸	۳
〃	۱۵۷۹	〃 صاحبزادہ نورالحق صاحب	۰	۰	۳
〃	۱۵۸۰	〃 ایم ایچ کی صاحب مشن اسلامک ریویو			
		۰ ۔ ۸ ۔ ۱۲۹			
		رسالہ اشاعت اسلام کل مبلغ ۰ ۔ ۹ ۔ ۳	۰	۰	۶۰
〃	۱۵۸۱	جناب ایم جمال محمد صاحب مشن	۰	۰	۱۰۰
۲۴ ۱۲/۴۴	۱۵۸۲	حضور نواب صاحب منگرول از کاٹھیاواڑ برائے تقسیم کتب	۰	۰	۱۰۰
〃	۱۵۸۷	جناب شیخ گھسی محمد صاحب مشن	۰	۰	۱
〃	۱۵۸۹	〃 قاضی منہاج الدین صاحب 〃	۰	۰	۲
۲۶ ۱۲/۴۴	۱۵۹۰	〃 محمد نور غنی صاحب 〃	۰	۱۲	۴
〃	۱۵۹۱	〃 محمد عبداللہ صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	۱۵۹۷	〃 محبوب خاں صاحب 〃	۰	۰	۳
۲۷ ۱۲/۴۴	۱۶۰۷	〃 ابو حاجی احمد صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۱۰
۲۹ ۱۲/۴۴	۱۶۱۵	〃 محمد ابو سعید صاحب مشن	۰	۰	۵
〃	۱۶۱۶	〃 غلام احمد صاحب	۰	۰	۱۰
۳۱ ۱۲/۴۴	۱۶۲۹	〃 شیخ الدین صاحب حقق	۰	۰	۱
〃	۱۶۳۰	〃 ایس ایم ایس محی الدین صاحب 〃	۰	۰	۱
۴ ۱۲/۴۴	۱۲۹۵	واپسی پیشگی از جناب امام مسجد ووکنگ	۰	۰	۲۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت دسمبر ۱۹۴۴	۹	۹	۶۴۱
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام 〃	۰	۴	۱۰۸
		میزان	۹	۴	۶۰۲۵

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی صاحبان		پائی	آنہ	روپیہ
۱۰-۱۲-۳۴	۱۳۱۳	جناب محمد امام الدین صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
۱۱-۱۲-۳۴	۱۳۲۷	" بو سعید صاحب	۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۱۸-۱۲-۳۴	۱۵۲۱	" ظرافت اللہ صاحب	۲ کاپی	۰	۰	۱۰
"	۱۵۳۲	" ایم۔ اے عظیم صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۰-۱۲-۳۴	۱۵۵۲	" جناب ڈاکٹر ذکریا یوسف صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۱۵۵۸	" عظیم الدین خانصاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۱۵۵۹	" مولوی عبدالجبار صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۱-۱۲-۳۴	۱۵۹۲	" عزیز احمد صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
۳۱-۱۲-۳۴	۱۶۱۷	" نذیر علی خاں صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
		میزان		۰	۰	۵۵

تفصیل آمد سرمایہ محفوظ بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۴

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱-۱۲-۳۴	۳۴	بیگم صاحبہ خواجہ صلاح الدین محمود صاحب	۰	۰	۱
		جناب خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۸	۲
		" خواجہ جلال الدین صاحب	۰	۰	۱
		" امانت محمد صاحب	۰	۴	۰
		" محمد وارث خاں صاحب	۰	۴	۰
		" قادر داد خاں صاحب	۰	۴	۰
		" مرزا عبدالحق صاحب	۰	۴	۰
		" سعید محمد صاحب	۰	۴	۰
		" کے۔ ایس محمود صاحب	۰	۰	۱
			۰	۱۲	۶
۳-۱-۳۵	۳۵	" رسالدار میجر نذیر علی خانصاحب	۰	۰	۱
			۰	۱۲	۷

تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل
برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب
بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۴ء

تاریخ	نمبر کوپن	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۱۲/۳۴	۱۰۷	بل تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۳۴ء	۰	۷	۹۲۰
	۱۰۸	بل امپریسٹ بہ تفصیل ذیل			
		محصولڈاک بہ تفصیل ذیل			
		از نمبر ۸۵۴۳ تا ۸۶۱۰ . . . . ۱۰۰ — ۰ —			
		رقم پیشگی سفر خرچ مولوی عبدالمجید صاحب			
		کوٹ فتح خان بہاولپور . . . . ۴۰ — ۰ — ۰			
		تاریں بہاولپور۔ کوٹ فتح خاں . . . . . . ۲ — ۲ — ۰			
		اشتہار اسلامک ریویو۔ رسالہ اشاعت اسلام			
		رسالہ شباب اردو میں . . . . ۵ — ۰ — ۰			
		موسمی اخراجات . . . . ۱ — ۰ — ۰			
		متفرق۔ ٹانگہ۔ گوند وغیرہ . . . . ۱ — ۴ — ۰			
			۰	۶	۱۴۹
۴	۱۰۹	بل سفر خرچ مولوی عبدالمجید صاحب			
		برائے سفر بہاولپور . . . . . . (مبلغ عہ۲۰ واپسی پیشگی)	۰	۱۴	۲۸
		پیشگی سفر خرچ مولوی عبدالمجید صاحب۔ برائے رامپور۔ لکھنؤ وغیرہ . . .	۰	۰	۶۰
		بل امپریسٹ بہ تفصیل ذیل:-			
		محصول ڈاک از نمبر ۸۶۱۱ تا ۸۶۳۸ بابت روانگی			
		رسالہ اسلامک ریویو ڈبل نمبر	۰	۰	۱۵۰
″	۱۱۲	کاغذ رسالہ اشاعت اسلام و نیوا ایرا	۰	۴	۸۰
″	۱۱۳	طباعت وجلد سازی اپیل گجراتی و اپیل زکوٰۃ	۰	۱۲	۲۲
″	۱۱۴	رقم پیشگی ہیڈ ووکنگ ارسال کی گئی . . ۱۲۵ — — —	۰	۱۴	۶۷۲
۱۳ ۱۲/۳۴	۱۱۵	قرضہ جو کہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا گیا۔ اور نقد سرٹیفکیٹ خرید کئے گئے	۰	۱۲	۵۰۱
″	۱۱۶	واپسی پیشگی بابت بل سفر ترتیب مولوی عبدالمجید صاحب کوٹ فتح خاں وغیرہ (مبلغ عہ۲۰ اندراج سابقہ)	۹	۲	۲۲
″	۱۱۷	پیشگی مولوی عبدالمجید صاحب			۳۰۰
		میزان	۹	۵	۳۴۷۰

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

بابت ماہ جنوری ۱۹۳۵ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۱/۳۵	۱۶۳۱	معرفت جناب غلام احمد صاحب ۱۔ حافظ دین محمد صاحب ۔۔۔۔ ۲ ۲۔ میاں اللہ جوایا ″ ۔۔۔۔ ۵ ۳ ″ سلیمان خانصاحب ۔۔۔۔ ۵۰ ۴ ″ جلال الدین صاحب ۔۔۔۔ ۵۰ ۵ جناب غلام احمد خانصاحب ۔۔۔۔ ۱۰ ۱۲۵ ۔۔۔۔	۰	۰	۱۲۵
۲/۱/۳۵	۱۶۳۲	منشی برادرز مشن	۰	۰	۵۰
″	۱۶۳۳	جناب احمد یوسف خانصاحب ″	۰	۰	۵۰
″	۱۶۳۸	″ حکیم نذیر احمد صاحب مشن ۴؍۸ چندہ رسالہ اشاعت اسلام ۸؍ ہے	۰	۰	۵
″	۱۶۴۱	″ عبید علی صاحب مشن	۰		۵
″	۱۶۴۲	″ ہیبت بھائی عبد علی صاحب ″	۰	۰	۷
″	۱۶۴۳	″ اسحاق تار محمد صاحب ″	۰	۰	۱
۳/۱/۳۵	۱۶۵۲	″ ڈاکٹر راجہ خانصاحب زکوٰۃ	۰	۰	۱۰
″	۱۶۵۳	″ ریاض الدین احمد صاحب مشن	۰	۰	۲۰
″	۱۶۵۴	″ اے۔ ایم۔ رحمٰن صاحب ″	۰	۰	۱۰
″	۱۶۵۶	″ اسد النساء خاتون صاحبہ مشن ۱۲ اسلامک ریویو معہ ۸؍	۰	۸	۲۰
″	۱۶۵۸	″ قاضی راشد علی صاحب زکوٰۃ ۵ مفت تقسیم ۵ چندہ رسالہ اشاعت اسلام ۸؍ ہے	۰	۸	۱۳
۴/۱/۳۵	۱۶۶۰	جناب رحمت اللہ صاحب مفت تقسیم کتب ۵۰ رقوم واپسی ۱۰	۰	۰	۶۰
″	۱۶۶۲	″ خلیل ابوبکر صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۱۵
″	۱۶۶۳	″ شیخ برکت علی صاحب ″	۰	۰	۵
″	۱۶۶۴	شیخ [illegible] صاحب ″	۰	۰	۵
″	۱۶۶۵	چودھری محمد نور غنی صاحب مشن	۰	۱۴	۹

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۵/۱/۳۵	۱۶۷۷	جناب صوبیدار غلام جیلانی صاحب چندہ رسالہ اشاعت اسلام ۹؍ ہے رقوم واپسی ۹؍۱۲	۰	۸	۱۸
۹/۱/۳۵	۱۶۷۹	″ سید محمد حسین صاحب چشتی مشن	۰	۰	۱۰
″	۱۶۸۰	″ احمد میاں حمود میاں فاروقی صاحب مشن ۱۵ مفت تقسیم اسلامک ریویو ۵	۰	۰	۲۰
″	۱۶۸۱	″ ڈاکٹر برکت علی صاحب مشن ۵؍ رقم واپسی ۱؍۴	۰	۴	۶
″	۱۶۸۲	جناب بشیر احمد صاحب مشن	۰	۰	۱۰
″	۱۶۸۳	″ عبد الحافظ باعکظہ صاحب ″	۰	۰	۳
″	۱۶۸۴	″ عطا الرحمٰن صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۱۰۰
″	۱۶۸۵	″ عظیم الدین صاحب فطرہ	۰	۰	۱
″	۱۶۸۶	″ جناب ایم۔ اے۔ عزیز مرزا صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۴
″	۱۶۸۷	″ محمد نور الحسن صاحب ″	۰	۸	۸
″	۱۷۰۰	″ حضور نواب صاحب منگرول مشن	۰	۰	۹۹
″	۱۷۰۳	″ خان بہادر محمد صمد صاحب ″	۰	۰	۶
۱۰/۱/۳۵	۱۷۲۲	″ ایم۔ این۔ خانصاحب ٹکٹ	۰	۳	۰
″	۱۷۲۳	″ اے۔ ایس۔ سعید صاحب مشن	۰	۰	۱۵
″	۱۷۲۴	″ ایم۔ فخر الدین صاحب ″	۰	۰	۲۵
″	۱۷۲۵	″ ڈاکٹر ایس۔ فتح محمد صاحب ″	۰	۱۲	۱۵
۱۱/۱/۳۵	۱۷۳۰	″ اے۔ اے۔ خانصاحب چندہ اسلامک ریویو معہ ۸؍ مشن ۱۰	۰	۸	۱۷
″	۱۷۳۱	جناب منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۱۰
″	۱۷۳۲	″ ملک سمیع اللہ صاحب فطرانہ	۰	۰	۵
۱۳/۱/۳۵	۱۷۴۸	″ فضل احمد صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۲۰
۱۳/۱/۳۵	۱۷۶۸	″ خان بہادر شیخ یعقوب وزیر محمد صاحب مشن	۰	۰	۵۰
″	۱۷۶۹	″ معرفت خان بہادر رکن الدین صاحب ۱۔ محمد اسمٰعیل صاحب ۔۔۔۔ ۱ ۲۔ عبد الغنی خانصاحب ۔۔۔۔ ۱ ۳ عبد الودود صاحب ۔۔۔۔ ۱ ۴ عبد الرشید خانصاحب ۔۔۔۔ ۱			

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
		۵۔ کے۔ اے۔ احمد صاحب ۔۔۔ ۱			
		۶۔ اولاد حسین صاحب ۔۔۔ ۱			
		۷۔ کیو۔ ایم۔ رحمٰن صاحب ۔۔۔ ۱/۲			
		۸۔ عظیم الدین احمد صاحب ۔۔ ۱			
		۹۔ ایم کریم صاحب ۔۔۔ ۱			
		۱۰۔ کے بی رکن الدین احمد صاحب ۔۔ ۱			
		بعد وضع فیس ڈاک خانہ	۰	۱۰	۱۲
۱۲ ۱/۳۵	۱۷۸۰	جناب عبد الواحد صاحب مشن	۰	۳	۳
۱۵ ۱/۳۵	۱۷۸۶	؍؍ محترمہ والدہ عبد الحمید صاحب لاہور مشن ۔۔۔۔	۰	۰	۶
؍؍	۱۷۸۷	؍؍ شکور حاجی جانی صاحب ؍؍	۰	۰	۲۵
؍؍	۱۷۸۹	؍؍ خان بہادر محمد یٰسین صاحب ؍؍	۰	۰	۵
؍؍	۱۷۹۰	؍؍ عبد الرحیم صاحب ۔۔۔ ۲۴ مشن ؍؍ شہزادی بیگم صاحبہ ۔۔ ۳ ؍؍ ؍؍ شیخ سعدی صاحب ۔۔۔ ۶	۰	۰	۳۳
؍؍	۱۷۹۱	؍؍ ایس گھاسی محمد صاحب مشن	۰	۰	۱
؍؍	۱۷۹۴	؍؍ شاہ محمد صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۱۰
؍؍	۱۷۹۵	؍؍ ایم۔ بی اشرف صاحب مشن	۰	۱	۳
۲۰ ۱/۳۵	۱۸۴۴	واپسی پیشگی از جناب مولوی عبد المجید صاحب بحوالہ بل نمبر ۱۲۴ ۔۔۔۔	۰	۰	۲۰
۱۷ ۱/۳۵	۱۸۲۵	جنابہ مس لطیفہ جعفری صاحبہ مشن	۰	۰	۵
۱۸ ۱/۳۵	۱۸۸۳	جناب حافظ صبیح الدین صاحب ؍؍	۰	۰	۱
؍؍	۱۸۸۴	؍؍ آنریبل اے۔ ایچ غزنوی صاحب ؍؍	۰	۰	۲

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۹ ۱/۳۵	۱۸۸۵	جناب آغا محمد ابراہیم صاحب مشن	۰	۰	۵
؍؍	۱۸۹۱	؍؍ محبوب خاں صاحب ؍؍	۰	۰	۳
؍؍	۱۸۹۲	؍؍ شیخ خالد یوسف صاحب ۱۵ شلنگ ۔۔ ۱۲-۸ مشن اسلامک ریویو	۶	۱۲	۲۳
۲۱ ۱/۳۵	۱۹۱۸	؍؍ ڈاکٹر وزیر احمد صاحب مشن	۰	۰	۱۰
؍؍	۱۹۲۰	؍؍ کے بی اے۔ ایچ ایم عبد الحی صاحب ؍؍	۰	۰	۲۵
؍؍	۱۹۲۹	؍؍ امیر حسن صاحب مشن	۰	۰	۱
۲۲ ۱/۳۵	۱۹۵۲	؍؍ محمد امام الدین صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۵
؍؍	۱۹۵۴	؍؍ کے سید داؤد صاحب رقوم واپسی	۰	۰	۱
؍؍	۲۰۰۵	جنابہ اہلیہ خواجہ جلال الدین صاحب لاہور مشن ۔۔۔۔۔	۰	۰	۲
۲۳ ۱/۳۵	۲۰۱۱	جناب چودھری محمد نور غنی صاحب مشن	۰	۴	۹
۲۴ ۱/۳۵	۲۰۳۷	؍؍ عبد الوہاب صاحب ؍؍	۰	۸	۲
۲۵ ۱/۳۵	۲۰۵۹	؍؍ عمر اسمٰعیل صاحب افریقہ ؍؍	۲	۱۱	۱۲
؍؍	۲۰۷۰	؍؍ فضل حق صاحب از طرف یوگنڈا جمعیت الاسلام ۔۔۔ فطرانہ عید	۰	۴	۵۵
؍؍	۲۰۸۳	جناب قاضی منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۲
؍؍	۲۰۸۴	؍؍ سید زین العابدین صاحب ؍؍	۰	۰	۶
؍؍	۲۰۸۵	؍؍ اسحاق نار محمد صاحب ؍؍	۰	۰	۱
۲۶ ۱/۳۵	۲۰۸۶	؍؍ مہتاب الدین خان صاحب کتب	۰	۴	۱
۲۹ ۱/۳۵	۲۱۴۴	؍؍ سید عبد الحلیم صاحب فطرانہ	۰	۰	۱
۳۱ ۱/۳۵	۲۱۸۲	واپسی پیشگی بحوالہ بل نمبر ۱۱۶	۰	۰	۲۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۴	۲۰۸۴
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام	۷	۵	۲۰۴
		میزان	۹	۷	۳۴۴۳

تفصیل آمد مفت تقسیم اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۱/۳۵	۱۶۴۴	جناب کیپٹن۔ این کے۔ چوہان صاحب ۔ ۳ کاپی	۰	۰	۱۵
؍؍	۱۶۴۵	؍؍ محمد علی صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۳ ۱/۳۵	۱۶۵۵	؍؍ احترام الدین صاحب ۔ ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
؍؍	۱۶۵۷	؍؍ آر۔ اے۔ کے شریف صاحب ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۴ ۱/۳۵	۱۶۶۲	؍؍ حکیم ایس کے۔ دیوان جی صاحب ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۵ ۱/۳۵	۱۶۷۲	؍؍ مصطفٰے کمال پادشاہ صاحب ۔۔۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۹ ۱/۳۵	۱۹۸۹	جناب ایم محب اللہ صاحب ۳ کاپی	۰	۰	۱۵
"	۱۹۹۰	" ایس امجد علی صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۱۹۹۲	" آنریبل سرایس۔ ایم سلیمان صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۱۰ ۱/۳۵	۱۷۲۱	" سردار خان بہادر سید شمس الدین صاحب ۱۰ کاپی	۰	۰	۵۰
۱۵ ۱/۳۵	۱۷۹۳	" ڈاکٹر سلیمان خاں صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۱۸ ۱/۳۵	۱۸۸۴	" محمد بیدار بخت صاحب ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۲۱ ۱/۳۵	۱۹۴۱	" عبدالواحد صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۱۹۴۲	" ایس۔ ایم ہرسے صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۱۹۴۳	" سید تجمل حسین صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۳ ۱/۳۵	۲۰۰۷	" ڈاکٹر محمد موسےٰ خانصاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۲۰۰۸	" سید عبدالشکور صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۴ ۱/۳۵	۲۰۱۰	" سید عبداللہ صاحب ۵ کاپی	۰	۰	۲۵
"	۲۰۱۴	" شیخ معین الدین صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۴ ۱/۳۵	۲۰۵۷	" شیخ غلام بہاؤ الدین صاحب ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۲۵ ۱/۳۵	۲۰۸۱	" شیخ محمد یسین صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۶ ۱/۳۵	۲۱۰۷	" محمد بخش صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۸ ۱/۳۵	۲۱۲۷	" ایم یحییٰ صاحب ۳ کاپی	۰	۰	۱۵
"	۲۱۲۸	" ایم عبدالرحمٰن صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۹ ۱/۳۵	۲۱۵۹	" محمد حسن خانصاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۲۱۶۲	" حاجی محمد نسیم صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
			۰	۰	۲۵۰

تفصیل آمد ریزو فنڈ بابت ماہ جنوری ۱۹۳۵ء

تاریخ	نمبر کوپن		پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۱/۳۵	۳۴	جنابہ بیگم صاحبہ جناب خواجہ صلاح الدین محمود صاحب لاہور	۰	۰	۱
"	۳۵	جناب خواجہ عبدالغنی صاحب لاہور	۰	۸	۲
"	"	" خواجہ جلال الدین صاحب "	۰	۰	۱
"	"	" کے. ایس محمود صاحب "	۰	۰	۱
"	"	عملہ دفتر لاہور	۰	۴	۱
۳ ۱/۳۵	۳۶	جناب محبوب خاں صاحب گوداوری	۰	۰	۵
۲۱ ۱/۳۵	۳۷	" ڈاکٹر وزیر احمد صاحب جموں	۰	۰	۱۰
		میزان	۰	۱۲	۲۱

تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ
بابت ماہ جنوری ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۱/۳۵	۱۱۸	تنخواہ عملہ دفتر لاہور	۰	۷	۹۲۰
״	۱۱۹	پیشگی بحساب امپریسٹ دفتر ...	۰	۰	۲۵۰
۱۴/۱/۳۵	۱۲۰	بابت جلد سازی ۱۴۴ کاپی کتاب آئیڈیل پرافٹ.. لفافے.. ...۴۰۰ کاپی دعوت عمل..۴۰۰ کاپی اپیل ...۲۶۰ کاپی اپیل انگریزی	۰	۹	۲۰۹
״	۱۲۱	کشمیری پریس بابت طباعت ...۱۲۰۰ لفافے اسلامک ریویو......	۰	۰	۴۸
״	۱۲۲	بل امپریسٹ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۸۷۶۶ تا ۸۹۷۹ ۱۳۰ — ۰ — ۰ ؛ فوٹو اسلامک ریویو ۹ — ۰ — ۰ ؛ اپیل اسلامک ریویو ۸ — ۰ — ۰ ؛ متفرق تانگہ سٹیشنری وغیرہ ۲ — ۸ — ۶	۶	۸	۱۴۹
״	۱۲۳	میسرز مسلم پرنٹنگ پریس بابت طباعت رسالہ اشاعت اسلام دسمبر نمبر اور ۴۰۰ کاپی اپیل مشن	۰	۱۲	۴۲
״	۱۲۴	بل سفر خرچ جناب مولوی عبدالمجید صاحب برائے بہاولپور اور واپسی.... ؛ واپسی پیشگی ۲۰ — ۰ — ۰ ؛ واجب الادا ۵ — ۱ — ۶	۶	۱	۲۵
״	۱۲۵	طباعت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ اگست اور ستمبر	۰	۴	۴۱۲
״	۱۲۶	طباعت پمفلٹ انگریزی ...... "What do we believe"	۰	۸	۷۰
״	۱۲۷	بل امپریسٹ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۸۶۳۹ تا ۸۷۶۶ ۶۱ — ۰ — ۰			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱۵/۱/۳۵		کاغذ اسلامک ریویو ۶ — ۰ — ۰ ؛ طباعت کاغذ وغیرہ ۱۱ — ۱۳ — ۰ ؛ تالیف قلوب ۴ — ۷ — ۰ ؛ سٹیشنری ۴ — ۴ — ۰ ؛ تاریں ۰ — ۱۵ — ۰ ؛ رقوم واپسی ۵ — ۰ — ۰ ؛ ترجمہ اشاعت اسلام ۱۰ — ۹ — ۰ ؛ طباعت رسالہ اشاعت اسلام ۲۵ — ۰ — ۰ ؛ فرنیچر۔ قفل۔ کنجی پنجرے ۲ — ۹ — ۰ ؛ متفرق خرچ ۹ — ۱ — ۹	۰	۱۰	۱۴۸
״	۱۲۸	ملک پرنٹنگ پریس طباعت فوٹو اسلامک ریویو......	۰	۱۲	۲۴
״	۱۲۹	پیشگی بابت (دورہ) سفر بمبئی مولوی عبدالمجید صاحب	۰	۰	۱۵۰
״	۱۳۰	پیکو آرٹ پریس بابت بلاک لیڈی کوبلڈ بحوالہ ان کا بل نمبر ۵۸۶۱....	۶	۷	۵
״	۱۳۱	کاغذ رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۳۴ء	۰	۱	۶۹
״	۱۳۲	بلاک چھپوائی ...... (میسرز پکچر آرٹ پریس)	۳	۱۰	۲۶
״	۱۳۳	بل امپریسٹ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۸۹۸۰ تا ۹۱۰۲	۰	۰	۱۵۰
״	۱۳۳	پیشگی رقم جو ووکنگ بھیجی گئی...	۰	۵	۱۳۳۳
״	۱۳۴	رقم پیشگی بحساب جناب مولوی عبدالمجید صاحب جو نیکرو پولز کو ارسال کی گئی	۰	۶	۴۱۶

میزان ۴۴۵۲ — ۵ — ۹

مکتوبات ووکنگ

ہائی گیٹ لندن

بخدمت امام صاحب

جناب عالی۔ گذشتہ چار ماہ سے میں اپنی مقامی لائبریری میں جو ٹاٹن ہلم بین ہار نسے (این) میں واقع ہے۔ متواتر جاتا ہوں۔ آپ کے رسالہ "اسلامک ریویو" سے بہت ہی دلچسپی ہے۔ یہاں تک کہ میں نے قرآن کریم لائبریری سے مطالعہ کرنے کے لئے لیا ہے۔ اسکے مضامین مجھے بہت اپیل کرتے ہیں۔ بہت زیادہ اس لئے کہ میری تربیت پراٹسٹنٹ مذہب میں ہوئی۔ بعدازاں میں رومن کیتھولک ہوگیا۔ جسکو بہت سی وجوہ سے مجھے ترک کرنا پڑا جن میں سے ایک وجہ یہ ہے۔ کہ اسکی رسمیات سے میں تنگ آگیا۔ علاوہ ازیں میں زیادہ روحانی مذہب کا متلاشی ہوں۔

آپ کے ریویو کو میں نے متعدد بار پڑھا۔ کیونکہ اس کے مضامین بہت سی سوچ و بچار کو چاہتے ہیں۔ میں نے کتابوں کی ایک طویل فہرست دیکھی ہے۔ جو غیر مسلموں کے لئے شائع کی گئی ہیں۔ اور میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا ہے۔ آپ مجھے ذیل کی کتابیں دے سکتے ہیں؛ محمد اینڈ جیزز، دی اگزسٹنس آف گاڈ دی آئیڈیل پرافٹ میں اور بھی ممنون ہونگا۔ اگر میں سورسز آف کرسچینٹی کو پڑھ سکوں۔ اگر آپ اس روحانیت کی تلاش میں میری مدد کر سکیں جو زندگی کے رستہ میں کوئی فائدہ دے سکے۔ تو آپ میرے لئے حصول نجات کا ذریعہ اور ایک شاندار نصب العین پیدا کر دینگے۔

میں پورا یقین رکھتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے رہبر یا فرشتے ہیں۔ جو ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ لیکن ہماری کورانہ مادہ پرستی میں وُہ بہت ہی کم ہمیں رستہ دکھاتے ہیں۔

امید ہے کہ میری ان چند سطور کا جواب آپ جلد مرحمت فرمائینگے۔ یقین کیجئے کہ میرے دل میں اس کے لئے بہت ہی جوش ہے۔

دوستی محبت اور سچائی میں آپ کا

جی۔ جے۔ آر

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہلِ اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے "اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت ہیں"۔

مذہب کا مقصد اسلام اپنے پیروؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آسکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت **محمد مصطفےٰ** صلے اللہ علیہ وسلم، جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے، ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں۔ مسلمان یعنی اسلام کے پیرو، ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی، راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے۔ مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دست برد کی وجہ سے محرف و مبدل ہو گئیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازۂ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آیندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آیندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کریں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے اور تمام نقائص سے پاک کرنے، نیز جنتی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر "قسمت" یا تقدیر کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس معنے میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازۂ ماقبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے، وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے برا بنا دیتا ہے۔

ارکانِ اسلام اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادرِ مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اُس کی مانند نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابلِ تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے، رحمٰن اور رحیم ہے، اعلیٰ اور اکبر ہے، جمیل اور قدیم ہے، غیر محدود ہے، اوّل اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطور خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو۔ مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ وہ دُنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ دار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات الٰہیہ سے متصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد ازروئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتےٰ کہ وہ فرشتوں سے بالاتر اور اُلوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساواتِ انسانی اور اخوتِ اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔ نسل، دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں۔ نیکی اور خدمت انسان ہی اصلی خوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ اور نسل اور عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلاف رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم طلب علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصول علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے، جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال انسان کو جس قدر قوا عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب انسانوں پر بلا امتیاز شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مُقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غربا کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارہائے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان)

کو تحریر فرمائیں

Printed by Mian Maula Dad at Muslim Printing Press, Lahore & Published by Khwaja Abdul Ghani, Brandreth Road, Lahore

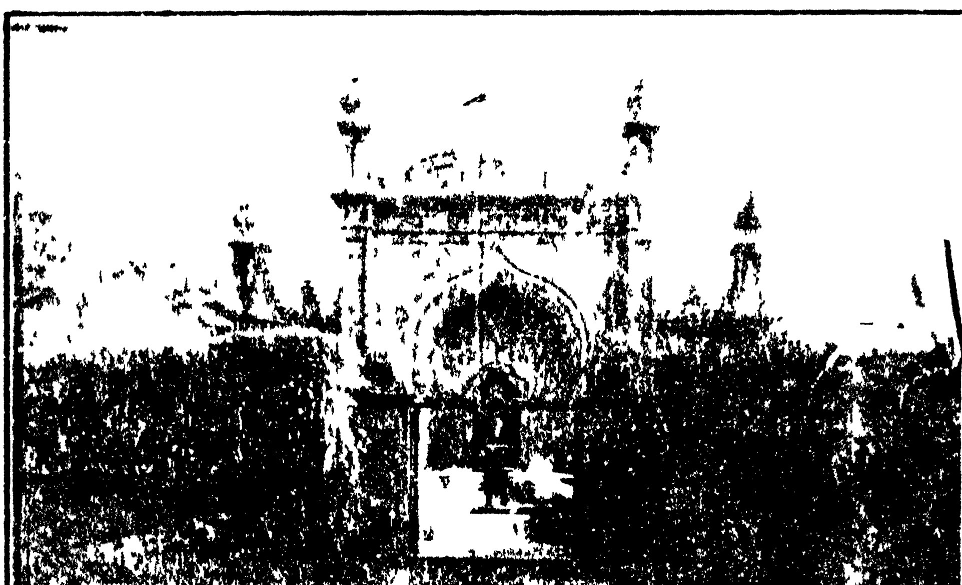
AUGUST 1935. Regd. L. No. 908.

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (ﷲ) ممالک غیر کیلیے

درخواستات خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

عہدہ داران

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہو چکے ہیں

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

عہدہ داران

ضروری نوٹ:- تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن- عزیز منزل لاہور- تمام خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ ٹرسٹ



Mrs. Khalida Buchannan Hamilton was at Home at Grosvenor House, London on June 5th. The function was attended by Muslims from all parts of the world. The Imam in a short speach pointed out that "Islam is like the sun itself, for if it sets in one part of the world it rises in another part of it. Islam has shone for ages all over the East; it is now the turn of the West".



H. R. H. PRINCE AMIR SAUD AT WOKING

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۱ | بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء مطابق جمادی الاوّل ۱۳۵۴ھ | نمبر ۸

الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق کا انتقال پُر ملال

اسلامی دنیا میں یہ خبر یقیناً نہایت غم و اندوہ کیساتھ سُنی اور پڑھی جائیگی کہ اسلام کے ایک درخشندہ ستارے اور انگلستان کے پہلے مسلمان لارڈ، الحاج لارڈ ہیڈلے نے جنہوں نے ۱۹۱۳ء میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا بتاریخ ۲۲ جون ۱۹۳۵ء ۸۰ سال کی عمر میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کے حالات زندگی اور اسلامی خدمات کی تفصیل آیندہ رسالہ میں ہدیۂ ناظرین ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو اعلیحضرت سعودی عرب کے ولیعہد صاحب بہادر کی تشریف آوری پر مجمع حضرات گرامی کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے۔ یہ اجتماع ووکنگ مسجد میں بتاریخ ۲۰ جون ۱۹۳۵ء وقوع پذیر ہوا۔

تصویر کی پشت پر اس مجمع کا اجمالی نقشہ ہے۔ جس کو ملک معظم کی جوبلی کے موقع پر جنابہ بیگم صاحبہ خالدہ لیکانن ہملٹن نے مدعو کیا تھا:۔

تقریب عید میلاد النبی صلعم برطانی مسلم سوسائٹی نے ۱۲ جون ۱۹۳۵ء کو بدھ کے دن پورٹ مین رومز بیکر سٹریٹ لندن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تقریب میں ایک شاندار جلسہ منعقد کیا۔ ہز ایکسیلنسی شیخ حافظ وہبہ سعودی وزیر متعینہ لندن نے صدارت کے فرائض انجام دئے۔ مہمانوں کی آمد کا سلسلہ ۸ بجے سے شروع ہو گیا تھا۔ اور پونے ۹ بجے جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوئی۔ ایک مصری نوجوان نے ایک رکوع پڑھکر سنایا اس کے بعد صاحب صدر نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے مسلم سوسائٹی کے ارکان سے مل کر بہت مسرت حاصل ہوئی۔ نیز دیگر ممالک کے مسلمانوں کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا، جو کہ اس تقریب سعید پر اس جگہ مجتمع ہوئے ہیں۔ اور معلوم کر کے میری مسرت میں اور بھی اضافہ ہوا ہے۔ کہ آپ صاحبان نے اس موقع پر کوئی خلاف شرع رسم داخل مجلس نہیں کی ہے۔ جو اکثر مشرقی ممالک میں جاہل مسلمانوں میں دیکھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے سر عبد القادر صاحب سے تقریر کرنے کو کہا چنانچہ شیخ سر عبد القادر صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

دنیا کی تاریخ میں ایک زبردست کارنامہ ہے۔ اگرچہ آپ نے کوئی نئی صداقت پیش نہیں کی تاہم آج دنیا کے عظیم الشان فلاسفہ اسی نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں جس پر آنحضرت صلعم آج سے چودہ سو سال پہلے پہنچے تھے۔ اسلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام یعنی قرآن مجید بجنسہٖ محفوظ ہے۔ دوسری خصوصیت آنحضرت صلعم کی یہ ہے۔ کہ جملہ انبیائے عالم میں صرف ایک آپؐ ہی کا مزار مبارک ہے۔ جو تاریخی طور پر محفوظ ہے۔ اور تاریخ عالم میں صرف آپؐ ہی کی اولاد کا تذکرہ بھی محفوظ ہے۔ سوائے آپؐ کے اور کسی نبی نے توحید الٰہی کو اس صفائی کے ساتھ دنیا میں قائم نہیں کیا۔ اور آپؐ کے سوائے کسی نے اخوت انسانی کے اصول کو مبرہن نہیں کیا۔ آپؐ پہلے انسان ہیں جنہوں نے رواداری کا درس دنیا کو دیا۔ آپؐ ہی وہ نبیؐ ہیں جنہوں نے عورتوں کو حقوق عطا کر کے ان کی پوزیشن کو مضبوط بنا دیا۔

ان کے بعد حبیب اللہ لوگرو نے ایک مختصر سی تقریر میں اپنے قبول اسلام کی وجوہ بیان کیں۔ پہلا نکتہ مسیحیوں کی عدم رواداری اور دوسرا بائبل کے بیانات کا پایۂ ثقاہت سے گرا ہوا ہونا تھا آخر میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وعظ کی تلاوت کی۔

اُن کے بعد مسٹر خلیفہ عبد اللہ احمد نے جو کہ ایک نوجوان مصری ہیں ازہر یونیورسٹی کے شیخ ہیں اور آجکل لندن یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں تقریر کی۔ آپ نے اُن عظیم الشان انقلابات کا ذکر کیا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بدولت دنیا میں رُونما ہوئے۔ اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح ایک انسان ہی تھے۔ وہ ہماری طرح پیدا ہوئے۔ ہماری طرح اپنا بچپن گزارا۔ رفتہ رفتہ جوان ہوئے اسکے بعد آپؐ انسانوں کے رہنما بن گئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم کا عملی نمونہ تھے۔ پس جب ہم آپؐ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کریں۔ تو جب ہم آپؐ کے بچپن کو سامنے لائیں تو اس کے ساتھ اپنے بچوں کو بھی پیش نظر رکھیں ہم میں ہر شخص خواہ وہ کسی طرز حیات کا مالک کیوں نہ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے سبق حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ آپؐ کی زندگی میں، انسانی زندگی کے تمام پہلو نمایاں ہیں۔

ان کے بعد مسٹر گوما نے جو ایک اور مصری نوجوان ہیں تقریر کی۔ انہوں نے حضرت ابراہیم سے عدنان تک اور عدنان سے قریش اور عبد اللہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ بیان کیا اور ثابت کیا کہ عہد قدیم کی جملہ پیشگوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں پوری

ہوئیں جو حضرت اسمٰعیل سے متعلق تھیں اور عہد جدید کی پیشگوئی، فارقلیط کے متعلق بھی آپ ہی کی ذات میں پوری ہوئی۔ کیونکہ آپ کا نام احمد بھی ہے۔ جو فارقلیط کا مرادف ہے۔

اُن کے بعد مسٹر ارشد حسین نے جو کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں تقریر کی انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں چار باتیں ایسی ہیں جن پر ہر مسلمان کو اپنے کریکٹر کی بنیاد رکھنی چاہیئے۔ اقتصادی عدل میں مساوات اور سوشل مساوات جیسی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی۔ اس سے پہلے دنیا میں موجود نہ تھی۔ اور آپ پہلے انسان ہیں جنہوں نے دنیا میں ایک عظیم الشان سوشل انقلاب پیدا کر دیا۔ بغیر کسی خونریزی اور ہنگامہ آرائی کے، جیسا کہ فرانسیسی اور روسی انقلاب میں نظر آتا ہے۔ اور آج کے دن بھی اسلامی ممالک دھڑے بندی کی لعنت سے پاک ہیں۔ چونکہ آپ انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اس لئے آپ نے جذبۂ پرستشِ ذاتی کا قلع قمع کر دیا۔ آپ کی زندگی کے آخری ایام جو کہ نہایت شاندار تھے۔ وہ بھی ویسے ہی سادہ تھے جیسے کہ ابتدائی زندگی کے ایام جبکہ آپ کو دشمنوں سے ایذا پہنچتی تھی اور لوگ آپ کو ستایا کرتے تھے۔ پس آپ نے انسانی شخصیت کا احترام دنیا میں قائم کر دیا۔ اگرچہ آپ کو دنیاوی طور پر انتہائی عروج حاصل ہوا۔ لیکن آپ کی سادگی میں فرق نہ آیا۔

اُن کے بعد مسٹر عبد العزیز پوری آف دی علی گڑھ یونیورسٹی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ تقریروں اور فصاحت سے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں پورے طور پر بیان نہیں کر سکتے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سب انسانوں سے بلند تر ہیں۔ لیکن انہوں نے کہا کہ آپ بہر حال انسان ہی ہیں۔ آپ نے دنیا میں اعلےٰ درجہ کا امن و امان قائم کر دیا۔ آپ کی زندگی اسلام کے پیغام کا آئینہ ہے۔ اور یہ بات آپ کے طرزِ عمل کے ہر پہلو سے نمایاں ہوتی ہے۔ اگر آپ نے اس کا اظہار اسوقت کیا کہ جب کہ دشمن آپ کو ایذا دے رہے تھے۔ تو اسوقت بھی کیا جب کہ آپ اپنے دشمنوں سے برسر پیکار تھے۔ اور جب آپ فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوئے تو بھی آپ نے اس صفت کا اعلےٰ ترین مظاہرہ کیا۔

آخر میں مولوی آفتاب الدین احمد صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے جو کہ مسجد ووکنگ کے امام ہیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے پانچ خصوصیات

منتخب کیں۔ جو کہ قرآن مجید میں مرقوم ہیں۔ اولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع آدم سے بڑی محبت تھی۔ ثانیاً اُن کو تباہی سے نکالنے کیلئے آپ اپنی جان فدا کرنے کو تیار رہتے تھے۔ ثالثاً بلند ارادوں اور فقید المثال کامیابیوں کے باوجود آپ نہایت منکسر المزاج تھے۔ رابعاً آپ نے شجاعت و مردانگی کا وہ عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ جو نہ اس سے پہلے نظر آیا نہ بعد ازاں۔ آپ کی شجاعت اس قدر موثر تھی۔ کہ آپ کی زندگی کو دیکھ کر عورتوں میں بھی حصول نصب العین کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ خامساً آپ ہی وہ نبی ہیں جنہوں نے صحیح معنوں میں دنیا میں آسمانی بادشاہت قائم کرکے دکھا دی۔ یعنی وہ بادشاہت جس میں روحانی قوت سے حکومت ہوتی تھی۔ اور کسی خارجی دباؤ یا جبر کو دخل نہ تھا۔

آخر میں مقرر نے کہا کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات غیر معمولی طریق پر نہیں ہوئی۔ تاہم آپ کے شہید ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ آپ نے بنی نوع آدم کے لئے شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ اس کے باوجود کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ دُنیا نے آپ کی شان میں نہایت نازیبا الفاظ اور گستاخانہ کلمات استعمال کئے ہیں۔

اسکے بعد مسٹر سراج الدین پراچہ نے سوسائٹی کی طرف سے سامعین کا شکریہ ادا کیا۔ اور سعودی وزیر کی مہربانی کا بھی شکریہ ادا کیا۔ بعد ازیں چاء وغیرہ پیش کی گئی۔ اور ½۱۱ بجے شب کو مجلس برخاست ہوئی۔ جلسہ میں دو سو سے زاید حاضرین موجود تھے۔

اعلیحضرت شاہزادہ امیر سعود مسجد ووکنگ میں

۳۰ جون ۱۹۳۵ء اتوار کا دن۔ شاہجہان مسجد ووکنگ کی تاریخ میں ایک اہمیت اور نمایاں فوقیت رکھتا ہے۔

جیسا کہ ہمارے ناظرین میں سے بعض کو علم ہوگا۔ تین سال ہوئے جلالۃ الملک سلطان ابن سعود کے چھوٹے فرزند، ووکنگ مسجد میں تشریف لائے تھے۔ امسال اس حسین شہزادہ کے بڑے بھائی، شاہزادہ امیر سعود، ولیعہد سعودی عرب مسجد میں تشریف لائے (ولیعہد موصوف ۱۷ جون کو وارد انگلستان ہوئے۔ اور اس ملک کے بعض سربرآوردہ مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا۔ جنمیں امام مسجد ووکنگ مسلم سوسائٹی کے سیکرٹری اور بعض ارکان بھی شامل تھے)۔

آمد کا وقت ۴½ بجے شام مقرر تھا۔ چنانچہ ہز رائل ہائینس مع سعودی وزیر متعینہ لندن، پرائیویٹ سیکرٹری سفارتخانہ سعودی عرب اور دو لیڈی کانگوں کے وقت مقررہ سے ذرا پہلے تشریف لائے۔ امام صاحب مسجد ووکنگ سیکرٹری مسجد ووکنگ سر عمر رینکن۔ لیڈی رینکن مسٹر پراچہ اور سر عبدالقادر نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا۔

اس کے بعد سب مہمان اس خیمہ میں تشریف فرما ہوئے جو مسجد سے متعلق میموریل ہاوس کے سامنے سبزہ زار میں قائم کیا گیا تھا۔ ایک سبز قالین پر کھڑے ہو کر ہز رائل ہائینس نے سب احباب سے مصافحہ کیا۔ جن کا تعارف امام صاحب نے کرایا۔ اس کے بعد سر عمر رینکن نے جو انگلستان کے مشہور نواب ہیں اور جنہوں نے چھ سال ہوئے اسلام قبول کیا تھا۔ ایڈریس پڑھ کر سنایا جو اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ اس خطبہ میں اسبات پر زور دیا گیا تھا۔ کہ جس طرح خانۂ کعبہ، جسکے متولی آپ کے والد محترم ہیں۔ دنیا میں خدائے واحد کی عبادت کا پہلا گھر ہے، اسی طرح یہ چھوٹی سی مسجد، جسکو آپ نے اپنی آمد سے عزت بخشی ہے۔ اس دور دراز شمالی ملک میں خدائے واحد کی عبادت کا پہلا گھر ہے۔ ایڈریس میں مرحوم خواجہ کمال الدین صاحب کی خدمات کا بھی نہایت شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا گیا تھا۔ جنکی ان تھک کوششوں اور مخلصانہ ایثار کی بدولت، آج سے بیس سال قبل انگلستان میں ووکنگ مسلم مشن قائم ہوا تھا۔ نیز یہ کہ مسلمانان عالم پر واجب ہے۔ کہ سلطان ابن سعود کے قاتل کے ہاتھ سے بال بال بچ جانے پر جب کہ وہ حج کے موقعہ پر خانہ کعبہ کے طواف میں جو کہ اہم فریضہ مذہبی ہے۔ مشغول تھے۔ خدا تعالےٰ کی جناب میں شکر ادا کریں۔ آخر میں ہز رائل ہائینس کی درازی عمر اور ملک وملت اسلامیہ کی خدمات کی توفیق کیلئے دعا کی گئی۔

ڈاکٹر زادہ نے جو سعودی سفارتخانہ لندن کے سیکرٹری ہیں۔ اس ایڈریس کا ترجمہ عربی زبان میں کیا۔ جس کے جواب میں ہز رائل ہائینس نے تمام احباب کو برادران و خواہران کہکر خطاب کرتے ہوئے مناسب الفاظ میں جواب دیا۔ اور اس موقع کے لئے جو اُن کو، مسلمانوں سے اس دُور دراز ملک میں ملنے کا حاصل ہوا شکریہ ادا کیا۔ نیز ووکنگ مسلم مشن اور برطانوی مسلم سوسائٹی کے ارکان کا اس مہمان نوازی کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد امیر موصوف نے مسجد میں نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہوکر سب مہمانوں نے چاء نوش فرمائی۔

شاہی مہمان مع اپنے لواحقین کے ۶ ½ شام کو رخصت ہوئے۔ بحیثیت مجموعی یہ تقریب نہایت کامیاب رہی اور شاہی مہمان اور تمام احباب بہت مسرور ہو کر رخصت ہوئے۔

ایڈریس

ایڈریس جو ہز رائل ہائینس امیر سعود ولیعہد سلطنت نجد و حجاز کی امسجد ووکنگ میں تشریف آوری کے موقع پر ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

یور رائل ہائینس ہم ووکنگ مسلم مشن اور مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمیٰ کے ارکان، جو کہ برطانی مسلمانوں اور دنیا کے دوسرے مسلمانوں کے جو اسوقت یہاں مقیم ہیں نمائیندے ہیں۔ آپ کی خدمت میں۔ اس ملک میں تشریف آوری کے موقع پر از تہ دل سے ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

آپ کو اپنے درمیان دیکھ کر ہم بہت مسرور ہوئے ہیں۔ نہ صرف اسلئے کہ آپ دنیا ئے اسلام کی ایک اہم مملکت کے ولیعہد ہیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ آپ کا وطن ملک حجاز ہے جو توحید الٰہی کا مولد و منشا ہے۔ اور آپ اور آپ کے والد محترم، خانۂ کعبہ کے محافظ ہیں جو دنیا میں خدائے واحد کی عبادت کا پہلا گھر ہے۔

یہ چھوٹی سی مسجد بھی جو اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ تثلیث پرست انگلستان میں، خدائے واحد کی عبادت کا پہلا گھر ہے۔ اور آج بفضل خدا، مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کا نہایت زبردست مرکز بنگیا ہے۔

اس امر کی صراحت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کہ جس طرح جزیرۃ العرب کو جو اسلامی دنیا کا روحانی مرکز ہے۔ ایک زبردست حکمران کی ضرورت تھی۔ جو اس کی سیاسی قوت باز رفتہ کو واپس لا سکے، اور خدا نے آپ کے والد محترم کو عنان حکومت عطا کر کے اس مقصد کو پورا کر دیا۔ اسی طرح اس دور مادی میں جب کہ مغربی ممالک عقلیت کی رو میں بہے جا رہے ہیں۔ اس امر کی ضرورت تھی کہ اسلام کی بحیثیت مذہب کے عقلی رنگ میں تائید کی جاتی، اور اسلام کے مخالفین کی معاندانہ کارروائیوں کا دندان شکن جواب دیا جاتا۔ سو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس

مسجد اور ووکنگ مسلم مشن کی وساطت سے یہ مقصد بھی حاصل ہو گیا۔

غالباً آپ کے لئے یہ امر دلچسپی کا موجب ہو گا۔ کہ یہ مسجد جو بیگم بھوپال کے روپیہ سے انیسویں صدی کے آخر میں تعمیر ہوئی تھی، بفضل خدا ۱۹۱۲ء میں تبلیغ اسلام کا اہم مرکز بن گئی، اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی مخلصانہ کوششوں اور جانبازانہ سرفروشیوں کی بدولت اس کفرزار انگلستان میں اعلائے کلمۃ الحق کا کام شروع ہو گیا۔ برطانی مسلم سوسائٹی ۱۹۱۵ء میں قائم کی گئی۔ کیونکہ اسلام کی روز افزوں ضروریات کو مدِ نظر رکھ کر اس حقیقت کو محسوس کیا گیا۔ کہ مسلمانوں کی ایک نمائندہ جماعت اس ملک میں ہونی اشد ضروری ہے۔ تاکہ وہ نئے حالات کا مقابلہ کر سکے۔

آپ خوب اندازہ فرما سکتے ہیں۔ جب کہ ہم نے ایک مرتبہ مغربی معاندین اسلام کا چیلنج قبول کر لیا تو اب ہمت اور مردانگی دونوں کا تقاضا یہی ہے کہ ہم مردانہ وار ساری مشکلات کا مقابلہ کریں۔ اور سب دشمنوں سے یکہ و تنہا مقابلہ کریں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ہم اسلام کی طرف سے آج مغربی اقوام سے ایک ایسی جنگ کر رہے ہیں۔ جو تاریخ میں بے نظیر ہے۔ ہمارے پاس مادی ذرائع مطلق نہیں ہیں۔ صرف قرآن مجید ہمارا ہتھیار ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور آپ کی رواداری صبر و تحمل اور استقلال کی تعلیم ہماری طاقت کا ماخذ ہے

ہمارے کام کا نتیجہ لفظوں سے نہیں بلکہ اعداد و شمار کی مدد سے معلوم کرنا، زیادہ مناسب ہو گا۔ آج مغرب میں اسلام کے نشر و اشاعت کے لئے جو خوشگوار اور سازگار فضا پیدا ہو گئی ہے۔ اس کو دیکھ کر ہمارے قلوب اللہ تعالےٰ کی جناب میں شکرگذاری کے جذبات سے معمور ہو جاتے ہیں کہ اس نے ہماری ناچیز کوششوں کا اسقدر عظیم الشان ثمرہ عنائیت کیا یہ امر بھی صراحت طلب ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں متعدد یورپین اصحاب نے حج کی سعادت حاصل کی ہے۔

اس موقع پر ہم اس امر کی تصریح کی جرأت کرتے ہیں۔ کہ تمام مغربی ممالک میں انگلستان اسلام کی اشاعت کے لئے موزوں ترین ملک ہے۔ اور آج ہماری اسلامی برادری میں انگلستان کی تمام جماعتوں کے نمائندے موجود ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ

اس ملک میں تبلیغ اسلام کا میدان کسقدر وسیع ہے۔

لہذا ہز میجسٹی ابن سعود کی حکومت اور اس مسجد اور اس مسلم سوسائٹی کے مابین ایک ایسا شدید تعلق ہے۔ جس کی اہمیت بادی النظر میں محسوس نہیں ہو سکتی۔ اور اس لئے آپ کی اس تشریف آوری کے موقع پر ہمیں بہت زیادہ حق پہنچتا ہے۔ کہ ہم تہ دل سے آپ کو خوش آمدید کہیں۔

آخر میں ہم بادب آپ کی وساطت سے آپ کے والد محترم کی خدمت اقدس میں اُن کے دشمن کے وار سے محفوظ رہنے پر، مبارک باد اور دلی مسرت کے جذبات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس امر پر بھی جمیع مسلمانان عالم کیطرف سے انکی خدمت میں شکریہ عرض کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے از راہ کرم مسلمانوں کے لئے حج کرنے کی سہولتیں مہیا کر دی ہیں۔ اور حجاج کی جان و مال کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کر دیا ہے۔ یقیناً ہز میجسٹی نے اس پسندیدہ فعل کی وجہ سے جمیع مسلمانان عالم کے قلوب کو مسخر کر لیا ہے۔ تمام مسلمان ان کی اس خدمت اسلامی کو نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

ہم بار دگر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے والد محترم کو دشمن کے حملہ سے کوئی گزند نہ پہنچنے دیا۔ اور اس امر سے ہم کو بیحد مسرت ہوئی ہے۔ کہ جس ہستی نے اسوقت ان کی حفاظت میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالدیا۔ وہ آج ہمارے درمیان ایک معزز مہمان کی حیثیت سے موجود ہے۔

آخر میں ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالے آپ کو اور آپ کے والد محترم کو عرصہ دراز تک زندہ اور سلامت رکھے۔ اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ آپ ملت اسلامیہ کی شاندار خدمات انجام دے سکیں۔

ہم ہیں

آپ کے برادران دینی

ارکان ووکنگ مسلم مشن اور مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمی

مسز خالدہ ہملٹن کا ایٹ ہوم

۵ رجون کو بدھ کے دن ملک معظم جارج پنجم کی جوبلی کی خوشی میں مسز خالدہ لیکا نن ہملٹن نے گروسو ینزہا ؤس میں ۴ بجے سے ۶ بجے شام تک ایک شاندار ایٹ ہوم دیا۔ جسمیں بہت سے مہمان شریک ہوئے۔

چار کے بعد شاہجہان مسجد کے امام نے میزبان کا تعارف حاضرین سے کرایا۔ اور ایک مختصر تقریر میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے اس تقریب کے برمحل ہونے پر اظہار تحسین کیا۔ اور اسکی اہمیت کو واضح کیا اور حاضرین کو بتایا کہ سلطنت برطانیہ کے مختلف حصص سے مسلمان انگلستان میں جشن جوبلی میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔ سلطنت برطانیہ میں سورج غروب نہیں ہوتا۔ لیکن جیسا کہ علامہ اقبال نے لکھا ہے۔ اسلام خود بمنزلہ آفتاب ہے۔ اگر ایک حصۂ عالم میں اس کی قوت کم ہوجاتی ہے۔ تو دُنیا کے کسی دوسرے حصہ میں طاقت پذیر ہوجاتا ہے۔ اسلام عرصہ دراز تک مشرقی ممالک پر چمکتا رہا ہے۔ اور اب مغرب کا نمبر ہے کہ اسلام کے نور سے منور ہو۔ موجودہ زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ دنیا کی تمام اقوام اور مذاہب ایک ہوجائیں اور موجودہ مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو دُنیا کی تمام اقوام کو ایک سلک میں منسلک کرسکتا ہے۔ چنانچہ ووکنگ میں ہر سال عیدین کے موقع پر وحدت اقوام کا نظارہ دیکھا جاسکتا ہے۔ جب کہ سفید فام برطانی نومسلم اپنے سیاہ فام مشرقی مسلمان بھائی سے بغلگیر ہوتا ہے۔ جوبلی کی مسرتوں کے درمیان، ایک مسلمان اپنی روحانی ہم جولی سے غافل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہم لوگ آج اسجگہ مجتمع ہوئے ہیں۔

مرحوم ڈپٹی سرجن جنرل ہملٹن، مشرق کے بہت بڑے ہمدرد تھے۔ اور اکثر اصحاب کیطرح انہوں نے اسلام کو وہ سلک تسلیم کیا تھا۔ جو مغرب اور مشرق کو باہم گرمنسلک کرسکتا ہے۔ مسز ہملٹن بھی اپنے خاوند کی طرح یہی یقین رکھتی ہیں۔ کہ مشرق اور مغرب میں دوستی ہوسکتی ہے اس لئے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور آج وہ ایک پُرجوش مسلمان خاتون ہیں۔ اسلام سے متاثر ہوکر مغرب نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ اب مشرق کو اس جذبہ کی قدر کرنی لازم ہے۔

اس کے بعد سر عبدالقادر نے وفاداری کا ایک رزیولیوشن پیش کیا کہ ہم سارے برطانی مسلم

ہز میجسٹی کے سچے وفادار ہیں۔ یہ ریزولیوشن برطانی نومسلموں اور اُن مسلمانوں کی جانب سے پیش کیا گیا تھا۔ جو اس موقع پر لندن میں جمع ہوئے تھے۔" برطانی مسلمانوں کا یہ مجمع جس میں برطانی ہند کے مسلمان بھی شامل ہیں۔ جو کہ جوبلی ایٹ ہوم کی تقریب پر مسز بکانن ہملٹن کے مکان پر جمع ہوُا۔ حضور ملک معظم اور ملکہ معظمہ کو ان کی جوبلی کے موقع پر اپنی دلی مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اُن کو مُدتوں تک سلامت باکرامت رکھے۔ دستخط

مسز ہملٹن۔ مولوی آفتاب الدین۔ سر عبدالقادر

بعد ازاں انہوں نے مسز ہملٹن کا شکریہ ادا کیا اپنی طرف سے اور جملہ مہمانوں کی طرف سے اُس موقع کے لئے جو مسز موصوفہ نے سب دوستوں کو بہم پہنچایا۔ کہ ایک دوسرے سے مل کر تبادلۂ خیالات کریں اور اپنے انگریز مسلمان بھائیوں سے مل کر مسترت حاصل کریں۔

یہ ریزولیوشن جسے سر عبدالقادر نے پیش کیا اور جملہ حاضرین مجلس نے باتفاق رائے پاس کیا۔ فوراً بذریعہ تار ملک معظم کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد بکنگھم پیلس سے مفصلہ ذیل جواب موصول ہوُا۔" بادشاہ اور ملکہ دونوں اپنے برطانی اور برطانی ہند کے مسلمانوں کے جذبۂ وفاداری کا خلوص دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جو کہ انہوں نے جوبلی کے موقع پر دکھایا ہے۔

دستخط لارڈ سی وگرم پرائیویٹ سکرٹری

استدعائے دُعائے مغفرت

ووکنگ مسلم مشن کے دیرینہ بہی خواہ منشی سید امیر حسن صاحب سابق ڈپٹی کلکٹر کاکوری حال ہی میں دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ مرحوم و مغفور ہمیشہ مشن کی مالی اعانت کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بستر مرگ پر آپ نے وصیت فرمائی کہ میری وفات کے بعد بھی مشن کی امداد جاری رہے ہم قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہمیں ان سے دلی ہمدردی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

تفسیر القرآن

از جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو اشاعت اسلام جلد ۱۲ صفحہ ۱۶۰)

آیت نمبر ۱۲۸:- کسی دوسری جگہ خود قرآن مجید کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمیں اس امر کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ہماری حالت صفات الٰہیہ کے مطابق ہو جائے جس وقت ہم کسی چیز کے لئے دعا کریں۔ یہاں لفظ علیم جو کہ سمیع کے بعد آیا ہے۔ ظاہر کرتا ہے کہ ہمیں خدا کو صرف اس کے سمیع ہونے کی حیثیت ہی سے نہیں بلکہ علیم ہونے کی حیثیت سے بھی پکارنا چاہیئے۔ تاکہ ہم اُس پر یہ ظاہر کرسکیں کہ ہماری حالت اس کے فضل کو قبول کرنے کے لئے موزوں ہے۔ کیونکہ بحیثیت علیم ہونے کے وہ ہماری حالت سے باخبر ہے۔ اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی۔ اور جب ہم اس حالت میں اُس سے دعا کرتے ہیں کہ ہم اس فضل کے جو طلب کرتے ہیں لائق نہ ہوں تو گویا ہم عملاً اُس کی اس صفت کی تکذیب کرتے ہیں۔ دراصل ان دو لفظوں سے یہ ظاہر ہے کہ ہمیں خدا سے کسی نعمت کے حصول کے لئے اُسی وقت دُعا کرنی چاہیئے۔ جب کہ ہماری حالت اس کے حصول کے لئے موزوں ہو۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں گے۔ تو ہماری دُعا مقبول نہ ہوگی۔" اور کفار کی دُعائیں محض نافرمانی کے رنگ میں ہوتی ہیں"۔ خواہ انسان اپنے کو کچھ ہی کیوں نہ کہے۔ اگر وہ اپنی حالت کو خدا کی مرضی کے مطابق نہیں بناتا تو وہ یقیناً کافر ہے اور دعائے ابراہیم میں اُس زندگی کی طرف اشارہ ہے۔ جو اُس وقت بسر کرنی چاہیئے۔ جب کہ انسان کوئی دُعا کر رہا ہو۔

آیت نمبر ۱۲۹:- اس آیت میں مذکورہ بالا زندگی کی تفسیر ہے۔ "اے ہمارے خدا ہمیں اور ہماری ذریت کو مسلمان بنا دے۔ مسلم وہ شخص ہے جو اپنی زندگی کو قوانین الٰہیہ کے مطابق بسر کرتا ہے۔ اور رب وہ مقدس ذات ہے۔ جو انسانی سیرت کی تشکیل کرتی ہے۔ اس دعا میں خدا تعالےٰ سے درخواست کی گئی ہے۔ کہ وہ ہمیں اسلامی سیرت عطا فرمائے۔ لیکن جیسا کہ

میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ ہمیں اس کے لئے دل وجان سے کوشش کرنی چاہئیے۔ کہ پہلے ہم مسلمان بن جائیں۔ مَیں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا۔ خواہ اس کا کوئی مذہب کیوں نہ ہو۔ جو کامیابی سے پہلے مسلمان نہیں بن جاتا۔ ایک ملحد بھی جب کہ وہ حصول مقصد کے لئے کوشش کرتا ہے۔ تو وہ بھی علت ومعلول کے سلسلہ پر عامل ہوتا ہے۔ تاکہ مقصود حاصل ہو سکے۔ اس بات کا علم ہونا یا نہ ہونا۔ کوئی فرق پیدا نہیں کرتا، کہ علت ومعلول کے اس سلسلہ کا نام قوانین الٰہیہ بھی ہے لیکن جونہی وہ اس اصول پر عامل ہوتا ہے۔ وہ فوراً مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور اس کی کامیابی یقینی ہے۔ دعا کا بقیہ حصہ اس پر روشنی ڈالتا ہے۔ کیونکہ اس میں دعا کی گئی ہے۔ کہ ہم کو ہماری عبادات کا راستہ دکھایا جائے۔ لفظ مناسک سے اس جگہ مراد ہے۔ خدا تعالےٰ کی عبادت اور اسکی جناب میں دُعائیں۔ لیکن قرآنی تعلیمات کی رُو سے معروف نمازیں۔ اس بات کا اظہار ہے کہ نمازی کی حالت، نماز کی صورت کے مطابق ہے۔ پس کسی شخص کا خدا کی مرضی کے مطابق چلنا ہی حقیقی نماز اور عبادت ہے۔ دعا زیر بحث کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا ہمیں وہ راہ دکھلائے جسکی بدولت ہم اس کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔

خدا کا قانون یہ ہے کہ اُس کی برکات اُن لوگوں پر نازل ہوتی ہیں۔ جو اپنے آپ کو خدا کی مرضی پر چلاتے ہیں۔ لیکن جونہی ایک شخص خدا کے مقرر کردہ طریقوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو خدا بھی اس کی امداد بند کر دیتا ہے۔ بعد ازیں جب وہ آدمی بُرے طریقے ترک کر کے، دوبارہ صحیح راہ اختیار کرتا ہے۔ تو خدا پھر اُس پر مہربان ہو جاتا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں زندگی کے صحیح طریقہ کو ترک کرنا گناہ، اور دوبارہ صحیح طریقہ کو اختیار کرنا توبہ کہلاتا ہے۔ اور خدا کے توبہ قبول کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اُس شخص پر دوبارہ مہربانی کی نظر کی جائے۔ جب کہ وہ شخص توبہ کر کے اپنے طریقہ کی اصلاح کرے۔ توبہ کے لفظی معنی واپس آنا ہیں۔ اور تواب وہ ہے۔ جو بہت توبہ قبول کرے۔ یہ الفاظ دراصل ہمیں کامیاب زندگی کا گُر بتاتے ہیں۔ جیسا کہ دُعائے ابراہیمی میں درج ہے۔ جس میں خدا کے توبہ قبول کرنے کا مذکور ہے۔ ہم بوجہ غفلت، صراط مستقیم سے بھٹک سکتے ہیں لیکن ہمیں بہرصورت اس غفلت کو ترک کر دینا چاہئیے۔ اگر ہم کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ خدا اُسی وقت دوبارہ اپنا فضل ہم پر نازل کرے گا جب کہ ہم غلط راستہ سے ہٹکر صحیح راہ پہ آ جائیں گے

پس ہم مذکورہ بالا دُعا۔ اسوقت تک نہیں کر سکتے۔جب تک ہم غلط راستہ پر قائم ہیں۔
اگر ہم ہمیشہ خدا کے فضل کے طالب ہوں اور اس کے ساتھ ہی غفلت ہمارا شعار
ہو تو ہمیں ہر روز توبہ کرنا چاہئے۔یعنی اُن تمام چیزوں کو چھوڑنا چاہئے۔جو ہمیں غلطی میں مبتلا کرتی ہیں
اور ایسے آدمی کے لئے۔اپنے مقصد میں ناکام ہونا ناممکن ہے۔یہ بات کہ اس ایت کا مطلب
یہی ہے۔اُن الفاظ سے بھی ثابت ہے۔جو اس آیت کے آخر میں آئے ہیں۔ان میں خدا کو
تواب الرحیم کہکر پکارا گیا ہے۔جیسا کہ میں نے تفسیر سورہ فاتحہ میں لکھا ہے۔رحیم کا رحم اُس پر
نازل ہوتا ہے۔جو پہلے کچھ عمل کر کے اپنے آپ کو فضل کا مستحق بناتا ہے۔قرآن مجید نے عموماً
یہ دونوں لفظ یکجا استعمال کئے ہیں۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا بحیثیت تواب، ہماری توبہ قبول
کرتا ہے۔جب کہ ہم بُرائی کا راستہ ترک کر کے دوبارہ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔اب
مسلمانوں کو سوچنا چاہئے۔کہ ان کی توبہ کہانتک ان حالات سے مطابقت رکھتی ہے۔اور پھر وہ
خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔کہ ان کی دعائیں کہانتک سُنی جائینگی۔

آیت نمبر ۱۲۰ :- اب دُعا کا آخری حصہ آتا ہے۔صرف خدا ہی کو علم ہے کہ اُس
مسلمان کو جو خدا کی مرضی پر چلنا چاہتا ہے۔کیا کرنا چاہئے اور کیا نہ کرنا چاہئے۔اور سورہ نحل
کی ایک آیت کے بموجب، خدا نے اس بات کا علم عطا کرنا اپنے ذمہ ٹھہرا لیا ہے۔اور اسی
مقصد کے لئے اُس نے مقدس انسانوں کو الہام عطا کیا۔اور مختلف اوقات میں مبعوث فرمایا۔اُن
کو نبی یا رسول کہتے ہیں۔اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے، اپنے آدمیوں کی زندگی اسلام
میں پختہ کرنے کے لئے، یعنی خدا کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے، یہ دعا کی کہ اے اللہ ان
لوگوں میں ایک نبی پیدا کر، اُسے الہام سے سرفراز کر تاکہ وہ ہدایت کر سکے، اور اس ہدایت
کو اپنی قوم کو پہنچا سکے، اور وہ الہام ایک کتاب میں مندرج ہو جو حکمت سے لبریز ہو، وہ خود بھی
ان اصولوں پر عمل کرے جو اس میں مندرج ہوں، اور دوسروں کو ان پر عمل کرنے کی ترغیب دے
تاکہ اُن کا بھی تزکیۂ نفس ہو سکے۔یہ آیت نہ صرف انبیاء کی بعثت کی ضرورت پر دلالت کرتی ہے
بلکہ شرائط و لوازم نبوت سے بھی آگاہ کرتی ہے۔یعنی ایک نبی کے لئے کن کن باتوں یا خصوصیات
کا حامل ہونا ضروری ہے۔چونکہ صرف وہی لوگ مخلوق کی ہدایت کا انتظام کر سکتے ہیں۔جنہیں خدا

سے شرف مکالمہ ومخاطبہ حاصل ہو چکا ہو اس لئے نبوت کی پہلی شرط یہ ہے۔ کہ نبی کو خدا سے شرف ہمکلامی حاصل ہو۔ لیکن یہ فرض کرنا غلطی ہے۔ کہ صرف شرف کا مکالمہ ومخاطبہ کسی شخص کو نبی بنا سکتا ہے۔ نبوت کے منصب رفیع پر پہنچنے کے لئے، لازمی ہے کہ انسان کو شرف مکالمہ کے علاوہ وحی والہام کے ذریعہ سے ہدایت ملے، یعنی تزکیہ نفوس انسانی کے لئے ایک پروگرام ملے۔ کیونکہ وحی الہی کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں، اور سورۂ والشمس میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: "قسم ہے جان کی اور اُس کی جس نے اُسے ٹھیک پیدا کیا ہے۔ پھر اس کی بدکاری اور اسکی نیکی بھی اُسے پہنچوا دی۔ جس نے اُسے پاک کر لیا وہ تو یقیناً کامیاب ہوا، اور جس نے گناہ سے خراب کر لیا وہ ناکام رہا۔" (قرآن مجید ۹۱ : ۷ تا ۱۰)

یہ مختصر سورت، بعض مظاہر فطرت کی توضیح سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی سورج، چاند رات، دن۔ آسمان اور زمین۔ ان میں سے ہر ایک بعض مخصوص قوانین فطرت کی پابندی کر کے انسان کے حق میں نافع بنجاتا ہے۔ اور اپنی مخفی لیاقتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ انسانی روح کی تخلیق بھی اسی اصول پر کی گئی ہے۔ اسی کو انسان کی روحانیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جب روح کامل طور پر نشوونما حاصل کر لیتی ہے تو وہ جملہ مظاہر فطرت پر غور کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

انسان دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی حیثیت میں، ان جملہ مظاہر مثلاً سورج چاند وغیرہ کے افعال کی تقلید کرتا ہے۔ لیکن اس روحانی کمال کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو کسی نبی کی معرفت نیکی اور بدی کا صحیح علم حاصل کرنا لازمی ہے۔ گناہ سے وہ باتیں مراد ہیں۔ جن سے انسان کو بچنا چاہئے۔ اور نیکی سے وہ امور مراد ہیں۔ جن پر اُسے عامل ہونا ضروری ہے۔ پس نبی صرف وہ شخص کہلا سکتا ہے۔ جس کے الہام میں اوامر ونواہی کا تذکرہ ہو۔ اور اسی کو مذہبی اصطلاح میں شریعت کہتے ہیں۔ بالفاظ دگر، حقیقی نبی وہ ہے، جو شریعت یا کتاب لائے، اور اس کی حقانیت کو بدلائل واضح کرے، اور اس شریعت کے ذریعہ سے خود اپنے نفس کا تزکیہ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرے۔

مَیں نے اوپر توضیح کر دی ہے۔ کہ نبوت کی پہلی شرط مکالمہ ومخاطبہ ہے۔ اور یہ امر، دوسرے لوازم کے ساتھ ملکۂ نبوت کہلاتا ہے۔ کیونکہ یہ نبوت کا دروازہ ہے۔ چونکہ نبوت ایک

باطنی تجربہ کا نام ہے۔ جسکی کوئی ظاہری صورت نہیں۔ پس انسانوں کے نبوت پر اعتقاد رکھنے کے لئے یہ لازمی ہے کہ انبیاء کے علاوہ دوسروں کو بھی یہ شرف حاصل ہو۔ تاکہ وہ اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر اس امر کی شہادت دے سکیں۔ کہ اللہ تعالےٰ انسان کو مکالمہ و مخاطبہ سے سرفراز کیا کرتا ہے چونکہ قرآنی وحی، شریعت کے لحاظ سے خدا کا آخری پیغام ہے، اور یہ وحی قیامت تک بنی نوع آدم کے لئے بمنزلہ ہدایت باقی رہیگی۔ بمقابلہ اُن الہامات کے جو تقریباً ضائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے ضرور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں، ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی ہو۔ جنکو خدا سے مکالمہ کا شرف حاصل ہوا کرے۔ تاکہ لوگوں کو اس امر پر یقین ہو سکے کہ خدا انسانوں سے ہمکلام ہوا کرتا ہے۔ خدا نے مسلمانوں کی جماعت پر اپنا فضل نازل کیا ہے۔ کہ اس نے نہ صرف وہ طریقہ بتا دیا ہے۔ جس پر چلکر انسان شرف مکالمہ سے سرفراز ہو سکتا ہے، بلکہ فی الحقیقت اس اُمت میں ایسے افراد برپا کئے جنکو یہ شرف حاصل ہوا ہے۔ تاکہ امت اسلامیہ کو اُن اُمتوں پر وجہ امتیاز حاصل ہو سکے، جن کے افراد کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں اسلام میں ایسے افراد نظر آتے ہیں، جو نہ صرف نبوت پر ایمان رکھتے ہیں، جب کہ دوسری امتوں کے لوگ نبوت پر در کنار، مکالمہ پر یقین بھی نہیں رکھ سکتے اور اس عدم اعتقاد کی وجہ یہ ہے۔ کہ انہیں ایسے لوگ مطلق نہیں گذرے جن کو شرف مکالمہ حاصل ہوا ہو۔ نبوت کے نظریہ کا انکار اس حد تک بڑھ گیا ہے۔ کہ وہ حامیانِ مذاہب بھی، جو اپنے مذاہب کو وحی پر مبنی کہتے ہیں، یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اُن کی الہامی کتابیں صرف مشیئت ایزدی کا وہ عکس ہیں، جو خدا کے پاک بندوں کے قلوب پر جلوہ فگن ہوا، اور کتاب کے الفاظ، جو ہمارے سامنے موجود ہیں، خدا کی طرف سے نہیں ہیں، بلکہ خود اُن لوگوں کے ہیں، جن پر خدا کی مرضی ظاہر ہوئی، اور نظریہ کی وجہ سے کم تعلیم یافتہ لوگ اس طرف مائل ہو جاتے ہیں، کہ وحی و الہام کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ ان کتابوں سے منکر ہوتے جاتے ہیں، جنکو وہ کسی زمانہ میں خدا کا کلام سمجھتے تھے، آجکل مسلمانوں میں بھی بعض لوگ ایسے پائے جاتے ہیں۔ جو قرآن مجید کو لفظاً خدا کا کلام تسلیم نہیں کرتے۔ اس خیال کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآنی الفاظ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں۔ لیکن ان کا مفہوم منجانب اللہ

ہے۔ اب چونکہ قرآن مجید خدا کی آخری کتاب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی ہے۔ اس لئے اس قسم کے غلط عقائد کے ابطال کی، اور کوئی صورت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ نبوت کی روح یعنی مکالمہ ومخاطبہ کا دروازہ کھلا رہے۔ اور دراصل کوئی صدی ایسی نہیں گذری جس میں بعض ملہمین ربانی پیدا نہ ہوئے ہوں اور یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے آجتک جاری ہے، اسلامی اصطلاح میں ایسے اشخاص کو محدث کہتے ہیں یعنی وہ اشخاص جنکے ساتھ خدا تعالے بکثرت مکالمہ کرے ایسے لوگوں پر خدا کا کلام بارش کیطرح نازل ہوتا ہے۔ لیکن اس کثرت مکالمہ کی وجہ سے کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ ایسے لوگ عام طور پر نہیں پائے جاتے، خدا اپنے مخصوص بندوں کو اس شرف کے لئے منتخب کرلیتا ہے۔ پہلی صدی میں یہ نعمت حضرت عمر رضؓ کو حاصل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر رضؓ۔ لیکن آپؐ کے بعد چونکہ کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے حضرت عمر رضؓ یقیناً محدث تھے اگرچہ وہ نبوت کے مرتبہ پر فائز نہیں ہوسکتے تھے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ نبوت کا الہام قرآن میں نہایت واضح طور پر بیان کردیا گیا ہے۔ فالھمھا فجورھا وتقوٰیھا۔ یعنی اللہ تعالے نے انسان کو بدی اور نیکی دونوں کا الہام عطا کردیا ہے۔ (۹۱/۸)۔

اور درحقیقت الہام کا اصلی مقصد بھی یہی ہے۔ الہام ہی وہ شے ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے اگر الہام ہمیں روشنی عطا نہ کرے تو پھر اسکی ضرورت ہی کیا ہے۔ لیکن چونکہ الہام ایک باطنی تجربہ کا نام ہے۔ اس لئے اس امر کا امکان موجود ہے۔ کہ لوگ اس کی حقیقت سے انکار کردیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ گاہے گاہے خدا اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا رہے۔ اور یہ اس کا ابتدائی درجہ ہے۔ مختصر یہ کہ الہام تزکیۂ نفس کے ساتھ غیر منفک طور پر وابستہ ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے آخری حصہ میں مذکور ہے۔ ۱۲

پیغام اسلام

از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب

(۱) جس مذہب کو مغرب میں "محمدی مذہب" کہتے ہیں۔ اُس مذہب کی الہامی کتاب یعنی قرآن میں اس کا نام اسلام ہے چنانچہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ "میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور مذہب پسند کیا ہے"۔ اسلام کے نام میں ایک خاص اہمیت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے لغوی معنیٰ صلح کرنے کے اور عرفی معنیٰ، سرتسلیم خم کرنے کے ہیں۔ جیسا کہ فطرت کے غیر متبدل قوانین سے ثابت ہوتا ہے۔

جب کبھی میں نے لفظ اسلام کے ان دو معنوں پر غور کیا ہے۔ تو مجھے ٹینیسن کے یہ الفاظ یاد آجاتے ہیں۔ میں نے اُسے پھلتے پھولتے کھیتوں میں پایا۔ میں نے اُسے ستاروں کے چمکنے میں پایا۔ لیکن انسانوں کے ساتھ اُس کا طریق ایسا ہے۔ کہ وہ پایا نہیں جا سکتا ہاں بعض اختلافات مثلاً زلزلہ، طوفان۔ سیلاب سے قطع نظر کرکے۔ فطرتِ طبیعی اپنے افعال میں ہم آہنگ اور صلح کن ہے۔ چنانچہ اس کے امن، حسن اور ہم آہنگی نے اکثر شعراء اور فلاسفہ کے اندر بلند ترین خیالات پیدا کئے ہیں۔ لیکن انسانی کاروبار میں یہ ہم آہنگی نظر نہیں آتی۔ چنانچہ اس مبحث پر غور و فکر کرنے والے دنیا سے متنفر ہو جاتے ہیں لیکن اسلام کا پیغام یہ ہے۔ کہ عالم انسانیت میں بھی ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اس بات کے حصول کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان اُن قوانین سے واقف ہو جو اس فضاء میں کام کر رہے ہیں، جہانتک فطرت طبیعی کا تعلق ہے۔ اُس کا ہر جُزو ترکیبی، قوانین کی متابعت، بتقاضائے ذات کرتا ہے۔ لیکن انسان کا حال ایسا نہیں ہے۔

قانون امر وہبی نہیں ہے۔ بلکہ اکتسابی ہے۔ اور چونکہ ایک خارجی شئے ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہمیں اُس سے مطلع کیا جائے۔ اسی سے الہام کی ضرورت ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

"بیشک ہمارا فرض ہے کہ ہم لوگوں کو راہ دکھائیں"

اس ضمن میں ہم کو ان باتوں سے متردد نہ ہونا چاہیئے۔ جو لوگ ضمیر اور عقل کے متعلق کہتے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ فلسفیانہ غور و فکر سے کوئی شخص بنی نوع آدم کے اندر اخلاقی حاسہ پیدا نہیں کر سکا۔ اور جو کچھ خوبیاں انسان میں پائی جاتی ہیں وہ سب ان مذہبی لیڈروں مثلاً حضرت مسیحؑ بدھ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہیں۔ ان میں سے ہر شخص نے یہ اعلان کیا۔ کہ ہمارے پاس خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ پس یہ ظاہر ہے کہ قوانین کا حقیقی علم، جو افراد میں اخلاقی افعال کا باعث ہے اور معاملات انسانی میں اخلاقی انتظام کرتا ہے۔ بذریعہ الہام حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی وہ علم ہے جس کی بدولت دنیا میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔ ٹھیک جس طرح اس نے خارجی فطرت میں کیا ہے۔ مسیحیوں کے خداوندی دعا میں جناب مسیح کے قابل ذکر الفاظ "تیری مرضی جیسی کہ آسمان میں پوری ہوتی ہے۔ ویسی ہی زمین میں بھی پوری ہو" اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کیونکہ دراصل یہی تو ہر ایک نبی کا مشن ہوتا ہے کہ بنی نوع آدم کے معاملات میں صلح اور امان کا قیام ہو جائے۔ اسی کو آسمانی بادشاہت کہتے ہیں۔ اور اس زاویہ نگاہ سے خواہ کوئی لانے والا ہو۔ مذہب ایک ہی رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مذہب کی تبلیغ کی وہ وہی تھا۔ جو آپؐ سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اسی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے۔

فطرت اللہ کی بنائی ہوئی۔ جس پر اُس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اللہ تعالےٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ اور یہی دین قیم ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تعریف بایں الفاظ فرمائی ہے۔
"اللہ تعالےٰ کے احکام کی اطاعت کرنا۔ اور اس کی مخلوق کے ساتھ شفقت کرنا۔
حضرت مسیحؑ نے بھی یہی تعلیم دی ہے۔ اور دوسرے مذہبی پیشواؤں نے بھی مسلمانوں کو اس حقیقت کا احساس کرانے کے لئے قرآن کریم نے اسلام کو ہمیشہ حضرت ابراہیمؑ

سے منسوب کیا ہے۔ جو تمام موجودہ مذاہب عالم کے مشترکہ مذہبی پیشوا ہیں۔ چنانچہ اسلام کو ملت ابراہیمی کہتے ہیں۔ یعنی مذہب ابراہیمی۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کوئی نیا مذہب قائم نہیں کیا۔ بلکہ آپ اسی قدیم مذہب کے مصلح ہیں۔ اور آخری شارح بھی۔ بحیثیت مذہب، اسلام کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنی حیوانی زندگی کو روحانی زندگی کے ماتحت کر دیں جسے مشیت ایزدی کہتے ہیں۔ چنانچہ جناب مسیح کی دُعا کے بھی یہی معنیٰ ہیں۔ جسکا آخری فقرہ یہ ہے۔ "خداوند تیری مرضی پوری ہو۔"

مذہبی تخیلات کی اسی وحدت اور یکسانیت کے علاوہ، اسلام انسان کو مذہبی اور معاشرتی نگاہ میں وسعت تدریجی کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ پس اگرچہ تمام الہامی مذاہب کی روح اور مقصد ایک ہی ہے۔ تاہم مذہبی اور معاشرتی فرائض کے لحاظ سے اُن سب میں اختلاف ہے چنانچہ اگر حضرت آدم علیہ السلام نے مذہب کو خاندانی فرائض اور ذمہ داریوں کے رنگ میں پیش کیا۔ تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت زرتشتؑ نے اُسے قومی فرائض اور قومی ذمہ داریوں کے رنگ میں پیش کیا۔ اسی طرح جناب مسیحؑ اور مہاتما بُدھ نے جو اُس وقت ظاہر ہوئے، جب کہ دنیا کی اقوام، قومی زاویہ نگاہ کی جگہ بین الاقوامی زاویہ نگاہ پیدا کر رہی تھیں۔ مذہب کو قدرے تأمل کے ساتھ تبدیل شدہ تمدنی حالات کی روشنی میں پیش کیا۔ اس روشنی میں اگر جناب مسیح کے بعض بظاہر متضاد اقوال کا مطالعہ کیا جائے تو بہت واضح اور اہم دکھائی دینگے۔ مثلاً اپنی مشن کے آغاز میں انہوں نے یہ کہا کہ میں صرف بنی اسرائیل کے خاندان کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے آیا ہوں"۔ ان کا یہ قول بالکل یہود کے خیالات کا مظہر ہے۔ لیکن انہوں نے یہ بھی کہا ہے۔ جبکہ اُن کے مشن کا انجام نزدیک آیا۔ "پس تم جاؤ اور تمام اقوام میں منادی کرو"۔ اس جملہ میں متعصب یہودی زاویہ نگاہ کی جگہ بین الاقوامیت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح کی نظر سے یہ رنگ پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بدھ اور مسیح کے مذہب کو اپنوں کی بہ نسبت غیر اقوام نے زیادہ مستعدی کے ساتھ قبول کر لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو کہ آخرالانبیاء تھے، شروع ہی سے مذہب کو ایسے رنگ میں پیش کیا۔ جو بین الاقوامی تھا۔ اسلام کا خدا یہود یا عربوں ہی کا خدا نہیں ہے بلکہ وہ ربّ العالمین یعنی تمام اقوام عالم کا خالق، رب اور ترقی دینے والا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے مشن کا بیان بایں الفاظ کیا گیا ہے۔ "اور ہم نے تم کو نہیں بھیجا ہے۔ مگر سب آدمیوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا، مگر اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں (۳۴ : ۲۸)

زاویہ نظر کی یہ عالمگیریت اسلامی تعلیمات کی روح رواں ہے اور یہ بات۔ کہ مسلمان جملہ اقوام عالم میں سب سے زیادہ بین الاقوامی رنگ کے حامل ہیں۔ اُن کے مذہب کی روح کا منطقی نتیجہ ہے۔ یہ رنگ انسانی دماغ کی مذہبی اور معاشرتی ترقی کا آخری نقطہ ہے۔ اور قرآن مجید نے اس آیت میں اسی رنگ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا مذہب کامل کر دیا۔ اور اپنی مہربانی تم پر تمام کر دی۔ اور اسلام کو تمہارے لئے بطور مذہب کے پسند کیا ہے۔" (۵ : ۳)

مذہب کے نام کی تعیین بھی ایک اہم نکتہ ہوتا ہے۔ قطع نظر اس امر سے کہ اسلام اپنا پیغام اپنے نام ہی سے دنیا کو دے رہا ہے۔ اس نام کی بدولت مذہب اسلام، اپنے بانی کے نام سے مشہور ہونے سے محفوظ ہو گیا۔ ہمارا مذہب مسیحیت کی یا بدھ دھرم کی طرح مسیح یا بدھ کے نام سے منسوب نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کے نام سے موسوم ہے۔ جو کسی شخص کا نام نہیں ہے۔ علاوہ بریں اس نام کی بدولت اسلام کو وہ عالم گیریت نصیب ہو گئی۔ جس کی اشد ضرورت تھی، کیونکہ اسلام مذہب کے خلاصہ کا مظہر ہے۔ اور افراد اور اقوام سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا، مذہب کا یہ نام، اسلام کی بے نظیر خصوصیات میں سے ہے۔

اور اپنے دعوئے و کمال کو ثابت کرنے کے لئے اسلام نے اپنی مذہبی کتاب کو تا ایندم ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رکھا ہے۔ ۱۴۰۰ سال گذر جانے کے بعد بھی قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں بجنسہ انہی الفاظ اور حروف بلکہ اعراب کے ساتھ محفوظ ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبانِ وحی کو لکھایا تھا۔ اور اسلام کے اشد مخالفین کو بھی اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ دنیا میں کوئی کتاب سوائے قرآن مجید کے ایسی نہیں ہے، جو اسقدر عرصہ دراز کے بعد بھی اسطرح محفوظ ہو۔ اور تحریف سے پاک ہو۔ بلاشک تمام مذہبی کتب میں اس لحاظ سے، قرآن مجید بے نظیر ہے۔

اس پہلو سے مذہبی کتب میں سب سے زیادہ تاریخی کتب مثلاً عہد قدیم اور عہد جدید،

قرآن مجید کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ آج کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ حضرت موسیٰ یا حضرت مسیح نے کن الفاظ میں اپنی قوم سے خطاب کیا تھا۔ تنقید اعلےٰ نے یہ بات حتمی طور پر ثابت کردی ہے۔ کہ کتب مقدسہ" میں بہت کچھ تحریف ہو چکی ہے۔ اور قرآن مجید نے تو اس حقیقت کو آج سے ۱۳۵۰ سال پہلے ہی مبرہن کر دیا تھا۔ اور تحریف کے اسباب بھی بیان کر دئے تھے۔ "جو کچھ ہم محو کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں، تو اس سے بہتر یا اسکی مانند دوبارہ وحی کر دیتے ہیں۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" (قرآن مجید ۲: ۱۰۶)

یعنی اللہ تعالےٰ نے سابقہ الہامات کو محرف ہونے سے اسلئے محفوظ نہیں رکھا کہ ان سے بہتر عطا کرنے تھے۔ کیونکہ وہ ناکارہ ہو گئے تھے۔ اسلئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے بہتر عطا کرتا جو ضروریات زمانہ کیمطابق ہوں

لیکن باوجود اس کے قرآن مجید کا فرمان ہے کہ جملہ کتب الہامی کے ربانی الاصل ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیئے خواہ وہ کسی جماعت کی کیوں نہ ہوں۔ بلکہ اس کی تعلیم یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہر قوم کو ایک الہامی کتاب عنایت کی، خواہ وہ قوم آج کسی کتاب کی مدعی ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس اصول کو وضاحت کیساتھ بیان کر دیا ہے۔

"اور وہ کہتے ہیں یہودی بنجاؤ یا نصرانی تم صحیح راستہ پر چلو گے (اے رسول) کہدیجے نہیں! ہم تو حضرت ابراہیمؑ کے مذہب پر چلتے ہیں جو حنیف تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔ کہدیجے! ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا ہے۔ اور اس پر جو حضرات یعقوبؑ۔ اسحٰقؑ اور ابراہیمؑ پر، اور قبائل پر، اور اس پر جو حضرات موسیٰؑ اور عیسیٰؑ پر نازل کیا گیا۔ اور اس پر جو مختلف انبیاء پر نازل ہوا۔ ہم ان انبیاء میں کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھتے۔ اور ہم خدا تعالےٰ کے فرمان کی اطاعت کرتے ہیں (قرآن ۲: ۱۳۵ و ۱۳۶)۔

قرآن مجید نے تمام انبیاء اور کتب سماوی کا جو قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوئیں۔ تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ اس قسم کی فہرست بہت طویل ہو جاتی اور عام لوگ شاید اس سے اکتا جاتے۔ اس کے عوض قرآن مجید نے ان چند رسولوں کا ذکر کیا ہے۔ جو بہت مشہور ہیں۔ اور اس کے بعد یہ تعمیم فرما دی ہے۔ "ہر قوم میں ایک ہادی آیا ہے"۔

"ہر قوم کے لئے ایک نبی مبعوث ہوا ہے"۔ کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے

والا نہ آیا ہو۔ اور ہم نے رسول بھیجے جن کا ذکر کیا گیا۔ اور بہت سے رسول ایسے بھی گزرے ہیں جن کا مذکور نہیں کیا گیا۔" (۴ : ۱۶۴)

اسلامی احادیث کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول گزرے ہیں۔ جو کہ مختلف اوقات میں مختلف اقوام میں مبعوث ہوئے۔ اور جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بیان کر دیا ہے۔ ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ سارے انبیاء کی یکساں طور پر عزت کرے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔ "لا نفرق بین احد من رسلہ"۔

ایک یہودی یا عیسائی شاید کوئی کار ثواب کا مستحق ہو اگر وہ حضرت مسیح یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کی بوچھار کرے۔ لیکن اگر ایک مسلمان کسی نبی کی ذرا سی بھی توہین کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اُسے حکم ہے کہ ہر نبی کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" کا اضافہ کرے خواہ وہ موسیٰ ہوں یا عیسیٰ۔ بدھ ہوں یا زرتشت، رام ہوں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اگر دیگر مذاہب کے لوگ بھی اس اسلامی تعلیم پر عمل کرتے تو دنیا میں مختلف جنگجو اقوام کے مابین آج سے پہلے صلح اور امن قائم ہو جاتا۔

اس جگہ یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ اسلام نے تبلیغ مذہب کے لئے جنگ و جدل کو جائز نہیں ٹھہرایا۔ چنانچہ صاف تعلیم ہے۔ "لا اکراہ فی الدین" اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان دوسری اقوام سے نہیں لڑے مثلاً نصاریٰ یہود یا مجوسیوں سے۔ بیشک وہ لڑے لیکن وہ لڑائیاں مذہب سے کوئی علاقہ نہیں رکھتیں علاوہ بریں وہ آپس میں بھی تو لڑے۔ مثلاً ترک عربوں سے۔ یہ تمام جنگیں سیاسی تھیں۔ دنیاوی اقتدار اور شوکت کے لئے۔ مذہب سے انکا کوئی علاقہ نہ تھا۔ ایسی لڑائیاں ہر مذہب میں اور ہر مذہبی اقوام میں ہوئی ہیں۔ اگرچہ تمام سچے مذاہب نے اپنے پیروؤں کو اُن سے باز رہنے کی تلقین کی ہے۔

اس کے باوجود اسلام مطلق عدم مدافعت کا بھی حامی نہیں ہے۔ اور مسلمان حضرت مسیح کے اس قول میں، اس قسم کے معنی تسلیم نہیں کرتے۔ "بدی کا مقابلہ مت کرو۔" بلکہ وہ تو ان کی زندگی کو اور تعلیمات کو، بدی کا مقابلہ کرنے کا درس یقین کرتے ہیں آپ ان کی یہ تقریر پڑھیں (علیہ السلام)

تب آپ کو میری بات کا مطلب سمجھ میں آجائے گا۔ "مت خیال کرو کہ میں دُنیا میں امن قائم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں امن کے لئے بلکہ تلوار چلانے کے لئے آیا ہوں۔ کیونکہ میں آیا ہوں کہ بیٹے کو باپ کا مخالف بناؤں اور بیٹی کو ماں کا۔ اور بہو کو ساس کا۔ اور ایک انسان کے گھر ہی کے لوگ اس کے دشمن بنجائینگے۔" (متی ۱۰: ۳۴)۔

بلاشُبہ اس تعلیم میں مقاومت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ ایک اشد مقاومت۔ اگرچہ وہ اخلاقی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن وہ تمامتر ایک صلح کن اخلاقی مقاومت نہ تھی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں انہوں نے بعض اوقات اشتعال انگیز افعال بھی استعمال کئے ہیں۔ مثلاً "اے سانپو اور سانپوں کی اولاد! تم دوزخ کی آگ سے کیونکر بچو گے"۔ (متی ۲۳: ۳۳) یا یہ کہ "ایک بدکار اور زانی قوم مجھ سے ایک نشان طلب کرتی ہے۔" (متی ۱۲: ۳۹)

مقاومت اور مقابلہ کا یہ رنگ صرف ان کی تقریروں ہی میں نمایاں نہیں ہے۔ بعض اوقات جسمانی رنگ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ ذیل کے فقرات پڑھکر آپ کو میرا مطلب معلوم ہو سکیگا۔ "اور یسوع خداوند کی ہیکل میں گیا۔ اور ان سب لوگوں کو نکال باہر کیا۔ جو وہاں خرید و فروخت کرتے تھے۔ اور مہاجنوں کی میزیں الٹ دیں۔ اور فاختہ فروشوں کی کرسیاں الٹ دیں، اور اُن سے کہا۔ لکھا ہے کہ میرا گھر عبادت کا گھر کہلائے گا۔ لیکن تم نے اُسے چوروں کی گھاٹی بنا دیا ہے" (متی ۲۱/۱۲ و ۱۳)۔

جناب یسوع کا یہ فعل یقیناً جسمانی مقاومت کا ثبوت ہے۔ اور اس میں اور منتظم جنگ میں صرف کیفیت کا فرق ہے۔ ہم مسلمانوں کو اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ بدی کا یقیناً مقابلہ کرنا چاہئے۔ اور ایک مصلح یا نبی صرف اسی لئے آتا ہے کہ وہ اُس مقاومت کو جب کہ وہ رُک جائے تو اُسے ازسرنو حرکت دیدے۔ جناب مسیح چونکہ ایک مذہبی لیڈر تھے۔ اسلئے وہ اپنے مشن کی خدمت سے قاصر رہے اگر وہ بدی کا مقابلہ کرنے کی تحریک کو اپنی پوری قوت سے نہ چلاتے پس ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جناب مسیح کے الفاظ میں کچھ معنی محذوف بھی ہیں۔ ہم جب یہ پڑھتے ہیں۔ "بدی کا مقابلہ مت کرو، تو گویا پوری عبادت یہ ہے" بدی کا مقابلہ مت کرو۔ تاوقتیکہ تم نیکی کے لئے کوشش نہ کرو۔"

چونکہ وہ ایک نیک آدمی تھے، اس لئے انہوں نے خود بدی کا مقابلہ کیا۔ اور وہ قدرتی طور پر یہ چاہتے تھے کہ وہ تمام لوگ جو اُن کی طرح نیک مزاج ہوں، بدی کے مقابلہ میں ان کا ساتھ دیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل عبارت سے یہ بات واضح ہو سکیگی۔

"میں تم سے کہتا ہوں کہ جب تک تمہاری نیکی فقہاء اور فریسیوں کی نیکی سے زیادہ نہ ہوگی اُس وقت تک تم آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے" ۵/۲۰۔

پس یہ بات جناب مسیح کی تعلیم کے بالکل مطابق ہے۔ کہ ہم مسلمان بدی کا مقابلہ کریں۔ چند روز ہوئے مجھ سے بعض لوگوں نے پوچھا۔ کیا میں جنگ کو ختم کرنے کے لئے جنگ میں شریک ہونے کو تیار رہوں۔ میرا جواب اثبات میں تھا۔ اسلئے مجھ سے کہا گیا کہ جنگ عظیم نے، دوسری اور بڑی جنگ کے لئے راستہ تیار کر دیا نہ کہ جنگ ختم کی۔ میں نے جواب دیا کہ یہ اس لیے ہُوا کہ جو لوگ جنگ میں شریک ہوئے اور جرمنی کے خلاف لڑے۔ وہ بھی ہوس ملک گیری اور ظلم رانی اور طمع میں اسی قدر بڑھے ہوئے تھے۔ جس قدر خود جرمنی کے لوگ۔

اس کے بالمقابل جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں سے جنگ کی تو وہاں صورت حال بالکل برعکس تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقاء نے کبھی کسی کو نہیں ستایا۔ اس زمانہ کی حالت کو مدنظر رکھ کر وہ لوگ فرشتے تھے۔ خصوصاً عربوں کے مقابلہ میں۔ انکا قصور صرف اسقدر تھا کہ وہ اپنے ہموطنوں کے ناپاک خیالات اور اعمال سے متنفر تھے۔ وہ بیشک اپنے ملک کی خراب رسوم کے خلاف تھے۔ لیکن انہوں نے لوگوں کو نرمی کیساتھ سمجھایا۔ اور ان کا طریق عمل جناب مسیح کے طریق سے زیادہ شدید نہ تھا۔ موصوف کی سہ سالہ تبلیغی مدت کے بالمقابل انہوں نے تیرہ سال تک ہر قسم کی سختی اور تکلیف برداشت کی۔ اور مکّہ والوں کے ظلم سہے محض اس لئے کہ وہ نیکی کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس کے بعد اُنہوں نے مدینہ کو ہجرت کی کیونکہ وہاں کے لوگوں نے اُن کو بتایا کہ یہاں تمہیں تبلیغ حق میں آزادی حاصل ہوگی۔ لیکن اُن کے دشمنوں نے وہاں بھی انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ چنانچہ ۳۱۳ مسلمانوں کو ہلاک کرنے کے لئے مکّہ والوں نے ایک ہزار آدمی مسلح کر کے روانہ کئے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظت خود اختیاری کے خیال سے اپنی تلوار نیام سے نکالی۔ پہلی جنگ بدر کے مقام پر واقع ہوئی۔ جو کہ مدینہ سے ۳۰ میل

کے فاصلہ پر تھا۔ جہاں کہ مسلمان پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ اور مکہ سے ۲۰۰ میل تھا۔ جو کہ اُن کے ستانے والوں کا صدر مقام تھا۔ دوسری جنگ بمقام اُحد واقع ہوئی۔ جو کہ مدینہ سے تین میل اور مکہ سے ۲۷۴ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور تیسری جنگ مدینہ کا محاصرہ تھی۔ ان حقائق سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے محض حفاظت خود اختیاری میں تلوار اٹھائی، اور اپنی مرضی کے خلاف، محض اپنی ہستی کو قائم رکھنے کے لئے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ مذہبی آزادی قائم رکھنے کے لئے۔ اسلامی جنگوں کی تہ میں یہی اصول کارفرما تھا۔ جس کی بدولت ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔ جس کی نظیر عرب میں اس سے پیشتر ناپید تھی۔

اسلام میں بعض اوقات جنگ ایک مقدس فریضہ بن جاتی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں جنگ کرنے کے متعلق صاف اور صریح احکام موجود ہیں۔ "اور خدا کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو۔ جو تم سے لڑتے ہیں۔ لیکن حدود سے تجاوز مت کرو، بیشک اللہ حدود متجاوز ہونے کو پسند نہیں کرتا۔ (۲: ۱۹۰)۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اسوقت لڑو جب تم پر حملہ کیا جائے۔ لیکن اس جنگ کو ایک مقدس طریق پر لڑنا چاہیئے۔ یعنی انسانیت کے اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر، اور مسلمانوں کو کسی حالت میں بھی زیادتی کرنی مناسب نہیں ہے۔ ایک اور موقع بھی ہے۔ جب کہ مقدس جنگ روا ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

"اور لڑو اُن سے جب تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین کی تبلیغ آسان ہو جائے۔ یعنی مذہب خالصتہً اللہ کے لئے ہو جائے۔ لیکن اگر وہ جنگ سے روگردانی کریں تو پھر زیادتی یا دشمن کی ضرورت نہیں ہے۔ سوائے اُن پر جو زیادتی کریں۔" ۲/۱۹۳

یعنی ہم اسلئے لڑیں کہ مذہبی ظلم و ستم کا خاتمہ ہو جائے۔ خواہ ستانے اور ظلم کرنیوالا کوئی کیوں نہ ہو۔ اور جنگ اسی وقت تک جاری رہنی چاہیئے۔ جب تک کہ فتنہ باقی ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید نے اس اصول کی وضاحت یوں فرما دی ہے۔ "لڑنے کی اجازت دیجاتی ہے۔ مگر صرف اُن لوگوں کو جن پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور جن کے خلاف جنگ کی گئی ہو۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ تعالےٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔ جو لوگ کہ بلاوجہ اپنے گھروں سے نکال

دیئے گئے ہیں۔ محض اس بنا پر کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ بعض آدمیوں سے بعض آدمیوں کو دفع نہ کراتا تو یقیناً گرجے خانقاہیں۔ صومعے اور مساجد گرا دی گئی ہوتیں۔ جہاں خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ اُس کی مدد کرے گا جو خدا کے مقصد کی تائید کرتا ہے۔ بیشک اللہ عزیز اور قدیر ہے۔"

یہ امر قابل غور ہے۔ کہ اس آیت میں مساجد کا لفظ سب سے آخر میں آتا ہے۔ لیکن مذہبی دل آزاری کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ طاقتور لوگ، کمزوروں کو ستائیں۔ پس ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ کمزوروں کی حمایت میں بھی تلوار اٹھائے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔ تمہارے پاس کیا عذر ہے۔ کہ تم اللہ تعالےٰ کی راہ میں نہ لڑو۔ اور کمزوروں کی حمایت نہ کرو۔ جن میں مرد عورتیں اور بچے شامل ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ اے ہمارے خدا ہمیں اس زمین سے نکال کر دوسری جگہ پہنچا دے۔ کیوں کہ یہاں کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنی طرف سے ایک حمایتی عطا کر اور ایک مددگار عنایت کر (۵۰ – ۷۵)۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ کوئی مسیحی روئے زمین پر ایسا نہیں ہے۔ جو ان شرائط کے ماتحت جنگ کو صحیح تسلیم نہ کرے۔ اور واضح ہو کہ آنحضرت صلعم نے انہی ہر سہ شرائط کی موجودگی میں جنگ کی، اور اپنے اشد مخالفین سے مقابلہ کرنے کے لئے اپنے پیرووُں کو تلوار چلانے کی اجازت دی۔

جنگ کے سوال کے علاوہ ایک دوسرا پہلو بھی ہے جو ایک مسیحی کے دماغ کو پریشان کر سکتا ہے۔ جبکہ وہ اسلام کا بحیثیت ایک مذہب کے مطالعہ کرے گا۔ یہ تعدد ازدواج کا مسئلہ ہے۔ وقت کی تنگی کی وجہ سے میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو نہیں کر سکتا۔ ہاں چند باتیں ضرور عرض کرونگا۔ قرآن کی تعلیم بائبل کی طرح یہ نہیں کہ عورت مرد کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ دونوں کے ایک دوسرے پر برابر کے حقوق ہیں۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔

"اور عورتوں کو بھی مردوں پر یکساں طور پر برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ اور نہ یہ خیال کرنا درست ہے۔ کہ اسلام تعددِ ازدواج کا حکم یا اسکی ترغیب دیتا ہے۔ وہ صرف بعض غیر معمولی

حالات میں ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ وہ آیت یہ ہے۔ اور اگر تم محسوس کرو کہ تم یتامیٰ کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے، تو آزاد عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی معلوم ہوں دو یا تین یا چار تک شادی کر سکتے ہو۔ لیکن اگر تم محسوس کرو کہ تم ان کے مابین انصاف قائم نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو (قرآن مجید ۴: ۵)۔

لفظ "اگر" ظاہر کرتا ہے۔ کہ تعدد ازدواج کی اجازت مشروط طریق پر دی گئی ہے۔ اور وہ مشروط یتامیٰ کے ذکر میں شامل ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعدد ازدواج پر اس صورت میں عمل کرنا چاہیئے۔ جب کہ سوسائٹی کو بیوہ عورتوں اور ان کے یتیم بچوں کی پرورش کرنی لازمی ہو۔ اور یہ صورت حال، عموماً جنگ کے بعد رونما ہوتی ہے۔ اور شروع میں مسلمانوں کو جنگوں میں شرکت لازمی تھی۔ کیونکہ انہیں مذہبی آزادی قائم کرنی تھی۔ آیت کے آخری الفاظ اس سے زیادہ واضح ہیں "تب صرف ایک عورت سے نکاح کرو" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحدت ازدواج ہی دراصل اسلامی اصول ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اجتماعیات کا کوئی ماہر بھی اس دانشمندانہ اصول سے اختلاف رائے نہیں کرے گا۔

مقاومت اور جنس۔ ان دو اہم معاشرتی مسائل کے متعلق اسلامی تعلیم نہایت دانشمندانہ ہے۔ اور اسی کی بدولت دنیا میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔ جس کی خاطر یہ تعلیم دی گئی تھی۔ قرآن مجید بنی نوع آدم کے لئے موجب ہدایت ہے۔ اور انسانوں کے سامنے مختلف پیچیدہ مسائل ہیں جو زندگی اور ترقی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قرآن جذباتی تعلیمات نہیں دیتا بلکہ وہ بدنظمی میں نظم و ترتیب کے قائم کرنے کی تدابیر بتاتا ہے۔ اور اس کے لئے اس نے سارے انتظامات کر دئے ہیں۔ جہاں نرمی ہو وہاں نرمی، اور جہاں سختی کے بغیر چارہ نہ ہو وہاں سختی کا حکم دیتا ہے۔ اسکی جملہ تعلیمات مثلاً عقائد اعمال موعظہ نصائح اور اصول سب اسی مقصد کے حصول کے لئے ہیں۔ اگر اسلام توحید الٰہی پر زور دیتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک اس ابتدائی اصول پر ایمان نہ لایا جائے۔ اس وقت تک بنی نوع آدم میں رنگِ وحدت پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر مبدء حیات ہی کے تین حصے ہوں، تو پھر حیات کی مختلف

صورتوں میں وحدت کس طرح پیدا ہو سکتی ہے؟

اس لئے اسلام میں دوزخ انتقامی تکالیف کی ابدی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ روحانی مریضوں کا شفاخانہ ہے۔ اور اسلام میں دوزخ کو گنہگاروں کی ماں کہا گیا ہے۔ پس اسلام کامل طور پر زندگی کے متعلق مجہول اور منفی زاویہ نگاہ پیش نہیں کرتا۔ اور ترقی اور قوتِ ارادہ کے خواہشمند لوگ، یقیناً اسلامی اصولوں کی طرف متوجہ ہونگے۔ خواہ خلوص قلب سے قبول کریں یا درپردہ اخاصکر ایسے موقعوں پہ جب کہ آجکل دنیا میں نا امیدی کی لہر دوڑ رہی ہے مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھ کر ہمیں نا امید نہ ہونا چاہیئے۔ آیئے تاریخ کا مطالعہ کریں۔ اگرچہ مسیحیت کو روم یونان اور یہودیت کی شاندار روایات حاصل تھیں۔ لیکن اسلام نے اُسے ایک غیر ترقی کن مذہب ہی پایا۔ جس سے وہ کوئی بات اخذ نہیں کر سکتا تھا۔

اس کے بالمقابل اسلام ایک ایسی قوم میں ظاہر ہوُا۔ جس کے پاس نہ تہذیب تھی۔ نہ روایات، لیکن ایک صدی بمشکل گزری ہوگی کہ بطور کارلائل "اگر ایک طرف عربوں کی حکومت غرناطہ تک تھی۔ تو دوسری طرف دہلی تک اور جملہ اسلامی ممالک میں شان وشوکت اور شجاعت و حکمت کا دور دورہ تھا"۔ جب اسلام نے دنیا کو تمام اقسام کے علوم کی روشنی سے منور کر دیا۔ فلسفۂ حکمت اور سائنس کے دریا بہا دئے، اور ہر جگہ آرٹ اور تعمیر اور تہذیب کا چمن لگا دیا۔ تب کہیں مسیحی دنیا میں زندگی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ واضح ہو کہ طبیعات اور کیمیا دونوں علوم کی بنیادیں اسلام کے ہاتھوں قائم ہوئیں۔ اور اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں اسلام نے کبھی بھی سائنس یا حکمت کی مخالفت نہیں کی۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان جو تہذیب کے علمبردار تھے۔ وہ اس زمانہ میں جب کہ سائنس دن رات کرشمے دکھا رہا ہے۔ ترقی کی شاہراہ سے دور ہو گئے ہیں۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے جب کہ وہ دنیاوی شوکت کے لحاظ سے برسر عروج تھے۔ اپنے مذہب کے اصولوں کے خلاف اپنے مذہب کو نسل کا مقید بنا دیا۔ اس افسوسناک واقعہ کی بدولت وہ پستی کا شکار ہو گئے۔ وہ اس حقیقت کو بھول گئے۔ کہ اقوام عالم بحیثیت عضوی نظام کے، قانون ولادت و شباب وزوال کی پابند ہیں، اور اگر مذہب کسی ایک قوم سے وابستہ ہو جائے۔ تو پھر اس

قوم کے زوال کے ساتھ اس کا زوال بھی یقینی ہے۔

جب اسلام کا اس طرح زوال ہوا۔ تو مسیحیت نے مسلمانوں کے اس تلخ تجربہ سے فائدہ اٹھایا، اور جائز اور ناجائز طریق پر، ترقی کن اقوام کو اپنے اندر شامل کر کے از سرِ نو زندگی حاصل کر لی۔ اور یہ واقعہ اس مذہب کی تغیر آمیز تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

بہر کیف زوال کی بہت سی منازل طے کرنے کے بعد اب مسلمان، دوبارہ اپنی غلطی سے واقف ہو گئے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب وہ پھر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونے کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ معلوم کرنا موجب دلچسپی ہے۔ کہ اس مرتبہ وہ ان اقوام کو دائرہ اسلام میں داخل کر رہے ہیں جو زندگی کے دوڑ میں اُن سے آگے ہیں۔ اور اس ضمن میں اسلام بھی ابتدائی مسیحیت کی تاریخ کو دُہرا رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا یہ طرزِ عمل مبلغین اور حلقہ بگوشان اسلام دونوں کے لئے مفید ہو گا۔ پروفیسر گب لکھتے ہیں کہ ہاں ایسا ہی ہو گا۔

"اپنی تمدنی اور اقتصادی زندگی کی، کامل نشو و نما، کے لئے۔ اسلام کے لئے یورپین اقوام سے تعاون کرنا ناگزیر ہے۔ اور اپنی تمدنی زندگی کے نشو و نما کے لئے، یورپ کے لئے اسلامی سوسائٹی سے طاقت حاصل کرنا لازمی ہے۔"

پھر کہتے ہیں "ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اسلامی سوسائٹی مغربی تہذیب میں توازن قائم کر دے گی۔ جو کہ اس تہذیب کے یک طرفہ پہلو کی وجہ سے مٹ گیا ہے۔"

مَیں دُعا کرتا ہوں کہ خدا کرے مغربی اور اسلامی تمدن، کا یہ اتحاد باہمی دوستانہ اور برادرانہ طریق پر انجام پذیر ہو اور وہ ان تمام ناخوشگوار واقعات کو بھول جائیں۔ جن کی وجہ سے ان دونوں کی تاریخ میں تاریک اوراق پائے جاتے ہیں اور وہ مقصد ابھی تک حاصل نہیں ہو سکا۔ جس کے لئے بنی نوع آدم ابتدا سے کوشاں ہیں۔ یعنی دنیا میں امن و امان؛ صلح و آشتی اور کمال انسانیت کا دور۔ جسے ہم دوسرے لفظوں میں اسلام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

قرآن اور مستشرقین

از جناب پروفیسر مظفر الدین صاحب ندوی۔ ایم۔ اے ایف ایم بی ای ایس

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ اشاعت اسلام جولائی صفحہ ۲۴۹)

اس لئے یہ ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے خلاف یہ تینوں قسم کے الزامات جو اس کی ترتیب، اس کے تقدس اور اس کی جدت کے متعلق کئے جاتے ہیں۔

معترضین کی غلط بیانی یا جہالت یا غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ اگر وہ اس مسئلہ پر غیر طرفدارانہ اور ہمدردانہ نگاہ سے غور کریں تو انہیں خود بخود سمجھ آجائے گا۔ کہ قرآن کریم کی آیات کو ایک کتابی شکل میں جمع کرنے میں تین مختلف مدارج پیش آئے۔ پہلا درجہ آیات کے جمع اور ترتیب کا تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات میں تکمیل کو پہنچا، دوسرا درجہ کتابی شکل میں مرتب کرنے کا تھا۔ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر سرانجام دیا، اور تیسرا درجہ اس کی اشاعت اور نفاذ کا تھا۔ جو حضرت عثمان کے وقت تکمیل کو پہنچا۔

یہ امر کہ مستشرقین کے اعتراضات مبنی بر جہالت ہیں۔ اس کی تصدیق خود مسیحی فضلاء نے بھی کی ہے۔ ریورنڈ آر میکسویل کنگ لکھتے ہیں:-

"میں نے اسلامی تصانیف میں جناب مسیح (علیہ السلام) کی عزت وعظمت کے ایسے گہرے جذبات اور بیانات پڑھے ہیں کہ اس وقت میں بھول جاتا تھا۔ کہ میں کسی مسیحی مصنف کے الفاظ کو تو نہیں پڑھ رہا۔ ان کے اس رویہ کے کس قدر خلاف وہ طریق عمل ہے۔ جو مسیحیوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کرتے ہوئے اختیار کیا ہے۔ اسکی اصل وجہ اگر ہم تلاش کریں تو وہ جہالت ہے"۔

آخر میں صفائی قلب کے ساتھ یہ کہدینا ضروری ہے کہ مستشرقین کے متعلق جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ اس میں صرف انہی لوگوں کا ذکر ہے جو تبلیغی کام کے لئے شرارت آمیز جھوٹ کو

پھیلاتے ہیں۔ اس کے برخلاف یورپ اور امریکہ کے وہ وسیع القلب فضلاء جنہوں نے اسلام کا مطالعہ غیر جانبدارانہ نظروں سے کیا ہے۔ ان کی تعداد خواہ کتنی بھی قلیل ہو ہماری طرف سے عزت و عظمت اور شکریہ کے مستحق ہیں، وہ علی العموم قرآن کریم کی ایمان اور یقین پیدا کرنے والی طاقت کے معترف پائے جاتے ہیں۔ ہم اسجگہ ان میں سے بعض کے خیالات کو نقل کرتے ہیں۔

"اگر یہ (قرآن کریم) منظوم کلام نہیں، (اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آیا یہ منظوم ہے یا نہیں) تو یہ کلام منظوم سے بڑھکر حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نہ تو تاریخ کی کتاب ہے اور نہ ہی سوانح کی۔ نہ یہ جناب مسیح کے پہاڑی وعظ کی طرح چند خوبصورت فقرات کا مجموعہ ہے نہ ہی بدھ مذہب کے سوتروں کی طرح مابعد الطبیعاتی فلسفہ کا رنگ رکھتی ہے۔ نہ ہی پلاٹو کے دانا اور بیوقوف معلمین کی کانفرنس کی طرح کا ایک شاندار خطبہ ہے۔ بلکہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز ہے۔ جو دل تک پہنچنے والی ہے۔ تاہم اسکے مطالب ایسے عالمگیر اور ہر موقعہ محل کے لئے اسقدر موزوں ہیں۔ کہ ہر زمانہ میں جو اصلاحی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ وہ طوعاً یا کرہاً اس ایک آواز سے متاثر ہوتی ہیں۔ اور چیدہ اور منتخب انسانوں کے دلوں میں وہ فتح عالم کے لیے ایک گونج پیدا کرتی ہیں۔ اور پھر اپنے آپ کو ایک از سر نو تعمیری طاقت کی صورت میں مجتمع کر لیتی ہیں۔ اور کہ یونان اور ایشیا کی تمام ایسی روشنی جو بہترین نتائج کو پیدا کرنے والی تھی۔ مسیحی یورپ کی گہری ظلمتوں پر اسوقت چھا گئی۔ جب مسیحیت ایک ملکہ شب سے بڑھکر حیثیت نہ رکھتی تھی"۔ (جانسن)

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب غیر معقولیت کے شائبہ سے بھی پاک ہے۔ اور قرآن کریم توحید الٰہی کا ایک شاندار ثبوت ہے"۔ (گبن)۔

"ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم ایک ایسی شاندار کتاب ہے۔ جو صفحہ ہستی پر کبھی نہیں لکھی گئی، ایسی کتاب ہر اس انسان کے لئے جو نسل انسانی کی قسمتوں پر غور و فکر کی نظر ڈالتا ہے۔ ایک نہایت دلچسپ معمہ ہے"۔ (سٹینگاس)

"جتنا زیادہ ہم اس کتاب کی طرف اپنی توجہ کو منعطف کرتے ہیں۔ اتنا ہی جلد یہ ہلے

جذب و کشش کا موجب ہوتی۔ اسی قدر زیادہ یہ تعجب اور حیرانی کو بڑھاتی اور آخر کار ہمارے جذبات عقیدت و عظمت کو پیدا کرتی ہے۔ اس طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں نہایت پائدار اثر پیدا کرنے کا موجب ہوگی،، (گوئٹے)

"قرآن کریم ایک ایسی یقین و ایمان پیدا کرنے والی طاقت ہے کہ کوئی دوسری کتاب اس تک نہیں پہنچ سکی"۔ (ہرشن فیلڈ)

قرآن کریم خالص، بلند اور شاندار اصولوں پر مشتمل ہے (ڈبلیو اروِنگ)۔

مکتوبات

اعتراف خدمات

سید ضیاء الدین طباطبائی سابق وزیر اعظم ایران کا خط ایڈیٹر اسلامک ریویو کے نام

جناب من اور برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عریضہ ہذا کے ساتھ چار سال کا چندہ شامل ہے۔ براہ کرم وصول کیجئے اور ذیل کے پتوں پر دو نادیہ پرچے اسی وقت سے دو سال کے لئے جاری فرما دیجئے۔

آپ کا جوش اور سرگرمی جو آپ انگلستان اور تمام دنیا میں اسلام کی ترقی کے لئے دکھا رہے ہیں فی الحقیقت قابل تعریف ہے۔ میں خلوص قلب سے آپ کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو نوازے۔ آپ کا مشفق

ایس زیڈ طباطبائی

مکرمی بندہ۔ برائے مہربانی مجھے بواپسی ڈاک اطلاع بخشیں کہ مذہب اسلام کس طرح قبول کیا جاتا ہے۔ اور اسکے علاوہ اگر سکوٹلینڈ میں کوئی اسلامک ریویو سوسائٹی ہے۔ تو اس کے نام اور پتہ سے بھی اطلاع بخشیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس کا جواب بہت جلد دینگے۔

آپکا صادق۔ پکٹر مسورے

مکرمی بندہ۔ کیونکہ مجھے مذہب اسلام بہت پسند ہے اور میں نے آپ کی مسجد کے حالات بھی سنے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے حاضر خدمت ہونا چاہتا ہوں۔ جو دن اور وقت آپ پسند کریں میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ صرف یہ خیال ہے کہ واپسی لندن کے لئے مجھے ٹرین مل جاوے۔

آپ کا مخلص

آئی لیونرڈ

مکرمی بندہ۔ میں نے حال میں قرآن مجید کا اُردو ترجمہ پڑھا۔ جس سے مجھے اسلام کے متعلق مزید حالات معلوم کرنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ اگر آپ مجھے "اسلام کیا ہے" کے متعلق کچھ لٹریچر بھیج دیں۔

آپ کا تابعدار

اے۔ ایم۔ میکڈر۔ متھ۔

---

۲۷ گرین سٹریٹ۔ آربروتھ۔ اینگس

جناب عالی۔ آپ کے خط اور اسلامی لٹریچر کا، جو آپ نے ازراہِ کرم میری درخواست پر مجھے ارسال کئے۔ نہایت شکریہ مجھے اسلامک ریویو سے بیحد دلچسپی ہے دیگر پمفلٹ بھی میرے لئے تسلی بخش ہیں۔ اوقات فرصت میں۔ مَیں ان کا اعادہ کروں گا۔ تا کہ مجھے عیسائیت اور اسلام کے مابین اصولی فرق سمجھ آجائے۔

آپ نے جن حضرات کے پتے مجھے ارسال فرمائے ہیں۔ مَیں ان سے بھی اظہارِ خیال و آرار کروں گا یعنی ایڈنبرگ میں۔ مَیں وہاں بہت جلد جانے والا ہوں۔ زیادہ سہولیت ہوگی۔ اگر آپ ان حضرات کو میری روانگی سے پیشتر ہی میرے ارادہ سے مطلع کر دیں۔ اور وہاں کی مسلم سوسائٹی کے متعلق بھی تفصیلات حاصل کریں۔ تحقیق اور شکوک کے ازالہ کے بعد میں آپ کو اپنا فوٹو اور اعلان اسلام ارسال کروں گا۔ اس دوران میں اگر اور مزید اسلامی حالات مجھے بہم پہنچائے جا سکتے ہیں۔ تو عین نوازش ہوگی۔

(دستخط) ہیکٹر

ایک دلی تڑپ

ایلڈر شارٹ ۲۷ جون ۱۹۳۵ء

جناب عالی۔ میری دلی خواہش ہے۔ کہ میں فوراً حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاؤں۔ آج کل میں کلیسائے انگلستان کے ایک ممبر کی حیثیت رکھتا ہوں۔ لیکن میرے دل و دماغ میں عیسائیت کے خلاف سخت نفرت کے جذبات ہیں۔ مذہب کلیسا ہو خواہ دیگر اس کے مخالف رومن کیتھولک چرچ۔ مجھے ان سے کوئی تسلی نہیں۔

اگر آپ مجھے تفصیلات سے مطلع کریں تو میں نہایت ممنون ہونگا۔

عقیدت کیش

دستخط (پی۔بی)

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴-۶-۳۵	۱۷۷	جناب سلطان احمد صاحب مشن	۰	۰	۲۵
〃	۱۷۸	〃 چودھری محمد نور غنی صاحب 〃	۰	۰	۲۰
〃	۱۷۹	〃 محمد ایوب صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	۱۸۱	〃 اسحاق تار محمد صاحب 〃	۰	۰	۱
۵-۶-۳۵	۱۸۲	〃 منہاج الدین صاحب 〃	۰	۰	۱۰
۶-۶-۳۵	۱۸۷	〃 ایس عبد القادر صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	۱۸۹	واپسی پیشگی از جناب اکونٹنٹ صاحب بحوالہ بل نمبر ۴	۰	۷	۹۶۵
〃	۱۹۰	〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۵	۶	۴	۱۹۴
〃	۱۹۱	〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۶	۰	۰	۵۸
〃	۱۹۲	〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۷	۰	۱۰	۶۱۷
〃	۱۹۳	〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۸	۰	۰	۶۲۰
۷-۶-۳۵	۱۹۴	جناب خانصاحب رحمت اللہ صاحب بعوض مفت تقسیم کتب ہمدرد یوم النبی ...	۰	۸	۳۲
〃	۱۹۵	جناب عبد الرحیم صاحب مشن	۰	۰	۲۵
۸-۶-۳۵	۲۰۰	〃 مرزا سر محمد اسمٰعیل صاحب 〃	۰	۰	۱۵۰
〃	۲۰۱	〃 ایم جناب سلطان محی الدین صاحب 〃	۰	۰	۲۵
〃	〃	〃 کپتان محمد نصیر احمد صاحب 〃	۰	۰	۱۵
〃	〃	〃 عبد الخالق صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 مسٹر ایم اے غنی صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 حاجی عیسیٰ حاجی عثمان صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 مولوی احمد غفور صاحب 〃	۰	۰	۱۰
۱۱-۶-۳۵	۲۰۵	〃 کے۔ بی۔ مولوی جی۔ جے قریشی صاحب 〃	۰	۰	۵۰
	۲۰۶	〃 عبد الکریم صاحب 〃	۰	۰	۵
۱۵-۶-۳۵	۲۲۰	〃 ایم۔ احمد سعید صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	۲۳۰	واپسی پیشگی از جناب خواجہ سیکرٹری صاحب	۰	۰	۱۵۰
〃	۲۳۶	جناب ایس ایس سعادت حسین صاحب رقوم واپسی پیشگی	۰	۸	۳
〃	۲۳۲	〃 مس شمس خاتون صاحبہ ..... مشن	۰	۲	۰
۱۷-۶-۳۵	۲۴۷	〃 جناب چودھری نور غنی صاحب	۰	[illegible]	۲۰
〃	۲۴۸	کارا اینڈ کمپنی 〃	۰	۰	۱۰
〃	۲۶۹	جناب محمد امام دین صاحب عاکف یوم النبی نمبر ووکنگ گزٹ	۰	۸	۳
۱۸-۶-۳۵	۲۹۰	جناب منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۳۵۰
۱۹-۶-۳۵	۳۱۲	واپسی پیشگی از جناب اکونٹنٹ صاحب بحوالہ بل نمبر ۹	۰	۰	۵۷
〃	۳۱۳	〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۱۰	۰	[illegible]	۲۲
〃	۳۱۴	〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۱۱	۰	۴	۲۳

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۹-۶-۳۵	۳۱۵	واپسی پیشگی از جناب اکونٹنٹ صاحب بحوالہ بل نمبر ۱۲	۰	۴	۵۶
〃	۳۱۶	〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۱۳	۰	۱۱	۲۶۷
〃	۳۱۷	جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب ... مشن	۰	۰	۱۵
〃	۳۱۹	〃 ڈاکٹر ایم اکبر صاحب	۰	[illegible]	۱
〃	۳۲۱	بذریعہ سیکرٹری صاحب ٹرسٹ			
		جناب شریف احمد علی صاحب --- ۲۵			
		〃 ایم۔ ایچ چیڈا صاحب --- ۲۵			
		〃 عبد الرحمٰن خانصاحب --- ۲۵			
		〃 ضیاء الدین صاحب --- ۲۵			
		〃 سید معراج میاں صاحب --- ۲۵			
		〃 قادر محمد صاحب --- ۲۵			
			۰	۰	۱۵۰
〃	۳۲۲	بذریعہ سیکرٹری صاحب ٹرسٹ			
		جناب منیجر تھوباشا صاحب --- ۵۰			
		معرفت انجمن اسلامیہ بادورا --- ۸۴			
		جناب حاجی موسیٰ سیٹھ اینڈ کو --- ۲۵			
		〃 محمد رضا صاحب --- ۱۰			
		〃 طیب موسیٰ حاجی صاحب اینڈ کو --- ۵۱			
		〃 غلام غوث صاحب --- ۸			
		〃 ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب --- ۱۰			
		〃 حاجی جبیر احجی سیٹھ صاحب --- ۲۵			
		〃 کریم سیٹھو صاحب --- ۲			
		〃 علی خان صاحب --- ۵			
		〃 حسین بیگ صاحب --- ۵			
		〃 صاحب --- ۱۰			
			۰	۰	۲۸۵
〃	۳۲۳	بذریعہ جناب سیکرٹری صاحب			
		جناب مولوی عبد المجید صاحب ۰-۰-۵			
		〃 حسین خانصاحب ۰-۸-۷	۰	۸	۱۲
۱۹-۶-۳۵	۳۲۴	بذریعہ سیکرٹری صاحب ٹرسٹ			
		جناب کے۔ ایس رسول صاحب --- ۱۰			
		〃 ایم سلطان باشا صاحب --- ۵			
		〃 یو مخدوم ابراہیم صاحب --- ۴			
		〃 کے ابراہیم صاحب --- ۴			
		〃 اے۔ ایس حسین صاحب --- ۴			

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
19-6-35	۳۴۴	بذریعہ سیکرٹری صاحب ٹرسٹ			
		جناب دی شیخ امام صاحب . — — ۳			
		" ایم قادر پاشا صاحب — ۸ — ۳			
		" عبدالوہاب خانصاحب . — . — ۳			
		" ایچ محی الدین پاشا صاحب . — ۸ — ۲			
		" ایس محمود شاہ صاحب . — . — ۲			
		" ایس یعقوب صاحب . — . — ۲			
		" محبوب خانصاحب — . — ۲			
		" ایم عنایت اللہ صاحب . — . — ۲			
		" اے ٹی غلام غوث صاحب — . — ۲			
		" اے نصیر الدین صاحب . — . — ۲			
		" ای شیخ ابراہیم صاحب — . — ۲			
		" سید خانصاحب . — . — ۲			
		" شاباش خانصاحب . — . — ۱			
		" علاؤالدین صاحب . — . — ۱			
		" ایم شیخ حسین صاحب . — . — ۱			
		" اے عبدالستار صاحب . — . — ۱			
		" اے شیخ محی الدین صاحب . — . — ۱			
		" ای امیر پاشا صاحب . — . — ۱			
		" ایم عبداللطیف صاحب . — . — ۱			
		" کے محبوب ابراہیم صاحب . — . — ۱			
		" ایس ایم شیخ داؤد صاحب . — . — ۱			
		" وی زین العابدین صاحب — — ۱			
		" کے یوسف خانصاحب — . — ۱			
		" عبدالرحمن صاحب — . — ۱			
		" ایم عبدالعزیز صاحب — . — ۱			
		" مقبول حسین صاحب . — . — ۱			
		" آدمسا صاحب . — . — ۱			
		" شیخ فرید صاحب . — . — ۱			
		" پی محمد شریف صاحب . — . — ۱			
		" علاؤالدین صاحب — . — ۱			
		" اے ابراہیم صاحب . — . — ۱			
		" ایم عبدالحمید صاحب . — . — ۱			
		" شاباش صاحب . — . — ۱			
19-6-35	۳۴۴	جناب شیخ محی الدین صاحب . — — ۱			
		" غوث صاحب . — ۱۲ —			
		" اے ایس ابراہیم . — ۸ — .			
		" ای جی محی الدین صاحب — ۸ — .			
		" اے محمد قاسم صاحب . — ۸ — .			
		" یو قادر پاشا صاحب . — ۸ — .			
		" ایس سلیمان صاحب . — ۸ — .			
		" علی خانصاحب . — ۸ — .			
		" قادر نواز خانصاحب . — ۸ — .			
		" ایچ عبدالعزیز صاحب . — ۸ — .			
		" میراں خانصاحب . — ۸ — .			
		" بیرم خانصاحب . — ۸ — .			
		" غلام دستگیر صاحب . — ۸ — .			
		" کتھیریال صاحب . — ۸ — .			
		" مسٹر ایم این ابراہیم صاحب — — ۱			
		" خواجہ ابراہیم صاحب . — . — ۱			
		۰ — ۱۲ — ۸۷	۸۷	۱۲	۰
20-6-35	۳۴۵	جناب عبدالحمید خان صاحب زکوٰۃ	۵	۰	۰
5-35	۳۴۶	افریقن مسلم سوسائٹی اسلامک ریویو	۴۴	۴	۰
21-6-35	۳۴۳	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب مشن	۵	۰	۰
24-6-35	۳۴۴	" قاضی عبدالجلیل صاحب "	۱	۴	۰
25-6-35	۳۵۴	" ایس مہدی امام صاحب	۴	۰	۰
6-35	۳۰۱	" جناب حاجی مرزا محمد صدیق صاحب زکوٰۃ	۱۰	۰	۰
5	۳۴۴	" اسحاق تارمحمد صاحب مشن	۱	۰	۰
27-6-35	۳۴۰	" عبدالغفور صاحب زکوٰۃ	۵	۰	۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۸۴۴	۳	۰
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام	۹۲	۴	۰
		فروخت ووکنگ گوٹ	۳۰	۱۳	۰
			۵۴۷	۱۰	۶

خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	روپیہ	آنہ	پائی
۴-۶-۳۵	۳	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء	۹۶۵	۷	۰
		(واپسی پیشگی)			
″	۴	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۳۵ء	۹۶۵	۷	۰
″	۵	بل سفر خرچ جناب سیکرٹری صاحب بحوالہ بل نمبر ۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲ . . . واپسی پیشگی . . .	۱۸۴	۶	۶
″	۶	میسر غلام محمد معراج دین صاحب بابت جلد سازی رسالہ اشاعت اسلام مئی ۱۹۳۵ء اور اسلامک ریویو و گزٹ	۵۸	۰	۰
		(واپسی پیشگی)			
″	۷	لاہور امپریسٹ بل بہ تفصیل ذیل:- کاغذ اسلامک ریویو میسرز ایسٹرن ایکسپریس کی معرفت ۳۶۱—۱۵—۰ محصول اکسائز لاہور ۱۹—۰—۰ کرایہ بیل از کراچی تا لاہور ۱۳۱—۷—۰ کرایہ بیل گاڑی ۴—۸—۰ تانگہ بینک گودام ریلوے اور سول ملٹری گزٹ ۰—۱۲—۰	۵۱۷	۱۰	۰
		(واپسی پیشگی)			
[illegible]	۸	بل امپریسٹ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۳۴۱۰۴ مورخہ ۱۲/۴ تا ۱۰۷۶۵ مورخہ ۹/۵ و از نمبر [illegible] مورخہ ۹/۵ تا نمبر ۳۵۱ مورخہ ۳/۶	۶۲	۰	۰
		(واپسی پیشگی)			
۱۷-۶-۳۵	۹	میسرز دین پرنٹنگ پریس لاہور بابت طباعت ووکنگ مسلم گزٹ نمبر ۳-۴-۵-۶ وغیرہ	۵۷	۰	۰
		(واپسی پیشگی)			
″	۱۰	میسرز دین پرنٹنگ پریس بابت طباعت کاغذ جلد سازی متعلقہ [illegible] بزبان گجراتی	۲۲	۰	۰

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	روپیہ	آنہ	پائی
		(واپسی پیشگی)			
۱۷-۶-۳۵	۱۱	میسرز شیر محمد اینڈ سنز جلد سازی و کتابت ضمیمہ رسالہ اشاعت اسلام و کتاب "قوت اسلام بزبان انگریزی"	۷۳	۱۴	۰
		(واپسی پیشگی)			
″	۱۲	میسرز متھراداس چھبیل لال۔ کاغذ برائے رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ اپریل و مئی ۱۹۳۵ء	۵۶	۴	
		(واپسی پیشگی)			
۱۷-۶-۳۵	۱۳	مولوی عبدالمجید صاحب بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء	۲۶۷	۱۱	-
		(واپسی پیشگی)			
″	۱۴	رقم پیشگی خواجہ عبدالغنی صاحب سکریٹری ٹرسٹ	۱۵۰	۰	۰
		(واپسی پیشگی)			
″	۱۵	میسرز سول اینڈ ملٹری گزٹ طباعت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۳۵ء	۳۱۲	۴	۰
″	۱۶	میسرز دی نیو یونین پریس لاہور بابت طباعت لفافہ جات و کتاب "قوت اسلام" بزبان انگریزی	۱۹۵	۱۴	۰
″	۱۷	مولوی عبدالمجید صاحب بابت ماہ مئی ۱۹۳۵ء	۲۶۷	۱۱	۰
″	۱۸	میسر غلام محمد معراج الدین صاحب بابت جلد سازی کتاب انگریزی "اسلام کی دلفریبیاں" و اسلامک ریویو و اسلامک ریویو	۲۵۸	۰	۰
″	۱۹	ادائیگی رقم بابت فروخت ترجمہ قرآن کریم از حافظ غلام سرور صاحب (علی الحساب) مبلغ [illegible] پونڈ	۵۲۵	۱۱	۱۰
″	۲۰	رقم پیشگی جو ووکنگ ارسال کی گئی [illegible] پونڈ	۶۶۶	۱۱	۰
۲۹-۶-۳۵	۲۱	واپسی پیشگی از جناب سکرٹری صاحب مولوی عبدالمجید صاحب	۱۸۹	۲	۹

خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۲۹-۶-۳۵	۲۲	طباعت ووکنگ گزٹ - واپسی پیشگی	۰	۰	۳۳
″	۲۳	بل امپیریسٹ بہ تفصیل ذیل:-			
		محصول ڈاک از نمبر ۵۲۳ تا ۶۲۰ ۰ — ۰ — ۹۵			
		کاغذ رسالہ اشاعت اسلام ۰ — ۰ — ۱۰			
		طباعت رسالہ اشاعت اسلام ۰ — ۸ — ۲۱			
		کتابت رسالہ اشاعت اسلام ۰ — ۰ — ۳۵			
		ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام ۰ — ۰ — ۳۷			
		سفر خرچ سکرٹری صاحب ... — ۶			
		پروف ریڈنگ اسلامک ریویو ... — ۲۹ گزٹ			
		بلاک اسلامک ریویو ۰ — ۸ — ۷			
		کرایہ دفتر اپریل-مئی ۰ — ۰ — ۶۰			
		— ۸ — ۳۰۸			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
		میزان سابقہ ۰ — ۸ — ۲۰۱			
		طباعت کتب ۰ — ۴ — ۱۱			
		ووکنگ مسلم گزٹ ۶ — ۵ — ۳۸			
		پبلسٹی پیپر و نیوز ۹ — ۱۰ — ۳۲			
		سٹیشنری ۰ — ۳ — ۱۳			
		تالیف قلوب ۹ — ۶ — ۷			
		کتب خریدہ برائے دفتر — ۵ — ۴			
		رقوم واپسی ۰ — ۱۳ — ۹			
		فرنیچر ۳ — ۱۴ — ۱۱			
		تاریں ۰ — ۱۳ — ۷			
		متفرق — ۸ — ۵۶			
		موسمی اخراجات ۶ — ۴ — ۱			
		۰ — ۰ — ۵۰۰	۰	۰	۵۰۰
		واپسی پیشگی	۷	۱۵	۲۰۳۵

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

تاریخ	کرپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۶-۶-۳۵	۲۰۲	جناب مسعود حسین صاحب صدیقی مفت تقسیم	۰	۰	۲۰
″ ۲۴-۶-۳۵	۲۰۶	″ نواب ایم ایچ کی صاحب ″	۰	۰	۲۵

تاریخ	کرپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۰-۶-۳۵	۲۲۷	سید تصدق حسین صاحب بغداد ۵ر اسلامک ریویو کی مفت تقسیم	۰	۰	۲
			۰	۰	۴۷

تفصیل آمد سرمایہ محفوظ بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۳-۶-۳۵	۳	جناب خواجہ جلال الدین صاحب ۰ — ۰ — ۱			
		″ کے ایس محمود صاحب ۰ — ۰ — ۱			
		″ خواجہ عبد الغنی صاحب ۰ — ۸ — ۲	۰	۸	۴
۶	۵	جنابہ بیگم صاحبہ خواجہ صلاح الدین محمود صاحب		۰	۱
″	۶	جناب محمد ورث خانصاحب ۰ — ۴ — ۰			
		″ قادر داد خانصاحب ۰ — ۴ — ۰			
		″ امانت محمد صاحب ۰ — ۴ — ۰			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۲۰-۶-۳۵	۶	جناب ایم سعید صاحب ۰ — ۴ — ۰			
		″ ایم عبد الحق صاحب ۰ — ۴ — ۰			
		″ اے رشید احمد صاحب ۰ — ۴ — ۰			
		″ محمد اشرف ڈار صاحب ۰ — ۴ — ۰	۰	۱۲	۱
		جنابہ مسز عبد الرشید خانصاحب	۰	۰	۵
		جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب	۰	۰	۵
		میزان	۰	۴	۱۷

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہلِ اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے "اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت ہیں"۔

مذہب کا مقصد اسلام اپنے پیروؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آسکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں۔ مسلمان یعنی اسلام کے پیرو ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم، موسیٰ، و عیسیٰ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی۔ راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے۔ مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دست برد کی وجہ سے محرف و مبدل ہو گئیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازۂ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رُو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے۔ جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہو گی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آیندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آیندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دُنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کر لیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے۔ یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور تمام نقائص سے پاک کرنے نیز جنتی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دُنیا میں روحانی حالت کا عکس ہو گی۔

ایمان کے چھٹے رُکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر قسمت یا تقدیر کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس معنے میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازہ ما قبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے بُرا بنا دیتا ہے۔

ارکانِ اسلام اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادرِ مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اُس کی مانند نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابلِ تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے رحمٰن اور رحیم ہے۔ اعلیٰ اور اکبر ہے۔ جمیل اور قدیم ہے۔ غیر محدود ہے۔ اول اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل

ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطور خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو۔ مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دُنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات الٰہیہ سے مُتصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد از روئے اسلام

مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتےٰ کہ وہ فرشتوں سے بالاتر اور اُلوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ

عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد و عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساواتِ انسانی اور اخوتِ اسلامی

اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔ نسل، دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں۔ نیکی اور خدمت انسان ہی اصلی خوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ و نسل و عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر

اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلاف رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم

طلب علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصول علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب

اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال

انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیاز شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مُقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غربا کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کار ہائے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل براندرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان)

کو تحریر فرمائیے

Printed by Mian Hasis Dad Muslim Printing Press, Lahore & Published by [illegible]

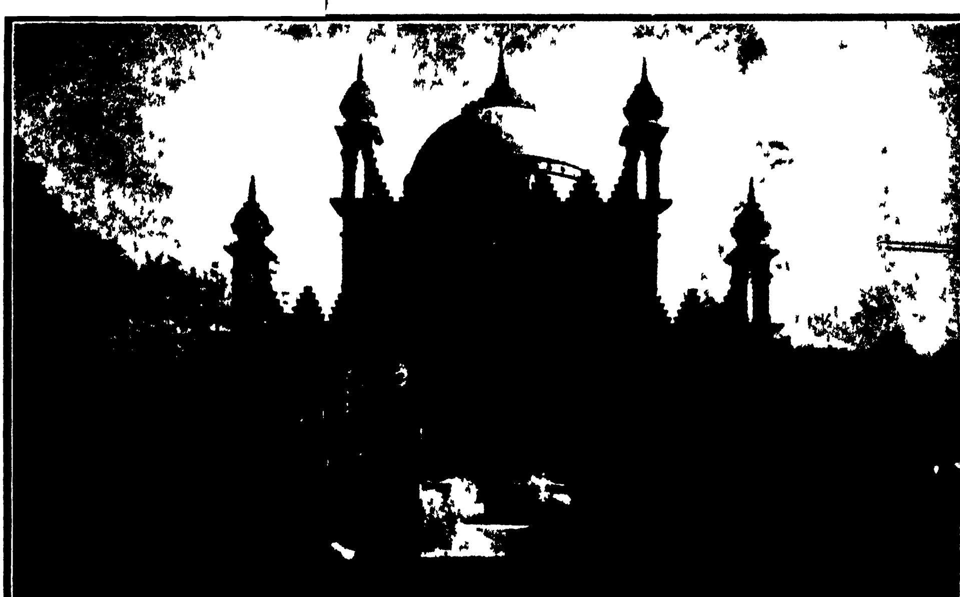
رسائل
۱۵۷

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْ

رسالہ اشاعت

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (۳/۸) سالانہ — قیمت پانچ روپے (۵) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

عہدہ داران

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہو چکے ہیں

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

عہدہ داران

ضروری نوٹ: تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن۔ عزیز منزل لاہور۔ تمام خط وکتابت بنام سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ



COL. DONALD S. ROCKWELL.

Col. Rockwell was born at Taylorville, Illinois, U. S. A., and was educated at Springfield High School, Washington. He completed his studies at the Universities of Washington and Columbia where he won many scholastic honours. Col. Rockwell is a poet, literary critic and an author, and Editor-in-Chief of *Radio Personalities*. Two of his well-known works are *Beyond the Brim* and *Bazar of Dreams*. Col. Rockwell is a famous world-traveller and has visited many Muslim countries. He intends to perform the Piligrimage to Mecca in the near future. -Ed. *I. R.*]

سب سے بڑھکر یہ نیکی ہے۔ کہ آپ رسالہ ھٰذا کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ
انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے
رسالہ ہٰذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے لیے کُل اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۲ | بابت ماہ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ | نمبر ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ مارچ ۱۹۳۵ء

شذرات

اسلامی برادری میں ایک جلیل القدر شخص کا اضافہ

قارئین کرام یہ مژدہ جانفزا سنکر یقیناً خوش ہونگے۔ کہ کرنل ڈی۔ ایس راک ویل نے، جو کہ ایک مشہور سیاح، لکچرار۔ شاعر۔ نقاد۔ مصنف ریڈیو پرسنلیٹیز کے ایڈیٹر بھی ہیں۔ ذیل کا خط امام صاحب مسجد ووکنگ کی خدمت میں وانہ کیا ہے اس ماہ کے رسالہ کو صاحب موصوف کے فوٹو سے زینت دیجاتی ہے۔ ذیل کے گرامی مکتوب کے بعد آپ کا ایک زبردست مضمون "اسلام کی جاذبیت" کے عنوان سے شائع کیا جاتا ہے جو امید ہے کہ قارئین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔

"اسلامی عقائد کی سادگی، اس کی زبردست اپیل۔ اس کی مساجد کا دلکش منظر، اور مسلمانوں کا خلوص اور تقویٰ، دنیا کے لاکھوں مسلمانوں کی پاکیزہ زندگی جو دن رات ہمارے مشاہدہ میں آتی ہے۔ جو کہ پنجوقتہ نماز میں خلوص کے ساتھ ادا کرتے ہیں ان سب حقائق نے ابتداء ہی میری توجہ اسلام کی طرف مبذول کر دی تھی۔ اور اسلامک ریویو کا مطالعہ میرے لئے مزید تسلی اور روشنی کا باعث ہوا۔ اور اس سلسلہ میں ووکنگ مشن کی شاندار اور اعلےٰ خدمات کا ذکر کرنا بھی شاید غیر مناسب نہ ہوگا۔ اور میں اپنے اسلامی بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں حتی الوسع احیائے علوم اسلامیہ کے لئے کوشاں رہونگا۔ اور میری دلی خواہش ہے کہ اسلام مغربی ممالک میں زیادہ استوار اور شاندار نتائج پیدا کر سکے:-

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اسلام کی جاذبیت

از قلم (کرنل) ڈی۔ ایس۔ راکویل

اسلامی تعلیمات کی سادگی، اسلامی مساجد کا مؤثر اور جاذب ماحول، مسلمانوں کا خلوص، ان کا پابندی کے ساتھ پنجوقتہ نمازوں میں خضوع وخشوع یہ سب باتیں ایسی ہیں جنہوں نے مجھے ابتداء ہی سے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے بہت سے دلائل ایسے ملے جنہوں نے میرے فیصلہ پر مہر توثیق ثبت کر دی۔ زندگی کا خوش آیند تخیل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی اور عملی کوششوں کا متفقہ ثمرہ۔ پند ونصائح، رافت وسخاوت کی تعلیم۔ رواداری حقوق نسواں کی حفاظت اور اُن کے علاوہ دوسرے خصائص تعلیم جن سے آنحضرت صلعم نے دنیا کو سرفراز کیا۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ جنہوں نے مجھے یقین دلا دیا کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے جس کا خلاصہ خود آنحضرت صلعم نے اس قول میں پیش کر دیا ہے۔ کہ "عقل وتوکل" آپ نے دنیا کو عمل کا ایک اعلیٰ نظام عنایت کیا۔ جو کہ تقلید کورانہ سے پاک ہے۔ جس میں انسان، اُس عالم الغیب والشہادۃ پر ایمان لاتا ہے اور اُسے اس امر کی تسلی ملتی ہے کہ اگر وہ اپنا فرض ادا کر دے تو پھر اللہ کی نوازش پر تکیہ کرے۔ اسلام کی روادارانہ سپرٹ جو وہ دوسرے مذاہب کے متعلق تلقین کرتا ہے۔ ایسی ہے کہ ہر حریت پسند اس کی قدر کرے گا۔ آپ نے اپنے متبعین کو حکم دیا۔ کہ اہل کتاب کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کریں۔ اور حضرت ابراہیمؑ۔ عیسیٰؑ۔ موسیٰؑ۔ یحییٰؑ سب کی یکساں طور پر عزت کریں۔ یقیناً یہ طرز عمل نہایت فیاضانہ ہے۔ اور اسلام کو دیگر مذاہب عالم سے ممتاز کرتا ہے۔

اسلام میں ہر قسم کی بت پرستی اور شرک کی ممانعت ہے حتیٰ کہ تصویر پرستی اور اولیاء کی اُن تصاویر کی عزت بھی ممنوع ہے۔ جو ہم عموماً گرجوں کی دیواروں اور کھڑکیوں کے شیشوں پر دیکھتے ہیں۔ یا جو زیارت گاہوں پر نظر آتی ہیں۔ اور یہ تعلیم اسلام کی پاکیزگی اور عمدگی کی روشن دلیل ہے۔ مسلمانوں کی نظر میں صرف ایک اللہ کا جلوہ سمایا ہوا ہے۔ مسجد۔ مکان۔ دل ودماغ سب جگہ اُسی کا ظہور ہے۔ یہ جلوہ، رنگا رنگ نقوش اور تصاویر سے بالکل پاک ہے۔ اور مسلمانوں میں آنحضرت صلعم کی تصویر رکھنے کا رواج بھی نہیں ہے۔ محض اس لئے کہ کوئی چیز، توحید الٰہی میں مخل نہ ہو سکے۔ اور آپ نے نہایت دانشمندی کے

سالۃ خود اس کی ممانعت فرما دی تھی۔ تاکہ اسلام میں کسی طرح بُت پرستی رائج نہ ہو سکے۔ اور قرآنی تخیل توحید میں کسی رنگ کی آمیزش نہ ہو۔ اسلام میں مسیحیت کی طرح اس امر کی اجازت نہیں ہے۔ کہ پیغمبر اسلام کی بھی۔ خدا کے بیٹے کے رنگ میں پرستش کی جائے۔ یا آپ کی والدہ سے دُعائیں مانگی جائیں۔ یا الوہیت کو اقانیم ثلاثہ میں منقسم کر دیا جائے۔ اور ان میں ایک اقنوم کو انسان کا منجی تسلیم کیا جائے مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو الوہیت کے مرتبہ پر فائز نہیں کیا ہے۔ صرف انسان مانا ہے۔ انہوں نے اپنی عقیدت کے جوش میں آپ کو خدا نہیں بنا لیا۔ جیسا کہ مسیحیت میں اکثر شہدا کو الوہیت کا درجہ دیدیا گیا ہے۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم میں۔ حکیمانہ عقائد کی آمیزش کیگئی ہے۔ قرآن مجید آج بھی ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ اپنے نزول کے وقت تھا۔ اس میں ایک حرف کی کمی یا بیشی نہیں ہوئی وہ ایسا ہی پاکیزہ ہے۔ جیسا کہ ایک مسلمان کا دل۔

اسلام میں پرہیزگاری اور اعتدال کی تعلیم پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اور ان دو باتوں نے میرے دل کو پورے طور پر مفتوح کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اُمت کی صحت اور پاکیزگی کا بہت خیال تھا۔ اسی لئے آپ نے اُن پر روزہ فرض کیا۔ تاکہ وہ خواہشات نفسانی پر غالب آسکیں۔

امسال موسم گرما میں مجھے اسپین کے تمام بڑے گرجوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جن میں سے اکثر پہلے مساجد تھے۔ اس کے بعد مجھے فیض۔ مراکش۔ رباط۔ مقنس۔ طیطان اور دوسرے مراکشی شہروں میں مسلمانوں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے کا اتفاق ہوا۔ جب کہ میں نے اسپین کے بڑے گرجوں میں ارغنون کے نغمے سُنے اور بخوردانوں میں خوشبو سلگتی ہوئی سونگھی، جس کا دھواں اونچے ستونوں کے اردگرد جمع ہو رہا تھا۔ تو اگرچہ ان باتوں سے قدرے مسرت محسوس ہوئی۔ لیکن مذہب کو ابتدائی باتوں سے بالاتر ہونا چاہیے۔ یہ صرف دل خوش کن نظارے ہیں۔ جن کا ہماری روحانیت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مذہب میں عبادت ایسی ہونی چاہیے۔ جو سنجیدگی پیدا کرے اور شان و نمائش ظاہری سے پاک ہو۔ موسیقی اور بخورات سے جذباتی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن روحانی سرگرمی پیدا نہیں ہو سکتی یہ تو اُن لوگوں کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ جو روحانیت میں بہت کمزور ہوں۔ اور یہی چیزیں مسیحیت کی روح رواں ہیں۔ اس میں ان سے بالاتر کوئی چیز نہیں مل سکتی۔ لیکن جب میں استامبول۔ دمشق۔ بیت المقدس قاہرہ۔ الجیریا۔ طانجیر۔ فیض۔ اور دوسرے شہروں کی مساجد میں گیا تو مجھے ایک زبردست رد عمل کا احساس ہوا۔ یعنی اسلام اپنی سادگی

کے باوجود انسان کے اعلیٰ روحانی جذبات سے اپیل کرتا ہے۔ یہاں ظاہری نمود اور شان کا نام نہیں ہے۔ نہ نغمہ ہے نہ باجا نہ تصاویر ہیں نہ نقوش نہ آثار پرستی ہے نہ رسوم مسجد۔ مجاہدہ اور مراقبہ کا مقام ہے جہاں انسان۔ خدا تعالیٰ کی حضوری میں اپنی خودی کو فراموش کر دیتا ہے۔ اور اس کے رگ و پے میں خدا کا رنگ سما جاتا ہے۔ یہاں پر انسان کی توجہ کو ایک نقطہ پر مرکوز کرنے کے لئے کسی خارجی محرک یا باجہ یا نغمہ یا بخور کی ضرورت نہیں ہے۔

اسلام کی شان جمہوریت نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا ہے۔ شاہ و گدا دونوں شانہ بشانہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور عاجزی کے ساتھ رکوع و سجود کرتے ہیں۔ مسجد میں رؤسا کے لئے مخصوص مقامات نہیں ہیں۔ سب برابر ہیں۔

کسی مذہب کی دل آزاری کے بغیر اس حقیقت کا اعلان کرتا ہوں کہ رہبانیت انسان کی روحانی نشو و نما کے لئے کوئی مفید چیز نہیں ہے۔ ایک مجرّد اور گوشہ نشین سے کہیں بڑھکر، ایک دنیادار آدمی خانگی اور اہلی زندگیوں کے مسائل کو سمجھ سکتا ہے۔ اور جب کہ یہ ہم دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات، بہت سے پادری جسمانی کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تو یہ نظارہ نہایت افسوسناک ہوتا ہے۔ اسلام میں نہ کوئی رہبانیت ہے۔ نہ پادریوں کا نظام۔ اور نہ کلیسائی حکومت۔ نیز اسلام میں خدا اور بندے کے درمیان کوئی واسطہ تسلیم نہیں کیا گیا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی۔ واسطہ نہیں بنایا گیا۔ مسلمان براہ راست اپنے خدا کو پکار سکتا ہے۔ اور اس سے التجا کر سکتا ہے۔ اُسے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے کے لئے کسی پادری یا مولوی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ نجات کے لئے کسی کی سفارش درکار ہے۔

اس کے علاوہ مجھے سفر کے دوران میں، اسلامی اخوت، اور مساوات کے اعلیٰ نظارے جن میں ذات، نسل، قومیت، رنگ کو دخل نہیں۔ اکثر دیکھنے کو ملے ہیں اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے مجھے شدت کے ساتھ اپنی طرف کھینچا۔ جس جگہ مجھے جانے کا اتفاق ہوا، لندن۔ پیرس۔ نیویارک۔ مراکو۔ ہندوستان۔ ترکی۔ شام۔ ایران۔ مصر۔ اور پولینڈ غرضکہ ہر جگہ مسلمانوں نے خلوص کیساتھ میرا خیر مقدم کیا۔ اور میں ان کی مہماں نوازی سے بہت متاثر ہوا۔

اس سفر میں اسلامک ریویو کے پرچے جو امریکہ میں مجھے ملتے رہے۔ میرے اندر اسلامی رنگ قائم کرنے۔ اور اسلام سے محبت کرنے میں خاص طور پر معاون ہوئے اور مجھے یہ ایک خوشگوار فرض

معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں اس اسلامی خدمت کی تحسین کروں۔ جو ووکنگ مشن انجام دے رہا ہے۔ اور میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں احیائے اسلام کے لئے حتی المقدور کوشش کروں گا۔ تاکہ اسلام کا پرچم مغربی ممالک میں مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائے۔

مصنف	اڈیٹر اِن چیف
(کرنل) ڈی ایس راکویل	"ریڈیو پرسنالیٹیز"

مسٹر اے اے ورنبج کے خط کی نقل

اخی المکرم فی الاسلام۔

میں آپ کے خط مورخہ ۲۰-۱۱-۴۳ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مَیں نے دونوں پمفلٹ اور اسلامی نماز کا مطالعہ کر لیا۔ اور اب میں نماز کو حفظ یاد کر رہا ہوں میں اپنی اوّلین فرصت میں ووکنگ مسجد آنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ ہر اتوار کو اسلام پر لکچر ہوتے ہیں۔ براہ کرم اوقات لکچر سے مطلع فرمایئے۔ تاکہ بشرط امکان میں حاضر ہو کر مستفید ہو سکوں۔ مجھے صرف اتوار کو فرصت مل سکتی ہے۔

کیا میرے ضلع کے گرد و نواح مثلاً الڈرشاٹ۔ الٹن یا بیسنگ سٹوک میں کوئی مسلمان موجود ہے؟ اگر کوئی ہو تو اُن کے نام اور پتہ سے مطلع فرمایئے تاکہ میں اُن سے ملاقات کر سکوں۔

اسلامی نماز کے آخر میں بعض احادیث نبویؐ کے مطالعہ سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ اگر میں آنحضرت صلعم اور اللہ تعالیٰ کے متعلق مزید معلومات حاصل کروں تو بہت فائدہ حاصل ہوگا اور ایسا کرنا میرا فرض اوّلین ہے۔ خصوصاً آنحضرت صلعم کے متعلق مزید واقفیت حاصل کرنا میرے لئے لازمی ہے۔

قرآن مجید کا کیا ہدیہ ہے؟ میں اس کرسمس کے موقع پر ایک نسخہ اپنے لئے خریدنا چاہتا ہوں۔ اور کرسمس کا تہوار، اب میرے لیئے صرف ایک ایسا موقع ہے جب کہ خاندان کے افراد سے یکجائی طور پر ملاقات ہو جاتی ہے۔

چونکہ میری آمدنی محدود ہے۔ اس لئے میں اسلامک ریویو کی خریداری کے لئے دس شلنگ روانہ

کر دُوں گا۔ تاکہ نئے سال سے مجھے باقاعدہ پرچہ ملنے لگے۔ اگر آپ کے پاس کچھ مفت لٹریچر ہو تو مجھے ارسال فرمایئے۔ تاکہ میں اسلام کے محاسن اپنے احباب کے سامنے بیان کروں اور اُن کو بھی دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کروں۔ میں اپنے اعلانِ اسلام کی نقل روانہ کر رہا ہوں اور جس وقت ممکن ہوا۔ اپنا فوٹو بھی بھیج دوں گا۔ میں بہت مسرور ہوں کہ مجھے صراط مستقیم حاصل ہو گئی ہے۔ میں سمجھتا تھا۔ کہ مجھے اس زندگی میں یہ نعمت نصیب نہیں ہوگی۔ خدا تعالےٰ اس کارخیر میں آپ کی مدد کرے۔ والسلام۔

آپ کا بھائی

اے اے ورینج (ایک مخلص مسلمان)

لندن میں مسلم ایٹ ہوم

ایک اطالوی نواب حلقۂ اسلام میں

"مسلم سوسائٹی آف دی گریٹ برٹین"۔ مسٹر ثناءاللہ کو جو خانہ کعبہ کے حج کے لئے جا رہے ہیں۔ اور وہاں سے ہندوستان تشریف لے جائیں گے۔ الوداع کہنے کے لئے ۱۰ ار جنوری کو ایٹ ہوم دیا گیا۔ سب سے بڑا واقعہ جس نے اس ایٹ ہوم کو قابلِ یادگار بنا دیا۔ اطالوی نواب کونٹ جیوجی اور ان کی دختر کا قبول اسلام ہے۔ جس کا اعلان انہوں نے اس موقعہ پر کیا کہ

لندن نظامیہ مسجد

لارڈ ہیڈلے نے جو کرسئ صدارت پر رونق افروز تھے۔ دوران تقریر میں یہ بیان کیا۔ کہ ۱۹۲۸ء میں جب مَیں آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کی صدارت کے لئے ہندوستان گیا۔ تو لندن میں ایک عظیم الشان مسجد کی ضرورت پر بحث کی گئی۔ ایک کمیٹی بنائی گئی اور نظام حیدر آباد جیسے بہت بڑے مخیر اور فیاض انسان کی طرف ساٹھ ہزار پونڈ کا ایک فنڈ قائم کیا۔ ہز اگزالٹیڈ ہائینس نے ایک فرمان جاری کیا۔ جس میں مسجد کو اپنے اسم گرامی سے منسوب کرنے کی اجازت دی۔

نظامیہ مسجد ٹرسٹ بنایا گیا۔ اور ٹرسٹ کے قواعد و ضوابط لکھے گئے۔ اور ہندوستان اور انگلستان چیرٹی کمشنروں کے ہاں انہیں رجسٹری کرایا گیا۔ ٹرسٹیوں میں سے اس وقت ہز ہائینس سر آغا خاں۔ نواب مہدی یار جنگ۔ بہادر، پولیٹیکل ممبر نظام گورنمنٹ، اور ڈاکٹر ایس۔ ایس محمدی اور خود لارڈ ہیڈلے زندہ ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اور سر عباس علی بیگ اس غرض سے انگلستان واپس آئے کہ فوراً مسجد کے لئے زمین خرید لی جائے اور اس کے بعد جب کچھ اور خاصی رقم جمع ہو جائے۔ تو عمارت شروع کر دی جائے چنانچہ اٹھائیس ہزار پونڈ میں زمین خرید لی گئی۔ جس کے بعد حیدر آباد کے بنک میں قریباً بتیس ہزار پونڈ باقی رہ گئے۔ لارڈ موصوف نے بتایا۔ کہ میں چندہ جمع کرنے کے لئے پھر ہندوستان جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ کہ دنیا کی اقتصادی بدحالی اور ہندوستان کی سیاسی شورش سد راہ ہوئی۔

اب وقت آ پہنچا ہے کہ اس فنڈ کو مکمل کرنے کے لئے زبردست جد و جہد سے کام لیا جائے۔ ٹرسٹیوں کا ہمیشہ یہی خیال رہا ہے۔ کہ انہیں اس وقت عمارت شروع کرنی چاہیئے جب کافی فنڈ ہاتھ میں ہوں اور اس طرح ایک غیر مکمل یا غیر موزوں عمارت بنانے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

ٹرسٹیوں کی اور بہت سے دوسرے لوگوں کی یہ خواہش ہے۔ کہ مسجد کی عمارت نہایت شاندار با رعب ہونی چاہیئے۔ جو اس عظیم الشان سلطنت کے صدر مقام کے شایان شان ہو۔ جس کے شہنشاہ کے زیر نگین عیسائیوں سے بڑھکر مسلمانوں کی تعداد ہے۔ اور اسلام کا ایک نہایت موزوں اور خوبصورت نمونہ ہونی چاہیئے

پیام اسلام

سائنس کے انکشافات میں مسلمانوں کی کامیاب مساعی

جناب مولوی عبدالکریم صاحب کے قلم سے

مسلمانوں نے دنیا کی تہذیب و شائستگی میں جو ناقابل مقابلہ حصہ لیا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسلام کا سائنس کی ترقی پر کوئی رکاوٹ پیدا کرنا تو ایک طرف اس نے اسے مذہب ایک جزو قرار دے کر اس کے نشو و ارتقاء کے لئے بہت بڑی ترغیب پیدا کر دی ہے ایک مسلمان کے نزدیک دنیا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ صفات الہی کا ایک مظہر ہے اس سے واقفیت پیدا کرنا اور اسکی اشیا کو انسان کی خدمت کے لئے استعمال کرنا عبادت الہی ہے۔ یہ علی الخصوص سائنٹیفک تحقیقات کا وہ مذہبی پہلو ہے۔ جس نے مسلمانوں کو ترغیب دلائی کہ وہ سائنس کی ترقی میں جوش و خروش سے منہمک ہوں۔

عربوں نے اپنے زمانہ کی بعض عظیم الشان سلطنتوں کو فتح کیا۔ قدیم اسرائیلیوں کی عادت کے مطابق کمزوروں اور مفتوحین کو قتل و غارت کرنے کے بجائے انہوں نے ان لوگوں کو نئی زندگی عطا کی۔ اعلےٰ درجہ کے اصول انہیں سکھائے اور انہیں تہذیب کے اعلےٰ مقام پر پہنچا دیا۔ اس طرح بہت سے وحشی قبائل مہذب قومیں بن گئے۔ جس سرزمین میں عرب ہجرت کر کے گئے۔ انہوں نے اسے اپنا وطن بنا لیا۔ مفتوحین کی تہذیب و شائستگی کو انہوں نے اپنے اندر جذب کر لیا۔ اور جس جگہ رہائش اختیار کی وہاں کی ذہنی اخلاقی۔ اور مادی ترقی میں پوری کوشش کی وہ لوگ جو مسلمانوں کی آخری علمی ترقیات سے بہرہ یاب ہوئے۔ وہ زیادہ تر عرب نہ تھے۔ بلکہ ان لوگوں کی اولاد تھے جنہوں نے فاتحین کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ جہاں کہیں اسلام کا جھنڈا گیا۔ وہیں زبردست علمی مراکز قائم ہو گئے۔ اور لٹریچر سائنس اور صنعت و حرفت کے میدانوں میں بڑے بڑے نامی انسان پیدا ہوئے۔ دمشق قرطبہ غرناطہ۔ بغداد اور قاہرہ وقتاً فوقتاً اسلامی تہذیب و شائستگی کے مشہور و معروف مرکز بن گئے اور اُس وقت جب مغرب جہالت اور توہمات کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا اشبیلیہ یورپ اور افریقہ

ہیں روشنی اور علم۔ آرٹ اور سائنس کی مشعل کو انہوں نے بلند کیا۔

یورپ کی سائنٹیفک ترقیات میں اسلام کا جو احسان اس کے سر پر ہے وہ اس حد سے بہت بڑھکر ہے جس کو وہ اب یاد رکھنے پر مائل نظر آتا ہے۔ ایک وقت تھا جب یورپ میں صرف عربی زبان ہی کے توسط سے علم حاصل کیا جا سکتا تھا۔ خود وہ بیداری جس نے اسکو جہالت سے باہر نکالا۔ اسلام ہی کے اثر کا نتیجہ تھی۔ ڈیون پورٹ رقمطراز ہے کہ "یاد رکھنا چاہئے کہ تمام علمی معلومات جو یورپ میں دسویں صدی سے پھیلنی شروع ہوئیں۔ خواہ وہ علم طبعیات سے متعلق ہوں یا ہیئت، فلسفہ اور ریاضی سے ابتداءً عربی مدارس سے ہی حاصل ہوئیں۔ اور ہسپانوی مسلمانوں کو یورپین فلسفہ کا جد امجد سمجھنا چاہئے"۔ یورپ کے اخلاقی اور ذہنی جمود کی صدیوں میں فی الحقیقت مسلمان ہی تھے۔ جنہوں نے ذہنی ترقی کی گاڑی کو آگے چلایا۔ ڈریپر لکھتا ہے کہ جس طرف بھی ہم دیکھیں صلح اور جنگ۔ لٹریچر اور سائنس کے کئی ایک شعبوں میں اسلامی اثرات نظر آتے ہیں"۔

نہایت ہی قلیل وقت میں مسلمانوں نے سائنس میں شاندار ترقی کی۔ ان کی سائنٹیفک کامیابیوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے لئے کئی مجلدات درکار ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا مضمون ہو جو فہم میں آسکتا ہو۔ اور انہوں نے اس پر پورے طور پر غور و فکر سے کام نہ لیا ہو۔ علم کیمیا۔ علم ہیئت۔ علم ریاضی اور علم طب میں انہوں نے بہت سے اہم ترین انکشافات کئے۔ تاریخ اور جغرافیہ میں انہوں نے مہارت خصوصی حاصل کی۔ الکیمیا اور الجبرا کو انہوں نے ایجاد کیا۔ سیاسی اقتصادیات اور سوشیالوجی پر جب تک مسلمانوں نے روشنی نہیں ڈالی کوئی بھی انہیں جانتا تھا۔ علم حیوانات اور علم نباتات میں قیمتی تحقیقاتیں عمل میں آئیں۔ مسلمان طالب علم صناعوں کی معیت میں بہت سی سبزیوں کی تحقیقات کے لئے دُور دُور تک جاتے رہے۔ اور انکی تحقیقات کی باریکیاں قلم اور تصاویر کے ذریعہ سے بیان کی گئیں۔ الحرین جو علم نباتات کا ایک مشہور ماہر تھا۔ اپنے مطالعہ کا سامان جمع کرنے کے لئے چالیس سال تک ہندوستان میں ادھر ادھر پھرتا رہا۔ مسلمانوں نے اور بھی کئی ایک مضامین۔ مثلاً کاشت آب پاشی۔ باغبانی۔ جہاز رانی۔ اعداد و شمار۔ تاریخ اور جغرافیہ پر کتابیں لکھیں۔ فن ہوابازی میں بھی جو یورپ کا تازہ ترین کارنامہ اور بیسویں صدی کے کمالات کے محیر العقول واقعات میں سے ہے مسلمان کوشش کرنے سے باز نہ رہے۔ ہوا پر فتح حاصل کرنے والے سب سے پہلے دو شخص جو ہوا کا شکار ہو گئے مسلمان

ہی تھے خلیفہ المامون کے عہد حکومت میں ایک سائنس دان نے جس کا نام ابوالقاسم تھا۔ ایک اڑنے والی مشین ایجاد کی۔ اور جب وہ اس کو لے کر اڑا تو مشین ٹوٹ گئی۔ اور ہوا باز مرگیا۔

آٹھویں صدی میں عباسی خلفار نے ایک بغداد کی مشہور اکاڈمی قائم کی جس میں یوکلڈ۔ آرکمیڈیز اور اپالونیس جیسے ماہرین ریاضی ہئیت دان ٹولمی اور نیچرسٹ ہپوکریٹس اور ڈاڈمیڈس کی کتب کے تراجم کئے گئے۔ اسجگہ اور دیگر اسلامی مراکز میں یونانی تہذیب کو اس وقت زندہ رکھا گیا۔ جب بازنطین سے باہر غیر اسلامی دنیا میں اس کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ بہت سی لائبریریاں۔ رصدگاہیں اور تجربہ گاہیں مسلمان بادشاہوں نے قائم کیں۔ بیت الحکمت کے ساتھ جو خلیفہ ہارون الرشید کی قائم کردہ ایک مشہور یونیورسٹی تھی۔ جو لائبریری سے ملحق تھی۔ اس میں عربی کتب کے علاوہ سنسکرت۔ یونانی۔ قبطی۔ بابلی اور فارسی زبانوں میں ہزارہا کتب موجود تھیں۔ خلیفہ الحکیم کی لائبریری اسقدر وسیع تھی۔ کہ اس کی فہرست کتب چالیس بڑی بڑی مجلدات میں تیار ہوئی۔

علم کیمیا یا کیمسٹری:۔ موجودہ علم کیمیا بقول ہمبولڈ Humboldt مسلمہ طور پر مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ جو اس مصنف کے قول کے مطابق علوم جسمانیات کے حقیقی بانی تھے۔ قدیم علم کیمیا کلبے کار ہونا انہوں نے پورے طور پر ثابت کر دیا۔ اور بہت سے جدید اکتشافات عمل میں آئے متعدد الفاظ مثلاً انبیق Alembic (عرق نکالنے والا آلہ) اور الکلی (Alkali سوڈا پوٹاش اور امیونیا کے مرکبات) عربی ہی سے مشتق ہیں۔ جابر بن حیان نے جو مغرب میں جبر کے نام سے مشہور ہے۔ علم کیمیا پر قریباً پانچسو رسالے تصنیف کئے، اس نے پہلی مرتبہ شورے کا تیزاب۔ گندھک کا تیزاب۔ aqua regia نمک کا تیزاب Silver nitrate نترات الفضۃ اور بہت سے مرکبات دریافت کئے۔ مسلمانوں ہی نے دنیا کو عرق نکالنے۔ چھاننے اور صاف کرنے کا طریقہ سب سے پہلی مرتبہ سکھایا وہ جانتے تھے کہ ایک سیال چیز کو بخارات کیسے بنایا جا سکتا ہے سب سے آخری عظیم الشان مسلمان ماہر علم کیمیا جلدکی Jildaki تھا جو ۱۳۶۱ء میں فوت ہوا۔ یورپ میں جس جگہ سب سے پہلے علم کیمیا نے جگہ حاصل کی وہ سپین کا اسلامی ملک تھا۔ اور اگر مسلمانوں کو پوائٹرز Poitiers کے مقام پر تباہ کن شکستیں نہ اٹھانی پڑتیں۔ تو یہ علم آج اپنے کمال کو پہنچ چکا ہوتا۔

علم نجوم:۔ مسلمانوں کے متعلق یہ کہنا بجا ہوگا۔ کہ انہوں نے خود آسمانوں پر اپنے نام لکھ

رکھے ہیں۔ اپنی رصدگاہوں میں انہوں نے ستاروں کی ایک بہت بڑی تعداد کو شناخت کر کے ان کو مختلف اقسام میں تقسیم کر رکھا تھا۔ جن میں سے اکثر ایسے ہیں جو اب بھی عربی ناموں سے ہی موسوم ہیں۔ نظام شمسی اور دیگر اجرام سماوی کی حرکات کے متعلق مسلمانوں نے حیرت انگیز انکشافات کئے۔ زمین کے رقبہ، چاند کے خط العرض کے اختلاف اور ان دو نقاط کا جہاں خط استوا سے سورج گذرتا ہے۔ پیچھے کو ہٹنا مسلمانوں ہی نے یقینی طور پر معلوم کیا۔ ابن رشد نے سورج کی جگہ دریافت کی۔ ابوالحسن نے فضائی اثر کو معلوم کیا۔ المامون نے سورج کے ظاہر آنے والے چکر کا ٹیڑھا پن ثابت کیا۔ ابن یونس۔ نصیرالدین طوسی اور البانی نے نجوم یا ستاروں کے متعلق نہایت قیمتی نقشے بنائے البانی کے نقشوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اور وہ یورپ میں علم ہیئت کے مطالعہ کی بنیاد قرار پائے۔ اور اس کے بعد اس علم کی ترویج محمد فرغانی کی کتابوں کے ترجمہ سے ہوئی۔ ابو یونس اور البطروجی بہت بڑے مسلم ہیئت دان تھے۔ بہت سے آلات مثلاً۔ دُوربین۔ پرکار۔ اور پینڈولم (لنگر) مسلمانوں نے ایجاد کئے۔ جنہوں نے سب سے پہلے یورپ میں رصدگاہیں بنائیں۔ ان تمام رصدگاہوں میں سے جو مملکت اسلامی میں جگہ جگہ پائی جاتی تھیں۔ سب سے زیادہ مشہور رصدگاہ جو روس کے قریب مرغانہ کے مقام پر تھی، ۱۲۵۹ء میں تعمیر ہوئی :۔

علم ریاضی :۔ اعلٰے ریاضی کی ہر ایک شاخ مسلم دل و دماغ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس اہم مضمون کو مسلمانوں نے بہت سے پہلوؤں میں ترقی دی۔ یورپ کو گنتی کے ہندسے اور کسر عشاریہ کا طریق انہوں نے ہی سکھایا۔ انہوں نے دوم درجہ کی مساوات نکالنے کا طریق دریافت کیا اور اربعہ مساوات کے نظریہ کو ترقی دی۔ انہوں نے الجبرا ایجاد کیا۔ اور پہلی مرتبہ اسے جیومیٹری پر عائد کیا۔ جسکا مطالعہ انہوں نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ کیا انہوں نے

Spherical Trignometry علم حساب المثلثات الکرویہ ایجاد کیں۔ علم حساب المثلثات سائنز Sines اور کوسائنز Co-Sines اور علم نجوم کے حسابات میں Tangents کو رائج کیا۔

علم طب :۔ موجودہ زمانہ کے یورپین علم طب موجد مشہور عالم حکیم ابی سینا تھا۔ جس کی Materia Medica (العقاقیر الطبیہ) اب تک رائج ہے۔ موجودہ دواسازی ایک اسلامی ایجاد ہے۔ ابن روار دواسازی کے کام میں ایک مستند ماہر کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے

اور دوسرے بعض لوگوں نے نہایت احتیاط کے ساتھ اس بات کو مطالعہ کیا کہ ان دواؤں کا جو دُنیا کے مختلف حصوں سے فراہم ہوتی تھیں۔ کیا اثر بدن پر ہوتا ہے۔ اور بہت سے نئے علاج دریافت کئے مسلمان ڈاکٹروں نے بیہوشی کی دوائیں سب سے پہلے استعمال کیں۔ اور قرطبہ کا حکیم البوقیس سب سے پہلا جراح تھا۔ جس کو تمام دُنیا میں شہرت حاصل تھی۔ بہت سے مشہور جراح، آنکھوں کے معالج، دندان ساز اور امراض نسواں کے ماہر خصوصی اسوقت موجود تھے۔ اور ان میں سے بہت سے اپنے خاص شعبوں میں مہارت خصوصی رکھتے تھے۔ امراض چشم کے معالجات زیادہ تر مسلمانوں کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہیں۔ الحسن جو کتب امراض چشم کا مصنف ہے۔ ہوا کے وزن کو سمجھتا تھا۔ اُس نے دیکھنے کی خاصیت کے متعلق یونانیوں کی غلط فہمی کا ازالہ کیا۔ اور تاریخ میں سب سے پہلی مرتبہ اس حقیقت کو منکشف کیا۔ کہ روشنی کی شعاعیں خارجی چیز سے آنکھ پر آ کر پڑتی ہیں۔ نہ کہ خود آنکھ سے نکل کر بیرونی اشیاء پر پڑتی ہیں۔ اس نے بتایا کہ (retina) بینائی کی جگہ ہے۔ اور ثابت کیا۔ کہ جو اثرات اس پر پڑتے ہیں۔ وہ اعصاب کے ذریعہ سے دماغ تک جا پہنچتے ہیں۔ اس نے یہ بھی دریافت کیا کہ روشنی کا اثر (refraction) فضا کی گہرائی کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔

بغداد میں جو کسی وقت اسلامی مملکت کا دارالخلافہ تھا۔ مختلف قسم کے ۸۶۰ حکیم تھے۔ ان میں سے ہر قسم کے حکماء طب کی کسی خاص شاخ میں مطالعہ خصوصی رکھتے تھے۔ ان حکیموں اور دوا سازوں کو علاج معالجہ کے لئے ایک امتحان پاس کرنا پڑتا تھا۔ تمام اسلامی مملکت میں ہسپتال کھلے ہوئے تھے۔ اور ہر مرض کے لئے علیحدہ علیحدہ وارڈ مقرر تھے۔ تمام لوگ بلا لحاظ عقیدہ۔ مذہب قوم۔ ملک اور رنگ وغیرہ کے آزادی کے ساتھ ان ہسپتالوں میں داخل کئے جاتے تھے۔

جغرافیہ اور تاریخ:۔ عربی میں جغرافیہ پر بہت سی غیر فانی تصنیفات موجود ہیں۔ جن میں تمام قسم کے مظاہر قدرت اور واقعات عالم کو نہایت باریک نظری کیساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کرہ عرض کا گول ہونا مسلمانوں نے اُس وقت بیان کیا جب یورپ کے سائنسدان جو پادریوں کے زیر تسلط تھے نہایت زور سے زمین کو چپٹی بتاتے تھے۔ ایسا ہی مسلمانوں کے تاریخی کارنامے بھی اتنے مشہور ہیں۔ کہ ان کی تفصیل کی حاجت نہیں۔ انہوں نے تاریخ پر ہزارہا کتابیں لکھیں۔ جن میں سے ہر ایک ایک جلد سے لے کر اسّی اسّی مجلدات پر مشتمل ہوتی تھی۔

ہزار سال تک مسلمان علم اور تہذیب کے سب سے زیادہ پُرجوش ترقی دینے والے اور محافظ بنے رہے۔ جب تک وہ قرآن کریم کے احکام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر دل سے عامل رہے۔ اور اسلام کے معیار زندگی کو انہوں نے قائم رکھا۔ اُس وقت تک وہ دنیا کی ترقی کے علمبردار رہے۔ ان کا تنزل اس وقت شروع ہوا جب اسلام کی سخت گرفت جو ان کے اوپر تھی ڈھیلی ہونی شروع ہوگئی۔ طاقت اور دولت کے نشہ میں چور ہوکر جب وہ عیش وعشرت اور اخلاقی کمزوریوں میں منسلک ہوگئے تو ایک قسم کی بیماری ان پر طاری ہوگئی۔ جس کا نتیجہ روحانی جمود اور ذہنی انحطاط کی صورت میں نمودار ہوا۔ ترقی کی اس رکاوٹ کا حقیقی ذمہ دار اسلام نہیں۔ بلکہ خود مسلمان ہیں۔ ان کے انحطاط کو ان کے مذہب کے ساتھ مختلط نہ کرنا چاہئے۔ یہ امر کہ اسلام کیا کچھ کر سکتا ہے۔ اس کا اندازہ دنیا کی اس حالت پر نظر ڈالنے سے ہوسکتا ہے جو اسلام کی اشاعت سے پہلے اور اس کے بعد تھی۔ بہت سی باتیں جو اب ظاہر ہورہی ہیں اسلام نے ان کا تیرہ سو سال پیشتر اعلان کردیا تھا۔ اس اسلام کا اندازہ اس زندگی سے کرنا جو آج اس کے ماننے والے بسر کررہے ہیں۔ اس عظیم الشان مذہب کے ساتھ ناانصافی کا برتاؤ کرنا ہے۔ سچا اسلام جو زندگی اور روشنی ہے اس سے بالکل مختلف ہے۔ جو آج اسکے نام سے رائج ہے۔ جو مردہ رسمیات اور بے کار اصولوں کا مجموعہ ہے تاہم یہ دیکھنا موجب تشکر و امتنان ہے۔ کہ مسلمان آخرکار اس بات کو محسوس کررہے ہیں۔ کہ اپنے عظیم الشان مذہب کے اصولوں کو چھوڑ کر وہ صرف فروعات یعنی رسمیات اور تفصیلات پر لڑ اور جھگڑ رہے ہیں۔ تمام اسلامی دنیا میں انقلاب کے نشانات نمودار ہورہے ہیں۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ اسلام میں ویسے ہی انقلاب پیدا ہوگا جیسے آبائے کلیسا کی تحریرات کے زمانہ میں عیسائیت کے اندر انقلاب آیا تھا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس قابل بنائے۔ کہ وہ ان جہالت اور جمود کے پردوں کو جلد پھاڑ دیں جو ان پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور دُنیا کی رفتار ترقی میں سب سے آگے اپنی جگہ لیں۔ آمین :-

مطالعۂ قرآن کی اہمیت اور ضرورت

از قلم جناب سید سعید الدین صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی سشن جج

سلسلہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۵۶۔ جلد ۲۰۔

پس آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں آپ کو ملاؤں کی سی تنگ نظری اوہام پرستی، اور تعصب شعاری سکھا رہا ہوں۔ جس کی وجہ سے دنیا کی نظروں میں مذہب ایک مہمل شے بنکر رہ گیا ہے۔

اس کے برعکس میں تو آپ کو مذہب کے سرچشمہ کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ جس کی وجہ سے دُنیا میں روشنی اور ترقی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اگر آپ اسلام کے پیغام کو ایک مرتبہ اچھی طرح سمجھ لیں تو آپ نہ صرف ملک ہندوستان کو بلکہ تمام دنیا کو وحدت و اتحاد کا سبق پڑھا سکتے ہیں۔ فی الحال آپ ایک مختصر سی جماعت کے لیڈر ہیں۔ اور آپ کو یہ یقین نہیں کہ وہ لوگ آپ کی اتباع پورے طور سے کرینگے یا نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ آپ کو خود یقین نہیں۔ کہ جو ہدایت آپ اُن کو دے رہے ہیں۔ وہ فی الحقیقت صداقت پر مبنی ہے یا نہیں۔ اور جس وقت قرآن مجید سے آپ نے خود صحیح ہدایت حاصل کر لی۔ پس اس کے بعد آپ کثیر التعداد انسانوں کی رہنمائی کر سکینگے۔ جس طرح آنحضرت صلعم نے فرمائی۔ اور پھر آپ کے بعد حضرت عمرؓ اور علیؓ اور خالدؓ اور اُن کے بعد عمومی طور پر تمام عربوں نے دُنیا کی رہنمائی کی چنانچہ اسی رنگ میں، عربوں نے دُنیا کی رہنمائی کی۔ لیکن جب اُن کے جانشینوں نے پیغام الٰہی کو سمجھنا چھوڑ دیا۔ اور جملہ دینی علوم کے لئے ملاؤں کے محتاج ہو گئے۔ تو پھر وہ رفتہ رفتہ پستی میں چلے گئے۔ حتیٰ کہ دوسروں کی رہنمائی کے عوض خود رہنمائی کے محتاج ہو گئے۔ اور برخلاف اپنے اسلاف کے، اب وہ دوسروں سے سیکھنا بھی نہیں چاہتے۔ مثلاً یورپین اقوام سے جو آجکل علوم و فنون میں سب سے آگے ہیں۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے، سر سید مرحوم نے ہمیں بہت کچھ ترغیب دی تب جا کر کہیں جا کے اندر اس کے حصول کا شوق پیدا ہوا۔ اور ہنوز ہم ابتدائی درجہ میں ہیں۔ خود سر سید مرحوم نے پہلے قرآن مجید کا مطالعہ بطور خود کیا۔ تب جا کر وہ دوسروں کو روشنی دینے کے قابل ہوئے۔ اور انہوں نے قرآن مجید کی اس رنگ میں تفسیر کی کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنا کفر نہیں ہے۔ اور اچھی بات جہاں سے حاصل ہو سکے۔ حاصل کر لینا چاہئے۔ لیکن گذشتہ جوبلی کے موقعہ پر سب سے زیادہ

رنج وہ بات جو مجھے نظر آئی وہ یہ تھی کہ سر سید مرحوم کی تفسیر اور اسلام کے متعلق اُن کا بیش بہا لٹریچر جس کی بدولت ہندی مسلمانوں میں ایسی حیرت انگیز بیداری پیدا ہوئی۔ اور یہ قرآن مجید کا زندہ معجزہ ہے کہ جہاں اور جس قوم میں وہ سمجھ کے پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً عربوں میں اور یورپ کے احیاء العلوم اور زمانۂ اصلاح میں تو وہ ہمیشہ معجزات ہی دکھاتا ہے۔ آج بجائے اس کے کہ علی گڑھ کے طلبہ اسکو پڑھیں، وہ دیمک کی نظر ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم اُس بلند آئیڈیل سے بہت نیچے ہیں جو اس کالج کے بانی نے ہمارے سامنے پیش کیا تھا۔

قرآن مجید ہماری عقل سے اپیل کرتا ہے۔ اور یہ خدا کا سب سے بڑا تحفہ ہے۔ جو اُس نے انسان کو عطا کیا ہے۔ وہ انسان کی توجہ قوانین فطرت کی طرف مبذول کرتا ہے۔ اور ہمیں اُن کو سمجھنے کی دعوت دیتا ہے۔ کیونکہ اُن ایزدی، اور روشن قوانین کے صحیح طور پر سمجھنے کے بعد ہی ہم اس وحدت کو سمجھ سکتے ہیں۔ جو اس نظام کائنات میں پائی جاتی ہے۔ اور اس طرح ہم انسانیت کی ترقی میں معاون بن سکینگے انسانوں نے قوانین فطرت کا جسقدر سمجھ کر مطالعہ کیا ہے۔ اسی قدر اُن میں اتحاد اور ترقی کا رنگ پیدا ہوا ہے۔ ہر ملک اور ہر زمانہ میں ملاؤں نے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ مذہب میں عقل کو دخل نہیں ہے اور انہوں نے یہ بات محض اپنی جہالت اور خود غرضی کیوجہ سے کہی ہے۔ مذہب ہمیشہ سے اس کا پیشہ رہا ہے۔ جس کی بدولت اُس نے اپنی روزی کمائی ہے۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر وہ شل ریلوے ٹرین کے ڈاکو کے پہلے اپنے شکار کو نشہ آور چیز کھلاکر بیہوش کر دیتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کی جیب پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ ایک عامی جب کہ وہ برابر یہ سنتا رہتا ہے۔ کہ عقل نہایت ناقابلِ اعتماد شے ہے۔ رفتہ رفتہ عقل و خرد سے عاری ہو جاتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قوانینِ فطرت کا مطالعہ نہیں کرتا جس کی بدولت وہ اتحاد و ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا تھا۔ اس بنا پر جو بدنظمی اور جمود پیدا ہوتا ہے اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دُنیا میں فساد اور خونریزی شروع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصلی مذہب جو خدا کا فرستادہ ہوتا ہے۔ اور نقلی مذہب جو مُلا لوگوں کو سکھاتا ہے۔ دونوں مختلف راہوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ ایک جنت کی طرف دوسرا دوزخ کی طرف۔ ان نام نہاد ملاؤں کے مذہب میں خدا ایک جابر، قدامت پسند اور تنگ نظر ہستی نظر آتا ہے۔ جو لوگوں پر ظلم روا رکھتا ہے۔ اور ان میں تباہی اور بربادی پھیلاتا ہے لیکن قرآن کا پیش کردہ خدا ایک عالمگیر خدا ہے جو رب العالمین ہے۔ اور اسلئے سب کی ترقی چاہتا ہے (باقی آئندہ)

تفسیر القرآن

(از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور)

(سلسلہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۴۴ جلد ۲۱ نمبر ۱-۲)

آیت ۹۴ :- یہود اس بات کا بھی یقین رکھتے تھے۔ کہ حیات اُخروی اُن کی واحد ملکیت ہے۔ اور ان کے علاوہ اور کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اب اگر حیات اُخروی، واقعی اُن کی نظر میں مرغوب تھی۔ جیسا کہ وہ زبانی اعلان کرتے تھے تو انہیں اس دار فانی سے جلد رخصت ہو جانے کا آرزومند ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ یہ زندگی، کمتر درجہ کی ہے۔ پس قرآن اُن سے معارضہ کرتا ہے۔ کہ اگر وہ واقعی ایسا ہی یقین رکھتے ہیں جیسا کہ وہ زبانی کہتے ہیں اور وہ ایسا کہنے میں سچے ہیں، تو وہ موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے۔

آیت ۹۵ :- لیکن قرآن، انکی قلبی کیفیت سے آگاہ ہونے کی وجہ سے کہتا ہے۔ کہ اُن کے لئے ایسی آرزو کرنا، ناممکن ہے۔ آئندہ زندگی کا اچھا یا بُرا ہونا، انسان کی موجودہ زندگی کے افعال پر منحصر ہے۔ اور یہ لوگ اپنی بد اعمالیوں سے پورے طور پر واقف ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ حیات اُخروی میں انہیں راحت سے کوئی حصہ نہیں ملیگا۔ پس اس لئے وہ موت کی آرزو کیوں کرنے لگے ؟ یہ افسوس کی بات ہے کہ وہ لوگ اس حقیقت کو محسوس نہیں کرتے کہ خدا ان کی بد اعمالیوں سے واقف ہے:۔

آیت ۹۶ :- یہ لوگ موت کی ہرگز ہرگز کوئی آرزو نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے برعکس اُن کو اس دُنیا کی زندگی، اسقدر پیاری ہے اور اس کی الفت اسقدر زیادہ ہے۔ کہ شاید تمام اقوام سے بڑھی ہوئی ہے۔ اور جب اُنکی اور بُت پرستوں کی الفتِ اشیائے دنیاوی کے مابین موازنہ کیا جاتا ہے تو آخر الذکر کی الفت کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ ایک قوم جو کہ کسی الہامی کتاب پر ایمان رکھتی ہو۔ اور خدا اور آخرت پر یقین رکھتی ہو۔ اس کے متعلق بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اس زندگی کی زیادہ آرزومند نہ ہوگی۔ اور موت سے نسبتاً بیخوف ہوگی۔ اور ایک ملحد یا مشرک کو موت سے قدرتی طور پر ڈر لگتا ہوگا۔ کیونکہ اس کے نزدیک موت، زندگی کے خاتمہ کا دوسرا نام ہے۔ لیکن اس قسم کے یہود کا حال عجیب تھا، یہ لوگ، بت پرستوں سے بھی زیادہ اس دنیا میں رہنے کے آرزومند تھے۔ افسوس

وہ اس نکتہ کو نہ سمجھ سکے کہ انسان دُنیا میں خواہ کتنا ہی طویل عرصہ کیوں نہ رہے۔ آخرکار اُسے اس دنیا سے جانا پڑے گا۔ اور اللہ کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ خدا تعالےٰ کے لئے اس جگہ جو اسم صفت استعمال ہُوا ہے وہ "بصیر" ہے۔ اس کے معنے عام طور سے دیکھنے والے کے کئے جاتے ہیں۔ اس کے معنیٰ ہیں وہ ہستی جو نہ صرف اشیائے خارجی کو دیکھتی ہے بلکہ اُن چیزوں کو بھی، جو آنکھ سے نہیں دکھائی دیتیں۔ بالفاظ دیگر بصیر، علانیہ اور مخفی دونوں چیزوں کو دیکھتا ہے۔ بصیرت کے معنی صرف دیکھنے کی قوت ہی کے نہیں ہیں۔ بلکہ اُس قوت کو بھی کہتے ہیں جو اشیاء کی اصلیت بھی معلوم کر سکتی ہے۔ اور اس میں تجربہ اور استنتاج دونوں باتیں شامل ہیں۔ انسانوں کے اعمال کی نسبت سے، جب ہم خدا کو بصیر کہتے ہیں، تو اس کے معنی نہ صرف یہ ہیں کہ خدا دیکھتا ہے۔ بلکہ وہ ہماری نیّت سے بھی واقف ہے۔ وہ پوری طرح جانتا ہے کہ فلاں انسان کے فلاں عمل سے مراد کیا ہے؟ اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ لفظ بصیر کے معنیٰ میں یہ سب باتیں شامل ہیں۔

رکوع نمبر ۱۲

آیت ۹۷: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ایک فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت ہُوا۔ یہ لفظ میکائیل کی طرح (جو اگلی آیت میں ہے) عربی الاصل ہے۔ جبر بمعنی خادم اور ایل بمعنی اللہ۔ اسی طرح میکائیل دو لفظوں سے مرکب ہے۔ میک بمعنی خادم اور ایل بمعنی اللہ۔ لیکن یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسقدر دشمنی تھی کہ الامان۔ چنانچہ اس لئے وہ حضرت جبرئیل سے بھی دشمنی رکھنے لگے کہ اس فرشتہ نے آکر یہ بتایا کہ کتاب استثناء میں جس نبی کی پیشگوئی مندرج ہے۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ یہ لوگ اُس پیغام کی نوعیت سمجھنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے تھے حالانکہ جو پیغام الٰہی، آنحضرت صلعم پر نازل ہوا وہ نہ صرف یہ کہ توریت کی تصدیق کرتا تھا۔ بلکہ انسانوں کی کامل ہدایت کا سامان اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس پیغام نے اعلان کیا کہ یہود کو سزا یقینی ملے گی۔ لیکن اگر وہ اپنی اصلاح کر لینگے تو بلا شبہ انہیں اجر عظیم ملے گا۔ الغرض قرآن مجید اُن کے لئے خوشخبری لے کر آیا۔ اور اس میں کوئی ایسی بات نہ تھی، جس پر وہ برافروختہ ہوتے۔ لفظِ ہدایت، جو قرآن کے نزول کا خاص مقصد ہے۔ ایک نہر دست صداقت سے لبریز ہے۔ اور نہ صرف یہود کے لئے بلکہ اُن تمام اقوام کے لئے قرآن مجید کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتی ہیں۔ اگر قرآنی احکام، ہم کو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی طرف راغب کرتے ہیں تو اسکی مخالفت کیوں کی جائے؟ قرآن مجید قصّے کہانیوں کی کتاب تو نہیں ہے۔ یہی اُس کی صداقت کا

معیار ہے۔ لوگ اسلام قبول نہ کریں یہ اُن کی مرضی ہے۔ لیکن وہ قرآن کو بحیثیت ایک صداقت کے تسلیم کر سکتے ہیں۔ اگر اس کی تعلیمات میں سچی ہدایت پائی جاتی ہے۔

ھدًی کے معنی خاصکر اس ہدایت کے ہیں۔ جو ہدایت اختیار کرنے والے کو دُنیاوی زندگی میں کامیاب بنادے۔ ہر شخص کامیاب زندگی بسر کرنے کا متمنی ہے۔ ایک غلط قدم بسا اوقات انسان کی زندگی کو کمتر یا بیشتر تباہ کر دیتا ہے۔ ہم لوگ خلوص کیساتھ کامیابی کے خواہشمند ہیں اسی کو عربی زبان میں ھُدًی کہتے ہیں۔ پس اگر کسی کتاب میں ایسے احکام پائے جاتے ہیں جو کامیابی کے ضامن ہوں، تو کوئی معقول انسان اس کتاب سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید نے اپنے دعوی کے اثبات میں اس حقیقت کو متعدد مقامات میں پیش کیا ہے۔ خواہ ایک شخص کسی مذہب کا کیوں نہ ہو۔ وہ اپنی کامیابی کے لئے اس رہنما کا طالب ضرور ہوگا۔ کسی کتاب کی صداقت کا اس سے بہتر کوئی معیار نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کے مختلف اشغال و مناصب کو مدِنظر رکھ کر، سب کی ہدایت کا پورا پورا سامان مہیا کرے۔ یہ ممکن ہے کہ کسی مذہب کی الہامی کتاب میں بعض افراد کی ضرورتوں کو مدِنظر رکھ کر ہدایت کا سامان کیا گیا ہو۔ لیکن موازنہ سے معلوم ہوگا کہ تمام انسانی ضروریات کا خیال صرف قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔ اندریں حالات، کوئی شخص اس کتاب کی تعلیمات پر معترض کیونکر ہو سکتا ہے! یہ ایک زبردست ثبوت ہے جو قرآن نے اپنے دعوے کے اثبات میں پیش کیا ہے۔ یہ اس کتاب کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو اس کے ہزارہا معجزات پر فوقیت رکھتا ہے اور یہ معجزہ ہماری روزمرّہ زندگی کے لئے اشد ضروری ہے۔ اسی دلیل کو آیت ع۹۹ میں دوسرے رنگ میں پیش کیا گیا ہے :

آیت ع۹۸:۔ خدا کے مختلف فرشتے، دراصل مختلف کارکن ہیں۔ جنکو خدا نے۔ ہمارے فائدہ کے لئے اپنی مرضی کا اظہار کرنے کے لئے معین فرمایا ہے۔ پس جو لوگ فرشتوں کے دشمن ہیں وہ دراصل کسی خاص فرشتہ یا کل فرشتوں کے دشمن نہیں بلکہ خدا کے دشمن ہیں۔ کیونکہ وہ مشیئت الٰہی کے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں۔ اور اس طرح اپنے آپ کو خدا کے افضال سے محروم کر رہے ہیں۔ خدا کے دشمن ہو جانے کا مطلب یہی ہے۔ کیونکہ، بہرحال خدا اپنی نعمت انہی فرشتوں کے ذریعہ نازل فرماتا ہے۔

آیت ع۹۹:۔ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ قرآن اپنے اندر، ہدایت کے دعوے پر روشن دلائل رکھتا ہے لیکن گستاخ اور گمراہ لوگوں کو اس ہدایت سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ میں نے اس نکتہ کو کئی مرتبہ واضح کیا ہے۔ کہ اگر الہام الٰہی کا کوئی مقصد ہو سکتا ہے۔ تو وہ انسان کو ہدایت کرنا ہے تاکہ وہ

تباہی سے محفوظ رہے ہے۔ اس اصول کے ماتحت، جو تعلیم بھی ہوگی وہ اپنے اندر اپنی سچائی کا زبردست ثبوت رکھتی ہے۔ بعض ایسی کتابوں میں، جنکے الہامی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ ایسی تعلیمات بھی پائی جاتی ہیں جو مفاد انسانی کے خلاف ہیں۔ ایسی کتابیں، انسانی زندگی کے مقصد کو پورا نہیں کرتیں۔ اور کسی کتاب کے منجانب اللہ ہونے کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ انسانی پیدائش کا مقصد صاف الفاظ میں بیان کرے۔ تاہم خدائی قوانین کے توڑنے والے۔ اس کتاب کے دعاوی کو قبول نہیں کر سکتے۔ جو ایسی واضح دلیل پیش کرتی ہے

آیت ۱۰۰:۔ بیشک یہود میں بہت سے افراد ایسے ہیں جو کسی موقعہ پر خدا کے ساتھ کوئی عہد کرتے ہیں۔ اور پھر فوراً توڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ اُن کی اکثریت کو کلام الٰہی پر یقین حاصل نہیں ہے

آیت ۱۰۱:۔ جب انکی کتاب میں ایک عظیم الشان نبیؑ کے متعلق پیشگوئی موجود تھی۔ اور جب کہ اُن کے سامنے اُس پیشگوئی کا مصداق ظاہر ہوا جس کے جملہ حالات اور معاملات اُس پیشگوئی کے مطابق تھے۔ تو ان کا اُس مدعی کو رد کر دینا دراصل اپنی کتاب سے انحراف کے برابر تھا۔ ان کا طرزِ عمل ایسا تھا۔ گویا انہوں نے ان حالات اور معاملات کے متعلق کبھی بھی کچھ نہیں سُنا تھا۔ کم از کم وہ یہ تو کرتے کہ ان دلائل پر غور کر لیتے، جو اُس مدعی نے پیش کئے تھے۔ اور اُس کی تعلیمات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ لیتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے، بعض عجیب باتوں کو مذہب حقہ کا قائم مقام بنا لیا۔

آیت ۱۰۲:۔ مثلاً انہوں نے یونہی فرض کر لیا کہ سلیمان علیہ السلام کی طاقت وشوکت کا راز دراصل اُس جادو میں مضمر تھا، جو انہوں نے حاصل کر لیا تھا۔ ان کا یہ بھی اعتقاد تھا۔ کہ بابل کے ایک کنوئیں میں دو فرشتے اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں۔ یہ سزا اُن کو اُن کے کسی گناہ کبیرہ کی پاداش میں دی گئی ہے۔ اور یہ دونوں فرشتے انسانوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور وہ لوگ یعنی فرشتے اپنے پاس آنے والوں کو سرزنش کیا کرتے تھے۔ اسی طرح یہ لوگ (یہود) مذہب کے نام پر اور بہت سی غلط باتوں کے قائل تھے اور بہت سی رسوم پر عامل تھے۔ جن میں وہ اپنی مستورات کو شریک نہیں کرتے تھے۔ ان باتوں کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ وہ لوگوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ قرآن مجید اس قسم کے غلط اور گمراہ کن خیالات کا ہرگز حامی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اولاً اُس نے یہ اعلان کیا کہ جادو ایک امر باطل ہے ثانیاً جادوگری کی نسبت جو حضرت سلیمانؑ یا فرشتوں سے کی جاتی ہے یہ بالکل احمقانہ بات ہے۔ اب سوال

ہو سکتا ہے کہ پھر قرآن ان قصوں کا تذکرہ کیوں کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ یہود مذہبی معتقدات میں کس درجہ پستی کی طرف مائل ہو گئے تھے جب کہ آنحضرت صلعم کا ظہور ہوا۔

رسالت و نبوّت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

(پروفیسر سیّد مظفر الدین صاحب ندوی کے قلم سے)

قبل اس کے کہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے رسالت کی صداقت پر بحث کی جائے اس سوال کو حل کرنا ضروری ہے کہ نبوت و رسالت کا حقیقی منہاج کیا ہے؟ وسیع النظری سے کام لیا جائے جائے تو نبوّت و رسالت کی صداقت کو پرکھنے کے لئے دو معیار دنیا میں عام پائے جاتے ہیں:-

(۱) مدعی نبوت سے معجزات کا صدور، یعنی اگر وہ ایسے کام کرے جو انسانی طاقت و اقتدار سے باہر ہیں تو ہم یہ یقین کر لیتے ہیں کہ اسے خدا تعالےٰ کی طرف سے طاقت و قوّت حاصل ہوئی ہے اور اس لئے وہ خدا کا رسول ہے۔

(۲) مدعی نبوّت کی تعلیمات کی معقولیت اور اعمال کی پاکیزگی۔ یعنی اگر ہم اس کے الفاظ اور کلموں کا غیر طرفدارانہ نگاہ سے معائنہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچیں کہ وہ صحیح مقصد کو لے کر کھڑا ہوا ہے اور نسل انسانی یا اس کے کسی حصّہ کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں ہدایت کرتا ہے۔ تو ہم اس کے دعوے کی تائید میں فیصلہ صادر کر دیتے ہیں۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ دوسرا معیار پہلے سے زیادہ معقولیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ پہلا منہاج جس پر بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں (جن میں سے ایک جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے متقابلہ دعاوی ہیں) موجودہ دنیا اسے قبول نہیں کر سکتی۔ اس لئے دوسرے معیار کو ہی نبوّت کا ایسا منہاج قرار دیا جا سکتا ہے جو تمام اعتراضات سے محفوظ ہے۔

مسلمان علماء و فضلاء میں اس منہاج نبوت کے سوال پر اختلاف پایا جاتا ہے بعض اوّل الذکر معیار کے حامی ہیں۔ اور بعض مؤخر الذکر کے، امام رازی فرماتے ہیں:-

قائلین نبوّت کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے۔ کہ معجزات کا صدور کسی شخص کے دعوے

نبوت کا ثبوت ہے اور دوسرے گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ پہلے ہمیں ایمان اور اعمال صالح دونوں کے متعلق ایک معیار قائم کرنا چاہئے اور اس کے بعد یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا زیر بحث مدعی لوگوں کو صحیح رستہ کی طرف ہدایت دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور آیا وہ اس قابل بھی ہے کہ ان پر ایسا اثر ڈال سکے۔ کہ وہ صراط مستقیم کو اختیار کر لیں۔ اگر وہ اس شرط کو پورا کر دے تو ہم یہ یقین کرینگے کہ وہ ایک سچا نبی ہے" (مطالبہ عالیہ)

ابن خلدون نے اپنے مشہور و معروف مقدمہ میں نسل انسانی کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:-

(۱) کامل انسان جن پر اللہ تعالےٰ کا الہام نازل ہوتا ہے۔ اور انہوں نے زندگی کے اغراض و مقاصد کو ٹھیک طور پر سمجھ لیا ہے۔ اور منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں:۔

(۲) درمیانہ درجہ کے لوگ جو منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے صراط مستقیم پر گامزن ہیں:۔

(۳) ناکارہ انسان جو حالت جمود میں ہیں یا قعر تنزل میں گر چکے ہیں:۔

قدرتاً انبیائے کرام نسل انسانی کی پہلی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ منزل مقصود کو پہنچ چکے ہیں۔ عوام الناس کو صراط مستقیم پر چلانے کا شاندار کام انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اور برائیوں سے انہیں بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

نبوت کے صحیح معیار کو جس پر اوپر بحث کی جا چکی ہے پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سوال کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے شرائط کو پورا کرتے ہیں؟ آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ ہم آپکی زندگی اور تعلیمات کا طرفدارانہ اور بے تعصبانہ طریق سے مطالعہ کریں۔ اور اس بارہ میں کوئی ذاتی یا قومی خیالات پیش نظر نہ رکھیں۔

اسلام سے پہلے عرب کی حالت کا مقابلہ اگر ان حالات سے کیا جائے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت پائے جاتے تھے۔ تو ایک سب سے زیادہ ضدی نقاد کو بھی آپ کے منجانب اللہ ہونے کے دعوے کی صداقت کا یقین ہو جائے گا کہ کیا اس شخص کے رسول ہونے میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے جس نے خود غیر تعلیم یافتہ اور ناخواندہ ہونے کے باوجود ایک پرلے درجہ کی بدترین اخلاق رکھنے والی قوم کے جو روئے زمین پر پائی جاتی تھی۔ کیرکٹر کی اصلاح کی، جس نے عرب کے جنگجو قبائل کو ایک عظیم الشان متحدہ ریاست بنا دیا۔ جس نے ایک عالمگیر برادری قائم کی۔ اور ایک خدا کی عبادت کرنا سکھایا اور ایک ضابطہ قوانین پیروی کے لئے دیا۔ جس نے طرز زندگی کو پاکیزہ بنا دیا۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں پاکیزگی

اور اچھے اطوار سکھائے۔ جس نے صاف طور پر بتایا کہ معیار اخلاق کس چیز کا نام ہے۔ جس نے مردوں اور عورتوں کے حقوق مراعات کو مساوی کر دیا اور آخری بات جو پہلی باتوں کم تر اہمیت نہیں رکھتی۔ یہ کہ کیا اس شخص کے پیغمبر ہونے میں شبہ ہو سکتا ہے جس نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو سب سے زیادہ معقول اور قابل عمل طریق سے منظم کر دیا ؟

میں یہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق زندگی کے صرف ایک ہی پہلو کا ذکر کرتا ہوں جو مساوات کے احساس اور خودستائی کے مفقود ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غریب یتیم کی حیثیت سے پیدا ہوئے اور ملک عرب کے ایک غیر متنازعہ مالک کی حیثیت میں فوت ہوئے ان دو حد اعتدال سے متجاوز حالتوں کے درمیان آپ کو زندگی کے بہت سے مدارج میں سے ہو کر گذرنا پڑا لیکن تاریخ اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہے کہ ہر مقام اور ہر منزل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی حالت میں رہے۔ ہم یتیم محمد اور اس محمد میں جو ملک کا مسلم لیڈر تھا ایک رائی کے دانہ کے برابر فرق نہیں دیکھتے۔ تحمل و بردباری۔ پاکیزگی اور تقدس نے آپ کی زندگی کے ہر پہلو کو روشن کر دیا۔

ایک فرمانبردار بیٹا۔ ایک محبت شعار خاوند۔ ایک شفیق باپ۔ ایک وفادار ساتھی۔ ایک مخلص دوست ایک کامیاب لیڈر۔ ایک مکمل جنٹلمین اور سب سے بڑھ کر ایک عملی انسان ہونے کی حیثیت سے اس نے اپنے سخت ترین دشمنوں کے دلوں میں بھی اپنی عزت اور تعریف و تحسین پیدا کر لی۔ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم جو ووکنگ میں اسلامی مشن کے قیام کے لئے مشہور ہیں۔ اپنے اس شاہکار میں جو "آئیڈیل پرافٹ" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین اسوہ حسنہ ہیں۔ اور میں یہ کہونگا۔ کہ وہ ایک ہی پیغمبر ہیں جنہوں نے تمام ان اصولوں پر جنکی دوسروں کو تعلیم دی خود عمل کیا۔ جو کچھ آپ نے دوسروں کو پڑھایا اس پر خود بھی عمل کر کے دکھایا" منجملہ ان بڑے اسباب کے جو اسلام کی سریع کامیابی کا موجب ہوئے ایک بہت بڑا سبب یہ تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروؤں میں کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لیڈر بھی تھے۔ اور ایک پیچھے چلنے والے بھی۔ ایک کمانڈر بھی تھے۔ اور ایک سپاہی بھی۔ کبھی آپ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جس پر خود عمل نہ کیا ہو۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ ہم ایک ایسے لیڈر کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہم میں سے ایک ہو۔ بہ نسبت اسکے کہ ہم سے

بالاتر حیثیت رکھتا اور ہماری رسائی سے باہر ہو۔ یسوع اپنے مشن میں بُری طرح ناکام ہوا۔ صرف اسوجہ سے کہ وہ انسانیت سے بالاتر معلوم ہوتا یا بیان کیاجاتا تھا، اور اسی وجہ سے لوگوں کو اس کی پیروی ناممکن نظر آئی۔ ہم ایک انسانیت سے بالاتر ہستی کی عزت و عظمت بلکہ پرستش بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کی پیروی کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بار بار متنبہ کیا کہ آپ کی اس سے بڑھکر عزت نہ کی جائے۔ جتنی آپ کا حق ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ :۔ "کہدے سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میری طرف وحی کیا جاتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے"۔

یہ وہ بات ہے جس کیوجہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار "رسول پرستی" کے کام سے منع فرمایا۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا "میری اس طرح عزت نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم کی عزت کی۔ تحقیق میں خدا کا بندہ ہوں۔ میرے متعلق اسی طرح کلام کرو جس طرح ایک خدا کے بندہ اور اس کے رسول کے متعلق کلام کیا جاتا ہے"۔

بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سب سے بڑھکر لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کرنے والی خاصیت اور آپ کا انکسار صرف آپ پر ایمان لانے والوں تک ہی محدود نہ تھا۔ غیر مسلموں کو بھی آپ کے انہی فیاضانہ خیالات سے نوازا جاتا تھا۔ مشرکین کے سخت ترین مظالم اور ایذاؤں سے تنگ آکر مومنوں نے آپ سے درخواست کی کہ ظالموں پر غضب الٰہی کے نزول کی دعا کریں۔ لیکن آپ نے نہایت بے نفسی کے ساتھ جواب دیا۔ "میں نسل انسانی کے لئے رحمت ہو کر آیا ہوں۔ لعنت بن کر نہیں آیا"۔

ایک یورپین مسلمان نے جو پہلے عیسائی تھا ایک مضمون میں جس کا عنوان ہے

(اسلام میرا واحد منتخب مذہب) اور جو اسلامک ریویو میں شائع ہوا ہے۔ یہ لکھتا ہے:۔

جس وقت میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ شروع کیا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ایک مختلف تصاویر دکھلانے والی مشین کیطرح آپ کے واقعات زندگی یکے بعد دیگرے میری آنکھوں کے سامنے آئے۔ پیدائش سے لیکر وفات تک آپ کی زندگی کا ہر قابل ذکر واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور نہایت اچھی طرح مستند ریکارڈ میں محفوظ رکھا گیا ہے۔ میں یہ دیکھکر حیران رہ گیا

آپ میں وہ بہترین خصائل جمع ہیں جو دوسروں میں شاذ و نادر پائے جاتے ہیں۔ مَیں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کس طرح آپ نے اپنے اندر ان بہترین خصائل کو جمع کر لیا جو متضاد ہیں۔ آپ حلیم ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی بہادر بھی ہیں۔ ایک کنواری عورت کی طرح باحیا اور باوقار۔ لیکن میدان جنگ میں سب سے زیادہ بہادر سپاہی تھے جب بچوں کے ساتھ آپ بیٹھتے تھے۔ تو وہ آپ کی پیاری پیاری باتوں اور کھیل کود کیوجہ سے آپ سے محبت کرتے تھے جب بوڑھے آدمیوں اور نیکوکار زاہدوں کے ساتھ ہوتے تو آپ کی عقل، دانائی اور دوربینی کیوجہ سے آپ کی عزت کی جاتی تھی۔ صداقت شعار۔ دیانتدار، معتبر ایک قابل اعتبار دوست۔ محبّت شعار۔ باپ اور خاوند۔ ایک فرض شناس بیٹا۔ اور ایک مددگار بھائی کی خصوصیتیں آپ میں جمع تھیں۔ اور غربت اور امارت ہر حال میں محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی جیسے تھے۔ غرض محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی کیرکٹر کے جس زاویہ نگاہ سے بھی آپ چاہیں پرکھ لیں کسی حالت میں بھی آپ کے اندر کوئی کمزوری اور نقص نظر نہ آئے گا"۔

سید امیر علی مرحوم اپنی کتاب سپرٹ آف اسلام میں محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس عجیب انسان (محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک یتیم بچہ کی حیثیت سے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ باپ کی محبت کو اس نے دیکھا بھی نہیں۔ بچپن ہی میں والدہ کی حفاظت سے محروم ہو گیا اس کی بچپن کی زندگی بہت ہی رنج و غم سے معمور ہے۔ لیکن وہ ایک غور و فکر کرنے والے بچپن سے اٹھ کر جب جوان ہوا۔ تو اور بھی زیادہ غور و فکر رکھتا تھا۔ آپ کی نوجوانی بھی ویسی ہی پاکیزہ تھی۔ جیسے آپ کا بچپن اور بڑی عمر میں بھی آپ ویسے ہی باوقار اور زاہد و عابد تھے۔ جیسے جوانی میں، آپ کے کان ہمیشہ غرباء کے غموم و ہموم سننے کے لئے کھلے رہتے تھے۔ آپ کا دل خدا کی تمام مخلوقات کیساتھ ہمدردی اور رحمدلی کے ساتھ بھرا ہوا تھا۔ رستہ چلتے ہوئے ایسی پاکیزگی اور فروتنی آپ سے ٹپکتی تھی۔ کہ لوگ مڑ مڑ کر آپ کو دیکھتے اور اشارے کرتے کہ وہ دیکھو الامین جا رہا ہے۔ جو سچا، صاف گو اور قابل اعتبار رہے۔ ایک وفادار دوست۔ ایک محبت شعار خاوند۔ زندگی اور موت کے راز ہائے سربستہ پر انسانی کاموں کی ذمہ داریوں اور انسانی ہستی کی غرض اور انجام پر غور و فکر کرنے والے کی حیثیت سے آپ نے صرف ایک ہی محبت شعار قلب کے ساتھ جو آپ کے آرام اور تسکین کا موجب تھا۔ ایک

قوم بلکہ ایک دنیا کی اصلاح اور ہدایت کے لئے اپنے آپ کو لگا دیا۔ آپؐ اس کام کی سرانجام دہی میں جو آپؐ کے سپرد کیا گیا۔ غیر متزلزل سپرٹ کے ساتھ جدّ وجہد کرتے رہے۔

علم الحرب کے پیدا کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ

ایسی کوئی کوئی باتیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم الحرب میں حصہ لینے کے متعلق پائی جاتی ہیں، جرمن مستشرقین نے جمع کی ہیں۔ لیکن آخر کار نہ تو وہ اتنی جامع ہیں کہ ہمارے علم میں ان سے کوئی اضافہ ہو سکے۔ اور نہ ہی وہ صحیح ہیں۔ ان باتوں سے مطابقت رکھتی ہیں جو اصل ذرائع اور ان کے ہمعصر مصنفین سے اکٹھی کی جا سکتی ہیں۔ مسلمان جرنیل اور فوجی کمانڈر جو ایسے مضمون پر بہترین روشنی ڈال سکتے ہیں۔ انہوں نے مدتوں پہلے مناسب اور پوری تفصیل کے ساتھ اس پر لکھا ہے۔ اور جرمن مستشرق علما کے ان بیانات میں بہترین اضافہ کیا ہے۔ جن کی ساری کوشش خلفائے نبوی کے واقعات کو حد سے بڑھا کر بیان کرنے اور مسلمان بادشاہوں کے فنون حرب کی تفصیلات کے اندر جانے میں صرف ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان کمانڈر نے اخلاق جنگ اور علم الحرب میں جو مستقل اور بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ وہ نہایت محتاط مطالعہ کو چاہتا ہے۔ یہ وہ کمانڈر ہے جس نے فتح پانے کے لئے جنگ کی۔ یہ وہ سپہ سالار ہے جس کے پاس بہت تھوڑی فوج تھی۔ اور جس کا سب سے بڑا ہتھیار وہ نظر نہ آنے والی غیر معمولی طاقت تھی۔ جو آپ کی سپرٹ میں موجود تھی۔

مقابلہ کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان فوجی طریقوں پر روشنی ڈالی جائے۔ جو اس وقت روم اور فارس میں رائج تھے۔ رومی سلطنت اور ایران نے یہ ضروری سمجھ رکھا تھا کہ تنخواہ دار سپاہیوں کی ایک باقاعدہ تعداد جو مرسنری یعنی اجیر کے نام سے پکاری جاتی تھی مستقل طور پر ملازمت میں رہے۔ تاکہ بیرونی دشمنوں کی مدافعت اور نئی فتوحات کے کام آ سکے۔ امرائے سلطنت اور بڑے بڑے نواب ایسی افواج کے کمانڈر ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ ایک قومی فوج ہوتی تھی۔ جو لوگوں کی طرف سے بنائی جاتی تھی اور ہر شہری کا یہ فرض ہوتا تھا کہ قومی مصیبت کے وقت ہتھیار لے کر نکل پڑے۔ جبری بھرتی کا طریق بھی رائج

تھا۔ لیکن مجھے صرف مستقل اور ہمیشہ قائم رہنے والی مرسنری سے بحث ہے۔ جنہوں نے روپیہ کے لئے اپنی جانیں بیچ رکھی تھیں۔ ایسی فوج کے عام اخلاق کا اندازہ کسی قدر لگایا جا سکتا ہے۔ جو کسی حب وطن یا بے نفسی کے جذبہ سے سرشار ہو کر نہیں بلکہ محض روپیہ کی خاطر لڑتے تھے۔ ایسا طریق بجائے خود فوجی محاسن کے پیدا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسے حالات میں صرف بُرے اور ناپاک طریقوں میں مشغولیت سے ہی جنگی سپرٹ کو قائم رکھا جا سکتا ہے۔ ایسی سپاہیانہ زندگی میں ضبط نفس اور اطاعت کا خیال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے شہوانی باتوں اور حیوانی جذبات کو انہوں نے کھلا رستہ دے دیا۔ قتل و نہیب ان کی فطرت ثانیہ بن گیا۔ اور جہاں کہیں وہ گئے آتشباری اور شمشیر زنی ان کا کام تھا۔ اپنی بارکوں میں ان کی عام زندگی میدان جنگ سے بھی بدتر تھی۔ اور یہ ایک فطری بات تھی۔ کیونکہ ایسی فوج کا ہونا فطرت کے خلاف اور ایک بناوٹ تھی۔ یہ قومی فوج نہ تھی۔ جو ایک ہی ایسا طریق ہے۔ جس سے شریفانہ انسانی اخلاق پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس مخالف قومیت اور وحشیانہ فوج کے بالکل خلاف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ایک صحیح قومی فوج بنائی۔ اور مادر وطن کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض قرار دیا۔ آپ نے اس کو ایک اصول بنا دیا۔ کہ کوئی ملک دوسرے پر حملہ آور ہونے کا حق نہیں رکھتا۔ آپ نے جارحانہ جنگوں سے روک دیا۔ آپ نے صرف ایک بلند تر مقصد یعنی صداقت اور آزادی مذہب کے لئے ایسی مدافعانہ جنگیں کیں جن کے بغیر چارہ نہ تھا۔ اس وجہ سے تنخواہ دار سپاہیوں اور باقاعدہ فوج رکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ آپ کی فوجوں میں کوئی ایسی بربریت یا ظلم نہ ہوتا تھا جو رومی اور ایرانی افواج کا خاصہ تھا۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان سپاہیوں کے دلوں میں جو اللہ کے سپاہی تھے۔ شجاعت۔ صبر بردباری۔ استقامت اور دلیری کے تمام اعلیٰ محاسن کوٹ کوٹ کر بھر دئے تھے۔ ان سپاہیوں نے اسلام کے لئے لڑائیاں کیں۔ جن میں زبردست تحمل و برداشت مصائب و شدائد۔ بھوک اور فاقہ کشی یا فاقہ کشی دکھوں اور ایذاؤں کا انہیں شکار ہونا پڑا۔ یہ بالکل قلیل التعداد اور مٹھی بھر تھے۔ جو بڑی بڑی افواج سے معرکہ آرا ہوتے۔ غیر تربیت یافتہ ہونے اور راشن اور سامان حرب کی کمی کے باوجود وہ غالب اور فتحیاب ہوتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پے در پے اور فیصلہ کن فتوحات جو آپ کو بہت تھوڑی افواج کیساتھ بہت زبردست عساکر پر حاصل ہوئیں فوجی تاریخ میں ایک معجزہ ہیں۔ اور ان سے یہ ظاہر ہے کہ حسن اخلاق

غلبہ اور نیکی سے آپ کو یہ کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ اور روحانی طاقت وحشیانہ اور بگڑی ہوئی جسمانی طاقت پر ہمیشہ غالب آتی ہے۔ آپؐ کی افواج اور دنیا کی دوسری فوجوں میں یوں تو زمین آسمان کا فرق تھا۔ لیکن یہ امر کہ آپؐ کی فوج تمام ان برائیوں سے پاک تھی جو فوجی زندگی کا جزو لاینفک ہیں۔ اس سے اس اعلے معیار اخلاق کا پتہ لگتا ہے جو اس عظیم الشان لیڈر نے پیدا کئے اور جس پر کئی ضخیم مجلدات لکھی جاسکتی ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات سے ظاہر ہے۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح روم اور فارس میں سپاہیوں کی جنگی سپرٹ کو شراب جوئے بازی اور شکار وغیرہ کے ذریعہ قائم رکھا جاتا تھا۔ اور اس کا یہ مقصد ہے کہ وہ نڈر اور بہادر بن جائیں۔ اور اس لئے وہ سوائے اس کے کہ وحشی اور ظالم بن جائیں اور کوئی نتیجہ نہیں۔ جس میں ایک بالکل غیر ذمہ دارانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور نتائج کی انہیں کوئی پروا نہیں ہوتی۔ موجودہ زمانہ کے فوجی طریق عمل میں بھی شراب نوشی ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمان سپاہی نہایت خطرناک لڑائیاں لڑتے تھے۔ وہ لڑائیاں جن میں دین اللہ کی حفاظت و حمایت مدنظر تھی اور اس عظیم الشان کمانڈر نے مذہبی جوش کے ذریعہ سے ان کی سپرٹ کو قائم رکھا۔ اس نے شراب جوا اور دیگر بری اور احمقانہ عادات کو ترک کر دیا۔ اور آپؐ کا با وقار جتھہ بھوک اور فاقہ کشی کو برداشت کرتے ہوئے۔ صبر و استقلال کے ساتھ کئی کئی دن تک میدان کارزار میں معرکہ آرا رہ سکتا تھا۔

اس سب سے بڑے ناظم عساکر نے لوٹ کھسوٹ کو بالکل موقوف کر دیا۔ اس دس سال کے عرصہ میں جب مسلمان بے شمار جنگوں میں مصروف پیکار تھے۔ ان چیزوں کا کبھی نام نہیں سُنا گیا۔ اس ضبط نفس اور نظام کا خیال کیجئے جو ضروری ہے کہ ان میں پایا جاتا ہو۔ اور وہ زبردست روح جو ان کے عظیم الشان ہادی کی طرف سے ان کے اندر پھونک دی گئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے بلند ترین اصولوں پر غور کیجئے۔ تمام مکہ معظمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گرا ہوا تھا۔ وہ مکہ جس نے آپؐ کو اور آپؐ کے متبعین کو حد سے زیادہ دکھ اور ایذائیں دی تھیں اس عظیم الشان فاتح اور افواج کے لئے یہ ایک فطری بات تھی کہ وہ ان کی پوزیشن سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ اور اہل مکہ سے جو ان کے سخت ترین دشمن رہ چکے تھے سخت ترین بدلہ لیں۔ ایک سیزر یا نپولین اگر فتح یاب ہو کر شہر میں داخل ہوتا ضروری تھا کہ قتل و عام اور لوٹ مار ہوتی۔ کیونکہ موجودہ زمانہ کے معمولی فوجی اخلاق کے مطابق یہ ایک

بالکل جائز طریق ہے لیکن اس بے نظیر لیڈر کی بے نظیر عظمت کو ملاحظہ کیجئے۔ اور ایسا ہی اس کے سپاہیوں کے اندر نظم ونسق کی بے نظیر سپرٹ کو دیکھئے۔ مکہ کو ہاتھ لگائے بغیر چھوڑ دیا گیا۔ وہ مکہ جس نے آپ کو مدینہ کی طرف تشریف لے جانے اور جنگ کرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ مکہ جو آپ کے تمام مصائب ومشکلات کا موجب تھا۔ ان لوگوں سے آپ نے فرمایا:۔

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین :۔ تم پر آج کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔ وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

کیا اس قسم کا کیرکٹر کسی دوسرے لیڈر اور اس کے ساتھیوں میں نظر آتا ہے؟ کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح معنوں میں فوجی خصائص کے مالک تھے؟ فتح مکہ دنیا کی فوجی تاریخ میں ایک ناقابل فراموش باب ہے۔ اس کے بعد جنگ حنین میں آپؐ اور آپ کے ساتھیوں نے ویسی ہی شاندار سپرٹ کا جو اظہار کیا۔ اور چھ ہزار قیدیوں کو جو ان کا جائز مال غنیمت تھا۔ رہا کر دیا۔ وہ کوئی زیادہ تعجب انگیز واقعہ نہیں۔ غرض دس سال کے قلیل ترین عرصہ میں آپ نے عجائبات دنیا کو دکھائے۔ وہ جس کو سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہ ملتی تھی۔ جس کو اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ جانا پڑا۔ فتحیاب ہو کر پھر اسی جگہ آتا ہے جہاں سے وہ بھاگا تھا۔ اور انہیں ملامت تک نہیں کرتا۔ ان ہنگامہ خیز اور ہیجان انگیز واقعات کی تہ میں ایک ایسی زبردست روح کام کرتی ہے۔ جو کسی طرح نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتی۔

یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنہوں نے تلوار کا صحیح استعمال دنیا کو سکھلایا۔ وہ تلوار جو جارحانہ طور پر اپنی بڑائی کے لئے نہیں۔ بلکہ صداقت اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے چلائی گئی تھی۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اپنی کتاب "دی آئیڈیل پرافٹ" میں لکھتے ہیں:۔

"لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ بعض وقت ہمارے بلند ترین فرائض میں سے یہ بھی ایک فرض ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کی بہبودی کے لئے تلوار کو بے نیام کیا جائے۔ جس وقت مصیبت زدہ انسانوں کی آزادی کو پاؤں تلے روندا جا رہا ہو۔ اور مذہبی آزادی خطرہ میں پڑ جائے۔ اس وقت ہم ایک تماشائی کی طرح غیر طرف دار بن کر اور لا پروا ایک طرف کھڑے نہیں رہ سکتے۔ ایسے مواقع ضرور پیدا ہوتے ہیں جب اسلحہ کا استعمال کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ لیکن اسلحہ اکثر استعمال میں آتے ہیں اور خدا کے رسول کا یہ فرض ہے کہ وہ تلوار کے استعمال کا صحیح موقعہ ومحل ہمیں بتائے۔"

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ذیل حالات میں اسلحہ کو ہاتھ میں لیا:۔

(۱) خدا کے کسی گھر کو تباہی سے بچانے کے لئے۔

(۲) ضمیر کی آزادی قائم کرنے کے لئے کوئی شخص اپنے مذہب کو کسی دوسرے کے گلے سے نیچے زبردستی نہیں اُتار سکتا۔ انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر قسم کے ظلم وستم پرسے اگر آزادی ضمیر خطرہ میں پڑ جائے تو تلوار ہاتھ میں لے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے بھی نبرد آزما ہونا ضروری ہے جو کسی یہودی یا نصرانی کو ایذا دے۔

(۳) حفاظت خود اختیاری کے لئے۔

(۴) جس وقت دشمن صلح کی درخواست کرے تو تمام عناد اور دشمنیاں موقوف ہو جائیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر صلح وامن کے حامی تھے۔ آپؐ کی غرض ہمیشہ جہاں تک ممکن ہو جنگ کو روکنا تھا۔ اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ آپؐ نے صرف صداقت کی حمایت میں تلوار اٹھائی، یہ اس امر واقعہ سے ثابت ہے۔ کہ آپؐ کی تمام جنگیں خالصتہً اندفاعی تھیں۔ اور کبھی جارحانہ لڑائی آپؐ نے نہیں کی۔ ایک صلح حدیبیہ ہی کے واقعہ سے یہ کھلے طور پر ظاہر ہے۔ کہ کس طرح سے آپ غیر ضروری جنگ و جدل کو روکتے تھے۔ کس طرح سے آپؐ اپنے اصول اور قرآنی احکام کی پیروی میں ہمیشہ سمجھوتہ کے لئے تیار رہتے تھے۔ اگرچہ یہ آپؐ کو کتنا ہی مہنگا کیوں نہ پڑے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

فان جنحوا للسلم فاجنح لها۔ اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی اس کے لئے جھک جا۔ (قرآن کریم ۸ : ۶۱)۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فوجی طریق میں بعض عملی اصلاحیں کی ہیں۔ جو فوج کے عام اخلاقی معیار کو بلند کرنے کا موجب ہوئی ہیں۔

(۱) آپ نے سپاہیوں کو سادہ اور تکلیف کی زندگی بسر کرنے کا عادی بنایا۔ اور انہیں ترغیب دی کہ اپنے روپیہ اور طاقت کو ضائع نہ کریں۔ اور نیک کاموں کے لئے انہیں بچائیں۔ روپیہ فضول اڑانا اور اپنی طاقت کو ضائع کرنا بہت بُری عادات ہیں۔ جو ان پیشہ ور سپاہیوں کی وراثت ہیں۔ جن کی زندگی زیادہ تر اس حالت میں گذرتی ہے۔ کہ فطرت کی پرواہ نہ کی جائے۔

(۲) آپؐ نے مسلمانوں میں خالص قومی اور جمہوری سپرٹ پیدا کی۔ جس سے ادنے سے ادنے پوزیشن کا آدمی بھی یہ سمجھنے لگ گیا۔ کہ وہ حکومت کا جزو لاینفک ہے۔ اسلئے انہوں نے ملک کے مفاد سے اپنے آپ کو وابستہ

کر بیا حکومت کے نقصان سے انہیں تکلیف پہنچتی اور اس کی عظمت قائم کرنے اور نفع پہنچانے میں وہ حصہ لیتے تھے۔ تنخواہ دار افواج سے اس قسم کی سپرٹ کی امید نہیں کی جا سکتی۔

(۳) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فوجی زندگی کا مذاق پیدا کر دیا۔ اور اپنے ساتھیوں کی تمام فوجی اور جسمانی ورزشوں میں بذاتِ خود عملی حصہ لے کر ان میں براہ راست شجاعت اور دلیری پیدا کر دی آپؐ کی شخصیت اور ذاتی نمونہ ایک لازوال نفع روح کا دائمی سرچشمہ ہے۔

(۴) آپؐ باقاعدہ فوجی نظام رکھتے تھے تمام فوج بہت سے دستوں پر منقسم تھی۔ ہر ایک دستہ براہ راست ایک چیف کے زیر نگرانی ہوتا تھا۔ اور وہ چیف آپؐ کے سامنے اس دستہ کا ذمہ دار تھا۔ آپؐ کی فوج کوئی منتشر آدمیوں کا گروہ نہ تھا۔ بلکہ خوب تربیت یافتہ اور منظم تھی۔ کیونکہ اس عملی انسان میں فطری اور صحیح فوجی قوائے عقلیہ پائے جاتے تھے۔ اور اس نے اپنے اعلیٰ اصولوں کے ذریعہ سے تمام نظام کو بلند اور شاندار بنا دیا۔

(۵) جنگ میں بیماروں اور زخمیوں کو آرام پہنچانے کا کافی سامان آپ نے کر رکھا تھا۔ اس غرض سے عورتیں نرسوں کا کام کرتی تھیں۔ اور اس طرح عورتوں کو بھی یہ موقعہ دیا جاتا تھا۔ کہ وہ اس جہاد میں امداد کریں۔

(۶) اپنی فوج کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے آپؐ ایک باقاعدہ اور منظم طریق پر عمل پیرا تھے۔ ہر ایک مسلمان کو خواہ وہ امیر ہو یا غریب یکساں طور پر اپنی توفیق کے مطابق بیت المال میں کچھ نہ کچھ دینا ہوتا تھا۔ فوج کے اخراجات آپؐ صرف غریبوں ہی پر نہ ڈال دیتے تھے۔ اس بارہ میں آپ کا انتظام مساویانہ اور منصفانہ تھا۔ کیونکہ سپاہی تمام ملک کے فائدہ کے لئے لڑائیاں کرتے تھے۔ اور یہ بالکل صحیح طریق تھا کہ تمام ملک یعنی تمام طبقوں کے لوگ ان کے بسر اوقات کے لئے کچھ نہ کچھ دیں۔ اس طریق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے رشتہ داروں اور پس ماندگان کے سامان معیشت کا بھی بند و بست کرتے تھے۔ جو جنگ میں مارے جائیں۔ آپؐ نے اپنی فوج کی مناسب خورد و نوش کے لئے زیادہ تر حکومت کو ذمہ دار ٹھہرایا خواہ سپاہی جنگ میں مصروف ہوں یا نہ ہوں کیونکہ صحت اور طاقت کو قائم رکھنے کے لئے غذا ہر وقت ضروری ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان فوجی نظام کو باریک بینی اور احتیاط کے ساتھ مطالعہ کرنا۔ لوگوں کے ایک پیدائشی لیڈر کی زندگی اور طریق عمل کو سمجھنا ہے۔ جس نے ایک کامل

عملی فوجی نظام کو رائج کر دیا۔ آپ کے فوجی اصول بجائے خود ایک شاندار باب کی حیثیت رکھتے ہیں جس سے موجودہ اقوام اعلیٰ درجہ کے فوجی نظام کے متعلق بہت سے قیمتی سبق حاصل کر سکتی ہیں۔ لڑائی میں آپ ہمیشہ فتحیاب ہوتے تھے۔ اور ہمیشہ بہت بڑی افواج کا مقابلہ مٹھی بھر آدمیوں کیساتھ کرتے تھے مخالف افواج کی تعداد ہی دوسرے آدمی کو ہراساں کرنے والی ہوتی تھی۔ لیکن آپ نے اپنے متبعین کے قلوب میں اپنے مشن کی صداقت کے متعلق غیر متزلزل ایمان پیدا کر دیا۔ آپ کا مکہ میں خون کا ایک قطرہ گرائے بغیر ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہونا ایک فوجی کمانڈر کی زبردست قابلیت کا نشان ہے۔ یہ وحشیانہ طاقت پر فتح پانا تھا۔ آپ نے ہجرت کی اور خدا کے رستہ میں جنگ کی۔ اور آخر کار آپ کی مشن کو فتح حاصل ہوئی۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان کمانڈر ہونے کے ساتھ تاریخ عالم میں سب سے بڑے کمانڈر رہیں ۔

مکتوب ووکنگ مشن انگلستان

دو سعید روحیں جویائے سلام

گذشتہ ہفتہ ووکنگ مشن کی ڈاک میں ذیل کے دو دلچسپ خطوط موصول ہوئے ۔

آفتاب الدین۔ امام مسجد ووکنگ۔ انگلستان

مکتوب اوّل

پیارے امام صاحب کچھ عرصہ سے میں مطالعۂ اسلام میں دلچسپی لے رہی ہوں اور عیسائیت سے تنفر بڑھ رہا ہے۔ اسلامک ریویو کا مسلسل مطالعہ میرے اطمینانِ قلب کا موجب ہو رہا ہے اسلام پر مزید لٹریچر ارسال فرما کر ممنون فرماویں۔

آپکی وفادار (دستخط) مس فرانسس کراس۔ لندن

مکتوب دوم

مکرمی جناب امام صاحب۔ اسلامک ریویو اور قرآن کریم کا مطالعہ میرے قلبی انبساط کا موجب ہو رہا ہے۔ ان دونوں کے مسلسل مطالعہ نے مجھے اس قابل کر دیا ہے کہ میں حقانیت کی تلاش میں قدم کو آگے بڑھاؤں۔ اور پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو آسانی سے سمجھ سکوں۔ کیا آپ اس کے متعلق مجھے مزید لٹریچر اور مفید مشورہ دے کر ممنون فرمائیں گے۔

آپ کا مخلص

(دستخط) ڈی۔ سواگر۔ ویمبلڈن

رقابتِ بیجا

(بقلم مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی۔اے)

میرا یہ خیال ہے کہ بغض و حسد سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے انسان صدہا دوسرے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ اگر انسان اپنے قلوب کو اس جذبہ سے پاک کرلیں تو یہ دنیا بہت جلد بہشت بریں بن جائے اور امن و امان کا وہ دور جس کی آرزو میں دنیا کے تمام بڑے بڑے لوگ کوشاں رہے مگر کامیاب نہ ہوئے فوراً شروع ہو جائے گا۔ صلح کا شہزادہ بھی آیا اور ناکام ہی چلا گیا۔ حالانکہ اس کی امت نے اسے خدا کا فرزند ازلی قرار دیا اور الوہیت باری میں برابر کا شریک بنا دیا۔ لیکن اس کے جانے کے بعد کیا ہوا؟ اس کی اُمت کے مختلف فرقوں کے درمیان حسد اور رقابت کا بازار گرم ہوگیا۔ کلیسا و حکومت کے درمیان رقابت ایک جماعت کی نہیں بلکہ تمام مسیحیت اور دنیا کی دوسری ملتوں اور تہذیبوں کے درمیان رقابت شروع ہوگئی۔ چنانچہ رقابت کی یہ داستان تاریخ کے صفحات پر منقوش ہے۔

بے شک اسلام مختلف صورتوں میں مسیحت کے نقائص کو دور کرنے کے لئے آیا اور بشرط ضرورت اس کی جگہ لینے کے لئے بھی تیار ہے تاکہ بنی نوع آدم کا مفاد محفوظ رہ سکے لیکن اس کا رحجان مسیحیت کی طرف زیادہ تر ہمدردانہ اور غمگسارانہ تھا۔ اگرچہ اس نے مسیحیت کا مقابلہ دلائل کے ساتھ کیا اور اس کے غلط خیالات کی تردید بھی کی لیکن کبھی نفرت کا اظہار نہیں کیا۔ آنحضرت صلعم اور آپ کے خلفائے راشدین نے ہمیشہ مسیحیت کا احترام ملحوظ رکھا۔ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے اور یہود کی گستاخیوں پر انہیں سرزنش کی اور حکم دیا کہ مسلمان لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر یقین رکھیں۔

قرآن مجید نے مسیحی راہبوں کی رحمدلی کا بھی ذکر کیا اور عیسائیوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی ترغیب دی۔ اگرچہ اسلام نے ایسی رواداری کا ثبوت دیا لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ صرف یہ کہ عیسائیوں نے اسے اسلام کی چالاکی پر محمول کیا اور مسیحی علماء نے کہا کہ اسلام کا یہ طرز عمل مسیحیت کی فوقیت کی دلیل ہے جو اسے اسلام پر حاصل ہے اور اس دن سے مسیحی پادری اسلام کی اس رواداری کا ہمیشہ ناجائز فائدہ

اٹھاتے چلے آئے ہیں اور اس رنگ میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

جس بات پر جناب مسیح نے بہت زور دیا وہ فروتنی ہے لیکن ہم ابتدا ہی سے مسیحیت کو گھمنڈ شیخی، حسد اور نفرت سے لبریز پاتے ہیں۔ مسیحیوں نے یہود کی تحقیر کی جو کہ ان کے مورث اعلیٰ ہیں انہوں نے مسلمانوں کی تحقیر کی اگرچہ مسلمانوں نے بارہا دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ بیشک جبکہ اسلام عرب کی سرزمین پر نمودار ہوا تو عیسائی روحانیت الکبریٰ کے مالک تھے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ وہ مذہب کے اعتبار سے عرب کے مشرکوں سے چنداں بہتر نہ تھے۔ سر ولیم میور جو مسلمانوں کا دوست نہیں ہے۔ اس حقیقت کو یوں بے نقاب کرتا ہے " علاوہ بریں ساتویں صدی کی مسیحیت خود ناکارہ اور ملوث ہو چکی تھی فرقہ بندی نے اس کی طاقت کا خاتمہ کر دیا تھا اور ابتدائی صدیوں کے خالص اور ترقی کرنے والے مذہب کی جگہ بہت سی توہمات داخل ایمان ہو گئی تھیں۔

ان کے مقابلہ میں، اسلام کے پیرو جیسا کہ خود میور نے تسلیم کیا ہے بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے وہ لکھتا ہے کہ حضرت محمد (صلعم) کی بعثت نے عربوں کو بیدار کر دیا اور ان میں ایک نئی روحانی قوت پیدا ہو گئی"۔ اور اس زمانہ کی مسیحی تہذیب کے متعلق ہم مسٹر ڈینیسن کا قول درج کرتے ہیں"۔ پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں تباہی کے کنارے پر کھڑی ہوئی تھی۔ مسیحیت کی نئی تعلیم، لوگوں میں بجائے وحدت اور اتفاق کے بدنظمی اور افتراق پیدا کر رہی تھی۔ تہذیب مثل اس عظیم الشان درخت کے ہے جس کی پتیاں تمام دنیا پر چھائی ہوئی ہوں۔ گرنے کے قریب تھی اور اس کی جڑ اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی۔ ان لوگوں میں یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوا جس نے آگے چل کر مشرقی اور جنوبی ممالک کو متحد کر دیا۔

جہالت کی یہ تاریکی جو دنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ جیسا کہ تاریخ دان اصحاب کو معلوم ہے۔ اسلام کے ظہور سے دور ہوئی۔ لیکن جہاں تک مسیحیت کا سوال تھا وہ بدستور اسی تاریکی میں مبتلا رہی۔ یہاں تک کہ احیاء العلوم کا دور آ گیا۔ اگر ناظرین ڈاکٹر ڈریپر کی تالیف موسومہ معرکۂ مذہب و سائنس کا مطالعہ کریں۔ تو انہیں معلوم ہو گا کہ جس زمانہ میں، اسلامی تہذیب کی شعاعیں دنیا کو منور کر رہی تھیں۔ مسیحی دنیا بدستور تاریکی توہمات اور جہالت میں مبتلا تھی۔ اسی لئے ہمیں ہمیشہ اس شیخی پر تعجب ہوتا ہے جو مسیحی لوگ ایک مذہبی جماعت کے لحاظ سے بگھارا کرتے ہیں۔ اور اس نفرت پر حیرانی ہوتی ہے جس سے وہ مسلمانوں کو دیکھا کرتے ہیں۔ بغض اور حسد تو گویا مسیحیت کی روح رواں بن گئی ہے اور اس زمانہ میں بھی جب کہ رواداری

کا اس قدر چرچا ہے اور عیسائی رفتار ترقی کے لحاظ سے مسلمانوں سے آگے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں ۔ کہ انہیں نسبتاً کم حاسد ہونا چاہیئے وہ بدستور بجا اور بے جا اپنے اندرونی حسد کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور یہ بات ہمارے لئے حد درجہ مایوس کن ہے۔

مبالغہ آمیز مسیحی نفرت کا ایک نظارہ حال ہی میں نظر آیا ہے، جس کو ہانگ کانگ کے ایک رومن کیتھولک پرچہ موسومہ "مشرق بعید کے لئے قلب مقدس کا پیامبر" کے ایک مضمون نگار نے ہمیں دکھایا ہے۔ ضبط تولید کے عنوان سے جو مضمون اس نے سپرد قلم کیا ہے اور جو سلسلہ وار نکل رہا ہے اس میں اس نے جنسی تعلقات میں دائرہ اعتدال سے گزر جانے کی برائی اور اس کے خطرناک نتائج پر بحث کرتے ہوئے نہائت بھونڈے طریق پر بلا وجہ اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہے:-

"اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یونان اور روما دونوں انہی برائیوں کی وجہ سے تباہ ہوئے یعنی کھلی ہوئی عیاشی اور جرائم خلاف وضع فطری۔ قابل نفرت ترک اور اس کے دوسرے بھائی مسلمان خوب عیاشی کرتے ہیں اور شریعت کے احکام کی کہ انسانوں کو جائز طریق پر آبادی میں اضافہ کرنا چاہیئے مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ اُن کے "نبی" نے ان سے جنت میں جسمانی لذتوں کا وعدہ کیا ہے اور اسلام کے پاس لوگوں کو پھانسنے کے لئے یہ سب سے زیادہ موثر حربہ ہے۔"

میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کس بات نے اس مضمون نگار کو مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے پر مجبور کیا۔ جو ایک زبردست اخلاقی نظام کے مالک ہیں اور گذشتہ ۱۴۰۰ سال کی مہذب زندگی ان کی پشت پر ہے اور اس عرصہ میں انہوں نے دنیا کی تہذیب میں معتد بہ اضافہ کیا ہے اور یوں بھی مہذب دنیا پر اُن کے ان گنت احسانات ہیں۔

اس اقتباس میں مضمون نگار نے چند بے سروپا اور غلط اعتراضات وارد کئے ہیں۔ ان میں سے ایک اعتراض بالکل اچھوتا اور نہائت دلچسپ ہے وہ یہ کہ مسلمان نسل انسانی میں اضافہ کرنے کے حکم کو بالائے طاق رکھ کر عیاشی کرتے ہیں جس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ مسلمان ضبط تولید کے اصول پر عامل رہے ہیں اور عیسائیوں نے یہ بری رسم انہیں سے سیکھی ہے۔ عیاشی اچھوتا خیال ہے۔ بے شک ایسے الزامات عائد کرنے کے لئے بہت ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے اور ایسے عیسائی پادریوں میں اس قسم کی ہمت کی کمی نہیں ہے اور ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ایسے تاریخ دان سے بحث دلچسپی سے خالی نہیں ہے

اس کے بعد یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اپنے پیروؤں کو جسمانی لذات کا وعدہ دیا ہے جو انہیں دوسری دنیا میں حاصل ہونگی۔ اس اعتراض میں کوئی جدت نہیں ہے یہ وہی فرسودہ اعتراض ہے جس کا جواب بارہا دیا جاچکا ہے کہ اسلامی بہشت کا تخیل خالص روحانی ہے۔ اور طہارت سلامتی اور تمجید الٰہی پر مبنی ہے لیکن مسیحی مشنری اپنی طبیعت کے لحاظ سے فریق ثانی کے دلائل سننے کی زحمت گوارا نہیں کرتا اور جذبۂ حیا سے جو مہذب افراد کی ایک کمزوری ہے۔ شائد بالکل ہی معرّا ہوتا ہے خواہ آپ اس کے اعتراض کا کیسا ہی دندان شکن جواب کیوں نہ دیں وہ بدستور غیر متاثر رہتا ہے اور اپنے پرانے اور بے کار اعتراضات کا اعادہ کئے چلا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص ذرا غور سے کام لے تو یہ معلوم کرنا بالکل آسان ہے کہ اگرچہ قرآن مجید نے بعض مقامات میں بہشت کے متعلق دنیاوی راحتوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن بہشت کا حقیقی مفہوم یہ ہے "کوئی انسان نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کے لئے کس قسم کی نعمتیں اپنے خزانہ میں جمع کر رکھی ہیں۔ (۳۲ : ۱۷)

بہشت کی زندگی کی حقیقی نوعیت بتانے کے لئے قرآن پاک نے کہہ کر یہ تمام شکوک مٹا دئے ہیں۔ "بہشت میں بہشتی لوگوں کی تمجید یہ ہوگی۔" اے اللہ تیری شان اعلیٰ ہے" اور وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی مبارکباد دیں گے اور ان کا آخری کلام یہ ہوگا الحمد للہ رب العالمین (۱۰ : ۱۰)

ان حقائق کی موجودگی میں صرف ایک مسیحی پادری ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں کو عالم آخرت میں جسمانی لذات کا وعدہ دیتا ہے۔

اسلام کے روشن دور سے قطع نظر کرکے اس گئے گزرے زمانہ میں بھی اسلام عیسائیت کے مقابلہ میں عقلمند لوگوں کے لئے بہت زیادہ کشش کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے حالانکہ مسیحیت کو اسلام کے مقابلہ میں اس وقت سیاسی قوت اور تمدنی فوقیت دونوں چیزیں حاصل ہیں اور یہ بات مسیحیت کے حامیوں کے لئے ہمیشہ ایک معما رہی ہے کہ ایسا کیوں ہے اور انہوں نے مجبور ہوکر یہ کہکر اپنے دل کو تسلی دے دی ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں کو جسمانی لذات کا وعدہ دیتا ہے۔ لیکن عیسائی لوگ ابھی تک یہ ثابت نہیں کرسکے کہ زہد و تقوے کے خیالات اور ربانی مسیحیت کی راہبیانہ اور مجرّد زندگی

کی مثال کے باوجود کبھی ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جب کہ مسیحی لوگ علی العموم مسلمانوں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار رہے ہوں۔

جا اور بے جا مسلمان بادشاہوں کی شاہانہ زندگی اور حرم نوازی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جب کہ مسلمانوں کو سیاسی قوت حاصل تھی۔ بے شک ان میں سے بعض کی زندگیاں قابل تعریف نہ تھیں لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ جو بات وہ ایک محدود دائرہ میں کرتے تھے وہ عیسائی امراء خاص کر موجودہ زمانہ کے غیر محدود دائرہ میں کرتے ہیں۔ بلکہ مسیحیت کے زاہدانہ طبقے بھی اس معاملہ میں دنیا کے سامنے کوئی عمدہ مثال پیش نہیں کرسکتے۔

بیشک مسلمان امراء قرآن کی تعلیم کے خلاف حرم نوازی کرتے تھے اور آج بھی بعض مسلمان امراء تعدد ازدواج کے مسئلہ کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں یہ قابل الزام اور بری بات ہے لیکن مسلمان سوسائٹی علی العموم اخلاق کے سخت ضابطہ کے ماتحت زندگی بسر کرتی ہے۔ جبکہ موجودہ زمانہ کی مسیحیوں کی نفس پرستی تو تمام مہذب دنیا میں سنسنی پیدا کررہی ہے اور وہ لوگ اس نفس پرستی کو نہ صرف مردوں بلکہ عورتوں کے لئے بھی قابل فخر کارنامہ خیال کرتے ہیں۔ پادری ٹیلر نے خوب لکھا ہے" مسلمان ممالک کی منضبط تعدد ازدواج کی رسم اس مخلوط ارتباط مرد و زن کے مقابلہ میں جو مسیحی ممالک میں پایا جاتا ہے عورت کے لئے کمتر شرمناک اور مرد کے لئے کمتر نقصان دہ ہے۔ ایک عورت کا کئی مردوں سے تعلق رکھنا ایک ایسی لعنت ہے جو مسیحی دنیا پر مسلط ہے اور اسلام میں کوئی شخص اس کا نام بھی نہیں جانتا۔ وہ قوم جس کی عورتیں بیک وقت کئی مردوں سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ ان کو مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں - جو بیک وقت کئی عورتوں سے شادی کرلیتے ہیں۔ دوسروں کی آنکھ میں سے شہتیر نکالنے سے قبل ہمیں اپنی آنکھ میں تنکا نکال لینا چاہیے۔"

ان باتوں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اسلام نفسانیت کا حامی یا موید نہیں ہے جیسا کہ پادری لوگ غلطی سے سمجھے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کا ضابطۂ اخلاق عیسائیوں کے ضابطہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ بلند واقع ہوا ہے۔

یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ کسی سوسائٹی میں بعض ناپسندیدہ امور کے لئے اس سوسائٹی کا مذہب ذمہ دار نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم مسیحیت کو مسیحی ممالک کے افعال کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں

اور ہمارے پاس ایسا کرنے کی وجوہ موجود ہیں۔ عقائد کے زاویہ نگاہ سے کفارہ مسیح اور ان کی ولادت
بغیر پدر کے عقیدہ نے مسیحیوں کے دماغوں کو متاثر کیا ہے اور اس نفسیاتی عمل نے وہ نتیجہ پیدا کیا ہے
جس کی تفصیل کرنے سے تہذیب مانع ہے اور اخلاقی جدوجہد پر مذہب نے جو ناخوشگوار غیر مفید
اثر ڈالا ہے وہ عقیدہ گناہ موروثی میں اپنے منتہائے عروج کو پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً جناب یسوع کی
مجرد زندگی کے غیر فطری عمل کا نتیجہ بھی سمت مخالف میں رد عمل کے لئے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

ناواقف حضرات کی اطلاع کے لئے اس امر کا تذکرہ کرنا ضروری ہے کہ مسیحیت سمیت جملہ
مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ضبط تولید کے مسئلہ میں ہماری رہنمائی کر
سکتا ہے اور جناب یسوع ضبط تولید درکنار نکاح اور اہل زندگی کے متعلق بھی کوئی رہنمائی نہیں
کر سکتے۔ سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب اس بیسویں صدی کی برائی کو قبل از وقت نہ دیکھ سکا
قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :-

" اور مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو مت قتل کرو۔ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں
بھی۔ بے شک انہیں قتل کرنا ایک بڑی غلطی ہے" (۱۷-۳۱)

اس آیت میں " مفلسی کے ڈر سے" کا ٹکڑا خاص طور سے لائق غور ہے۔ قرآن ضبطِ تولید
سے نہیں روکتا۔ مگر اس وقت جبکہ اس کا محرک مفلسی ہو۔

اور اس آیت کا اثر مسلمانوں پر یہ ہوا کہ انہوں نے ہمیشہ یہ سمجھا کہ قرآن ہر رنگ میں ضبط تولید
کا مخالف ہے اور آج بھی جب کہ ضبط تولید کی تحریک جملہ ممالک میں تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے
مسلمان بہ حیثیت قوم اس کے سخت خلاف ہیں۔ اولاً تو نظریۂ آبادی جو کہ اس تحریک کی بنیاد ہے قرآنی
تعلیم کی روح کے خلاف ہے۔ ثانیاً اس کے متعلق تفصیلی تذکرے اور طریق عمل تہذیب اور حیاء کے
منافی ہیں اور حیاء اسلام میں ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان قرآن کا مطالعہ
زیادہ غور کے ساتھ کریں تاکہ وہ معلوم کریں آیا واقعی قرآن ہر معاملہ میں ضبط تولید کی ممانعت کرتا ہے
اس سوال پر بحث کرنا ہے کہ ضبط تولید، قتل اطفال کے مترادف ہے یا نہیں بیکار ہے۔
کیونکہ امر تنقیح طلب فعل قتل نہیں ہے، قتل انسان کے متعلق قرآن میں کئی جگہ بحث موجود ہے
خصوصاً آیت زیر نظر کے بعد تیسری میں۔ جہاں مفلسی کے ڈر سے بچوں کی تعداد محدود کرنے کی عادت

پر زور دیا گیا ہے ۔اسلام کی مشہور تعلیم ہے کہ اعمال کا فیصلہ نیت کے اوپر ہوتا ہے اور یہ وہ اصول ہے جسے آج دنیا کے تمام ضوابط، قانون صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن جس بات کے خلاف ہے ۔ مالتھس کا نظریہ آبادی ہے جو کہ ضبط تولید کا اصلی محرک ہے اور یہ نظریہ اس شخص کا پیدا کردہ ہے جو اپنے آپ کو انسانی زندگی کا بہت بڑا ماہر سمجھتا تھا۔

مالتھس کے دلائل کی تردید کے لئے قرآن میں یہ الفاظ موجود ہیں " ہم انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی"۔ پس یہ آیت ہمیں دوسری وجوہ کی بنا ء پر ضبط تولید کی اجازت دیتی ہے ۔ اور سوائے ہٹ دھرم آدمی کے باقی سب تسلیم کرلیں گے کہ بعض اوقات ضبط تولید کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے مثلاً جب کہ زوجہ علیل ہو یا ولادت اطفال سے اس کو جان کا خطرہ ہو اور بعض حالات میں ضبط نفس بعض انسانوں کے لئے ناممکن ہے ۔ لہذا سوائے ضبط تولید کے اصول پر عامل ہونے کے اور کوئی صورت نجات کی ممکن نہیں ہے ۔ قرآن نے اس اصول کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا ہے ۔ کہ مبادا لوگوں میں غیر ذمہ دارانہ تعلقات زن و مرد قائم ہو جائیں۔ چنانچہ اگلی آیت میں اس کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے " اور زناکاری کے نزدیک نہ جانا کیونکہ بری عادت ہے اور برا راستہ ہے "۔

امر غور طلب یہ ہے کہ جب تک لوگوں کے دلوں میں اخلاقی احساس کافی موجود نہ ہو اس وقت تک یہ اجازت لوگوں میں جنسی گناہ کرنے کے لئے ایک سبب بن جائے گی ۔کیونکہ خراب نتائج کا ڈر باقی نہیں رہیگا اور یہ احساس سوسائٹی کے اخلاق کے قیام کے لئے اشد ضروری ہے ۔ اندک تامل سے یہ آشکارا ہو جائے گا کہ خارجی پابندیوں سے ہم ترغیبات سے تو بچ سکتے ہیں لیکن دنیا کا کوئی قانون ہمارے خیالات پر پابندی عائد نہیں کر سکتا اور ارادی گناہوں کو نہیں روک سکتا جو کہ ہر ممکن اجازت اور آزادی کو اپنے برے مقاصد کے لئے استعمال کر سکتے ہیں ۔

پس قرآن مجید نہ صرف اس اہم مسئلہ موجودہ پر ہماری رہنمائی کر سکتا ہے ۔ بلکہ وہ اپنی ہدایات مع ضروری تحفظات کے پیش کرتا ہے تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو جائے ۔ ہم اپنے کیتھولک دوستوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ بائبل سے کوئی فقرہ ایسا نکال کر دکھائیں جو اتنی نہ سہی تھوڑی ہی روشنی اس مسئلہ پر ڈال سکتا ہو ہم بالیقین کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک فقرہ یا درس بھی نہیں دکھا سکتے لیکن اس کے باوجود وہ بائبل کی تعلیمات کی قرآنی تعلیمات پر فوقیت کا شور مچاتے رہیں گے ۔

سوال از جناب محمد آزیچیس ہیگ فرنڈ برٹش گائنا

سوال :۔ دشمن بیان کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے رُو سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اچھی چیزوں کے خواہشمند تھے۔ جو اللہ تعالےٰ نے کفار کو دی ہیں۔ ملاحظہ ہو سورہ الحجر آیت ۸۸ ۔

جواب :۔ جس آیت کا حوالہ سوال میں دیا گیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔ لا تمدن عینیك الیٰ ما متعنا به ازواجاً منهم ولا تحزن علیهم واخفض جناحك للمومنین ۔

ان چیزوں پر اپنی آنکھیں مت لگاؤ جو ہم نے ان میں کئی لوگوں کو دیں اور نہ ان پر غمگین ہو اور اور مومنوں کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کر،

اس آیت سے یہ خیال کرنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان اشیاء کے لئے مضطرب تھے۔ جو کفار کو دی گئیں۔ ایک خیال باطل ہے۔ آنکھ لگانے کا مطلب صرف پریشانی اور خواہش کا اظہار ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی فی الواقعہ خواہش رکھتے تھے۔ کہ دنیوی عیش و عشرت میں مبتلا رہنے والے کفار کو اللہ تعالیٰ کا علم دیا جائے اور وہ عبادت الٰہی کی طرف توجہ کریں یہ بجائے خود ایک مشکل کام تھا۔ بلکہ ان تعیشات نے جو امراء کو حاصل تھے۔ ان کی اصلاح کو اور بھی زیادہ مشکل بنا دیا تھا۔ ان حالات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بھی پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ یہ پریشانی تھی جو آپ کے لئے تحیر اور سراسیمگی کا موجب ہوئی۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ کی آنکھیں اس پر لگی ہوئی تھیں۔ آیت کا یہ مطلب و مفہوم ان الفاظ سے بھی ثابت ہے۔ جو اسی آیت میں فرمائے گئے ہیں۔ ولا تحزن علیھم ان پر غمگین مت ہو۔ (آفتاب الدین احمد)

خریداران رسالہ کی خدمت میں التماس

جن اصحاب نے جنوری فروری ڈبل نمبر کا وی۔ پی واپس کر دیا ہے انکی خدمت میں ہم نے رسالہ تو بھیج دیا ہے اور خط بھی تحریر کیا ہے مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ اس لئے التماس خدمت ہے۔ کہ چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر دفتر کو دوبارہ وی۔ پی کرنے کے اخراجات سے نجات دلائیں۔ والسلام

مینجر رسالہ اشاعت اسلام

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے

اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت۔ کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے "اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت ہیں"۔

مذہب کا مقصد

اسلام اپنے پیروؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آسکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم، جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے، ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں۔ مسلمان یعنی اسلام کے پیرو، ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی، راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید

مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے۔ مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دست برد کی وجہ سے محرف و مبدل ہوگئیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام

ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازۂ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آیندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آیندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کریں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے اور تمام نقائص سے پاک کرنے، نیز جنتی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے ان کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر "قسمت" یا تقدیر کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس معنے میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازۂ ماقبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے، وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اس کا غلط استعمال اسے برا بنا دیتا ہے۔

ارکان اسلام

اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار۔ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ

مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادر مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اس کی مانند نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اس کی ذات قابل تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے، رحمٰن اور رحیم ہے، اعلیٰ اور اکبر ہے، جمیل اور قدیم ہے، غیر محدود ہے، اوّل اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطور خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو۔ مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دُنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات الٰہیہ سے مُتصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد ازروئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہُوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ فرشتوں سے بالاتر اور اُلوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہُوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساواتِ انسانی اور اخوتِ اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔ نسل، دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں۔ نیکی اور خدمت انسان ہی اصلی خوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ اور نسل اور عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلاف رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم طلب علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصُولِ علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیاز شخصیت عام ہونی چاہئیے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مُقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حُکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غربا کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارہائے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندستان)

کو تحریر فرمائیں

Printed by Mian Maula Dad Muslim Printing Press, Lahore & Published by Kwaja Abdul Ghani, Brandreth Road, Lahore.

JUNE 1935

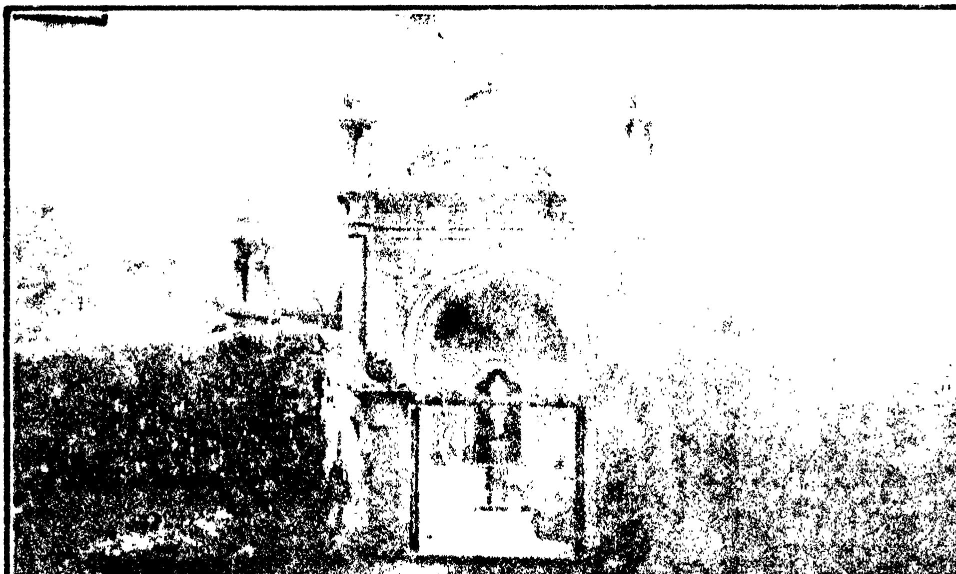
Regd. L. No. 908.

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ

قیمت پانچ روپے (للعہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

۱- عالیجناب دی رایٹ آنریبل سر رولینڈ جارج النسن ون بیرن الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ الفاروق- بی اے (کینٹب) ایم- آئی سی- آئی- ای- آف- اگاڈا ہوس- کیلارنے- آئرلینڈ (چیرمین)

۲- جناب میاں احسان الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا سشن اینڈ ڈسٹرکٹ جج (پنجاب)

۳- جناب دی آنریبل شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی- بیرسٹرایٹ لا ممبر کونسل آف سٹیٹ- رئیس گدیہ ضلع بارابنکی لکھنو-

۴- کنورشری جناب بدرالدین صاحب فرزند عالیجناب ہزہائینس شیخ جہانگیر میاں صاحب والئے ریاست منگرول- کاٹھیاوار-

۵- جناب حکیم محمد جمیل خان صاحب رئیس اعظم فرزند عالیجناب حکیم اجمل خان صاحب مرحوم و مغفور- رئیس اعظم- دہلی-

۶- جناب خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ اینڈ وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی- پشاور (سرحد)-

۷- جناب خان بہادر غلام صمدانی صاحب ریونیو اسسٹنٹ پشاور (سرحد)

۸- جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز- لائل پور-

۹- جناب شیخ عبدالحمید صاحب مالک انگلش ویرہوس- لاہور-

۱۰- جناب ملک شیر محمد خان صاحب بی اے سپیشل سکریٹری ٹو مشیر مال صاحب بہادر ریاست جموں و کشمیر-

۱۱- جناب ڈاکٹر ایس- محمدی صاحب- لندن-

۱۲- جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے- ایل ایل- بی- مترجم و مفسر قرآن کریم انگریزی و اردو-

عہدہ داران

۱۳- جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا- لاہور- (وائس پریذیڈنٹ)

۱۴- جناب شیخ محمد الدین جان صاحب بی اے- ایل ایل- بی- ایڈوکیٹ ہائی کورٹ- لاہور- (وائس پریذیڈنٹ)-

۱۵- جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم- بی- بی ایس سابق سول سرجن سرحد (آنریری فنانشل سکریٹری)-

۱۶- جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے- بی- ٹی- امام شاہجہان مسجد ووکنگ- انگلستان-

۱۷- جناب خواجہ عبدالغنی صاحب سکریٹری- دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ-

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہوچکے ہیں

۱- حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور- بی- اے- ایل- ایل- بی- بانی مسلم مشن ووکنگ- انگلستان- (سابق پریذیڈنٹ)-

۲- جناب سر عباس علی بیگ صاحب مرحوم- کے- سی- آئی- ای- سی- ایس- آئی- ایل ایل- ڈی- بی- اے- ایف- یو- بی- آف بمبئی اینڈ کلفٹن-

۳- جناب سر میاں محمد شفیع صاحب مرحوم- کے- سی- ایس- آئی- سی- آئی- ای- ڈاکٹر آف لٹریچر- بیرسٹرایٹ لا- لاہور-

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

۱- جناب خان صاحب سعادت علی خان صاحب رئیس اعظم و سکریٹری انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور

۲- جناب ملک شیر محمد خان صاحب بی اے سکریٹری ٹو مشیر مال صاحب بہادر ریاست جموں و کشمیر

۳- جناب کنورشری بدرالدین صاحب بی اے خلف الصدق عالیجناب ہزہائینس نواب صاحب بہادر ریاست منگرول- کاٹھیاوار-

۴- جناب خان بہادر شیخ محمد اسمٰعیل صاحب جنرل مرچنٹ- راولپنڈی-

۵- جناب خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ و وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی- پشاور- (سرحد)-

۶- جناب میجر مولوی شمس الدین صاحب بی اے فارن سکریٹری ریاست بہاولپور-

۷- خان صاحب جناب محمد اسلم خان صاحب برہ خان خیل آنریری مجسٹریٹ و رئیس اعظم مردان (سرحد)-

۸- جناب احمد ملا داؤد صاحب مدنی سوداگر- رنگون- (برہما)-

۹- جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز- لائل پور-

۱۰- جناب حاجی شیخ رحیم بخش صاحب بی اے ریٹائرڈ سشن جج- لاہور-

عہدہ داران

۱۱- جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی- اے- ایل ایل- بی- ایڈوکیٹ ہائیکورٹ لاہور- (وائس پریذیڈنٹ)-

۱۲- جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا لاہور (وائس پریذیڈنٹ)-

۱۳- جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم- بی- بی- ایس- سابق سول سرجن سرحد (آنریری فنانشل سکریٹری)-

۱۴- جناب خواجہ عبدالغنی صاحب سکریٹری ووکنگ مشن ٹرسٹ-

ضروری نوٹ:- تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن- عزیز منزل لاہور- تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ

A photographic reproduction of the Siamese version of "WHAT IS ISLAM" — the standing article of the Islamic Review

بسم الله الرحمن الرحيم

ในนามพระเป็นเจ้า ผู้ทรงพระกรุณาธิคุณ อันประเสริฐ

อิสลามคืออะไร?

อิสลาม:— เป็นนามศาสนาสำคัญศาสนาหนึ่ง ซึ่งควรนับเป็นศาสนาอันเที่ยงแท้ของโลก คำว่า "สะลาม" แปลว่า "ความสงบ" "สันติภาพ" ฯลฯ อิสลามก็คือวิถีแห่งความสงบ ความสุขสำราญ ความปลอดภัยนั่นเอง ผู้ที่เลื่อมใสในอิสลาม หรือนัยหนึ่งผู้ดำเนินระอยู่ในศาสนาแห่งสันติภาพนี้ เรียกว่ามอสเล็ม (มุสลิม) (ไม่ใช่ชาวมหมัด แขกอิสลาม ฯลฯ ตามที่คนโดยมากเรียกกันนั้น เนื่องจากการเข้าใจผิดทั้งสิ้น).

องค์พระสัพพัญญู:— ชาวมุสลิมมิได้เลื่อมใส เฉภาะพระมหมัด (มุฮำมัด) เท่านั้น ต้องเคารพและเชื่อฟังคำสั่งสอนอันเที่ยงแท้ของพระสัพพัญญูทุก ๆ พระองค์ เช่นองค์สำคัญของโลก คือ พระอาดัม พระโนแอ(นุฮ์) พระอับราฮำ (อิบรอฮิม) พระโมเซ (มูซา) พระพุทธ พระเยซู (อีซา) ฯลฯ เพราะถือว่าองค์สำคัญที่กล่าวพระนามมานี้ เป็นพระสัพพัญญูผู้รับสนองมาจากพระเจ้าเช่นกัน เพื่อกระทำการสั่งสอนแก่ปวงมนุษย์ตามยุคสมัยตลอดจนมาจนถึง พระมหมัด ซึ่งเป็นพระมหาสัพพัญญู องค์สุดท้ายของโลก.

กุรอาน:— เป็นนามพระธรรมของศาสนาอิสลาม ซึ่งพระมหมัดเป็นผู้รับสนองมาจากพระผู้เป็นเจ้าโดยตรง เพื่อให้มารวบรวมพระธรรมต่างๆของบรรดาพระสัพพัญญู ที่อุบัติมาในโลกก่อนพระองค์ให้พ้นจากความแหลกลาญ และบรรจุข้อความเพิ่มเติม เพื่อให้สมสภาวะ และความเป็นอยู่ของมนุษย์ กุรอานมิใช่เป็นบทประพันธ์ของพระมหมัดองค์เดียวพระองค์ทรงรวบรวม พระคำภีร์ซาล์มของพระเดวิด (ดาวุด) พระคำภีร์ตัลมัด ของพระโมเซ (มูซา) พระคัมภีร์อันญีไล ของพระเยซู (อีซา) พระคำภีร์ฟุรกอน ของพระมหมัด ฯลฯบรรดาพระคำภีร์เหล่านี้รวมกันจึงเรียกว่า **กุรอาน.**

กฎแห่งการเลื่อมใส:— แบ่งออกเป็น ๗ ข้อ:-

(๑) พระผู้เป็นเจ้า

(๒) บรรดาทูตสวรรค์

(๓) พระคำภีร์

(๔) พระสัพพัญญูทุกพระองค์

(๕) ชีวิตในโลกหน้า

(๖) ความดีความชั่วทั้งหลายได้รับกำเนิดมาแต่พระองค์

(๗) การฟื้นจากมรณะของสัตว์โลก ในวันชำระบุญบาป.

หลักอิสลาม:— หลักอันสำคัญยิ่งของอิสลามมีห้าประการ :-

(๑) รับศีล (การปฏิญาณความเชื่อในความเป็นหนึ่งของพระเจ้า และพระมหมัดผู้รับสนองพระโองการจากพระองค์)

(๒) นมัสการ

(๓) บำเพ็ญทุกข์กิริยา

(๔) อนาถาพลี

(๕) สักการะคมนาการ พระแท่น ศักดิ์สิทธิ์ ณ กรุงเม็กกา (ประเทศอาหรับ)

สิทธิระหว่างเพศ:— อิสลามให้สิทธิ์และ ความเสมอภาคย์ แก่บุรุษและสตรีเท่ากัน ทั้งทาง โลกและ ทางธรรม โดย ถือว่าทั้งสองเพศได้รับการปฏิสนธิ์ มาในอาการเช่นเดียวกัน มีชีวิตจิตใจ และความรู้สึกด้วยประการทั้งปวงเทียมเท่ากันจะแยกต่างหากมิได้ ซึ่งผิดกับศาสนาอื่นๆ ที่อันสตรีไว้ทางหนึ่ง ดูเป็นการไม่เสมอหน้ากันเสียเลย เท่าที่เห็นอยู่ในเวลานี้สตรีจะทัดเทียมกับบุรุษได้ ก็เป็นไปในทางโลกเท่านั้น ส่วนทางธรรมสตรีจะประพฤติ และมี ฐานะอย่าง บุรุษ ไม่ได้เป็น อันขาด เช่นการบวช บำเพ็ญศีล ฯลฯ บางศาสนายังปรับความชั่ว (บาป) ให้สตรี ยกความดี (บุญ) ให้บุรุษ รู้สึกว่าเป็นการเหยียด และ ตัดสิทธิ์สตรีลงโดยไร้เหตุผล และปราศจากความเป็นธรรม.

ภราดรภาพ:— อิสลามเป็นศาสนาของชนทุกชาติทุกภาษา มิได้มีการรังเกียจ ในวรรณะ สอน ให้กลม เกลียว ในระหว่าง ชั้นบุคคล มนุษย์ทั่วไปไม่ว่ามีหรือจน เมื่อเลื่อมใสในอิสลาม พลีทุกสิ่งเพื่อพระผู้เป็นเจ้าให้ ถือเสมือนบุคคลคนเดียวกัน ตลอดทั้งความเป็นอยู่ และความเป็นอิสระภาพ ให้รักและช่วยเหลือซึ่งกันและกันประดุจ พี่น้องร่วมอุทร การรวมชาติต่าง ๆ เช่นชาติผิวขาว ผิวเหลือง และผิวดำให้สนิทสนมกลมเกลียวกันนั้น ไม่เคยปรากฏแก่ศาสนาใดเลย เว้นแต่อิสลามเท่านั้น ที่ทำให้มนุษย์ต่าง ผิวมีความสัมพันธ์กัน แนบเนื่องอย่างน่ามหัศจรรย์

In presenting this reproduction, our object is to show the increasing practical appreciation of the services of this journal, by those anxious to advance the cause of Islam. The earliest translation of this effective résumé of Islamic teachings in any local language, so far as we know, was that in Khasi (an Assamese dialect). Then followed the Swedish rendering and then the Zulu, both of which have already been reproduced in these pages. We shall not be surprised if some more versions are in contemplation in some other quarters.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ۱/۴ اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۱ | بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء مطابق ربیع الاول ۱۳۵۴ھ | نمبر ۶

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	ایڈیٹر	۱۸۶
۲	الحق یعنی صداقت	جناب مولوی ڈبلو بی بشیر پکھڈ بی اے کنٹب . . .	۱۹۳
۳	عالمگیر اخوت	جناب مولوی فضل کریم صاحب	۱۹۹
۴	خطبۂ عیدالاضحیٰ ۱۹۳۵ء	جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب . .	۲۰۴
۵	مسلمانانِ پولینڈ	جناب ایل بوہڈنووز کے قلم سے . . .	۲۱۴
۶	مکتوبات ووکنگ	× × × × ×	۲۲۰
۷	گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء	فنانشل سیکرٹری	۲۲۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

شذرات

اہل مغرب کی زندگی کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کے لئے مسلم مشن ووکنگ جو مختلف تدابیر اختیار کرتا رہتا ہے۔ ان میں سے ایک اس پمفلٹ "اسلام کیا ہے" کے انگریزی ترجمہ کی مفت اشاعت بھی ہے یہ پمفلٹ لاکھوں کی تعداد میں انگلستان اور باقی مغربی ممالک میں مفت تقسیم کیا جاچکا ہے۔ اور اب بھی کیا جا رہا ہے۔

اس کا اُردو ترجمہ ہمارے ناظرین کرام کی نظر سے گذشتہ اشاعتوں میں گذرا ہوگا۔

اس پمفلٹ کا ہر زبان اور ہر علاقہ میں تقسیم ہونا اشاعت اسلام کے لئے ازبس ضروری ہے خدا کے فضل وکرم سے مسلم مشن ووکنگ آجتک اس کا ترجمہ آسامی۔ سوڈانی۔ جاپانی زبان میں شائع کرچکا ہے۔ سیامی ترجمے کا صحیح نمونہ تحریر اس رسالہ میں دیا جاتا ہے۔ تاکہ ہمارے احباب اسکی اہمیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کی مفت تقسیم کی طرف توجہ فرماویں۔ اور دیگر زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ شائع کرانے میں ووکنگ مشن کا ہاتھ بٹائیں اگر یہ پمفلٹ بزبان انگریزی ہندوستان کے غیر مسلم احباب میں بھی تقسیم کیا جائے تو بغیر پھل لائے نہیں رہ سکے گا۔

امام صاحب ایڈنبرا یونیورسٹی میں

ایڈنبرا یونیورسٹی سٹوڈنٹس ریپریزنیٹو کونسل ریلیجن اینڈ لائف ویک کمیٹی کی دعوت پر امام صاحب نے یونیورسٹی کے یونین ہال میں

میسیج آف اسلام" (اسلام کے پیغام) پر تقریر کی۔ اور بھی بہت سے لیکچر مذہبی مضامین پر ماقبل اور مابعد ہوئے ان لیکچروں میں شامل ہونے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ اسّی تھی۔ لیکن اس خاص لیکچر میں جو امام صاحب نے دیا دو سو آدمی شامل ہوئے۔ جن میں یونیورسٹی کے طلباء اور پروفیسر بھی تھے۔ ریورنڈ پیٹین بھی جو انٹرنیشنل چرچ کونسل کے سکرٹری ہیں۔ سامعین میں تھے۔ امام صاحب نے اپنی تقریر میں دوسرے مذاہب پر اسلام کے بعض فوائد اور محاسن کو بیان کیا۔ مثلاً اس کا عالمگیر ہونا۔ اس کی مذہبی کتاب کا ہر قسم کی آلائش و آمیزش سے پاک ہونا۔ دوسرے مذاہب کے ساتھ اس کا حسن سلوک، اور سب سے بڑھکر اسکے اصولوں اور تعلیمات کا قابل عمل ہونا۔ آپ نے اس امر پر بہت زور دیا۔ کہ بدی کے مقابلہ کے متعلق جناب مسیح نے جو تعلیم دی۔ وہ وہی تھی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ قابل مقرر کے نزدیک تمام مختلف مذاہب کے پیشواؤں کا مشن ایک ہی تھا۔ لیکن آپ نے بتایا کہ اسلام کو دوسرے مذاہب پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ نسل انسانی کو شاہراہ ترقی پر چلنے کے لئے اس کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ ورنہ موجودہ طریق عمل کا نتیجہ ناامیدی اور یاس کے سوائے اور کچھ نہیں۔ تقریر کے خاتمہ پر سوالات کے لئے کہا گیا۔ اور ان بہت سے سوالات میں سے جو دریافت کئے گئے۔ چند ایک حسب ذیل ہیں۔

(۱) اگر اخلاق انسانی کی تکمیل کے لئے الہام الٰہی کا آنا لازمی ہے۔ تو کیوں وہ الہام ہر ایک شخص کو نہیں ہوتا۔

(۲) اس میں شک نہیں کہ تعدد ازدواج کا طریق بعض خاص حالات میں ایک ناقابل رد ضرورت بن جاتا ہے۔ لیکن کون شخص کسی خاص موقعہ پر اسباب کا اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ آیا وہ خاص حالات پیدا ہوئے ہیں یا نہیں؟

(۳) اگر ہمارے گناہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے نہ ان کا اس پر کوئی اثر ہے۔ تو کیا ہمیں یہ خیال کر لینا چاہئے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال سے لاپروا ہے؟

(۴) عہد نامہ جدید کی ان آیات کی ہمیں کیا تاویل کرنی چاہئے۔ جن میں جناب مسیح نے خدا کا بیٹا ہونے کا دعوےٰ کیا ہے؟

(۵) عیسائیت کے عقیدہ تثلیث کے متعلق مسلمانوں کا کیا خیال ہے؟

سوالات کا مقررہ وقت نصف گھنٹہ تھا۔ لیکن بحث کا سلسلہ اس کے بعد مزید نصف گھنٹہ تک جاری رہا۔

کتابوں اور پمفلٹوں کی بہت مانگ تھی۔ جسکو امام صاحب اس وقت پورا نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے منتظمین جلسہ اور حاضرین سے یہ وعدہ کیا کہ بہت جلد کچھ لٹریچر ووکنگ سے ان کے سکرٹری کے نام بھیج دیا جائے گا۔

آٹھ بجے ریورنڈ پیٹن کے لیکچر کا وقت تھا۔ جن کی تقریر کا عنوان تھا "مسیحیت اور غیر مسیحی مذاہب کیا مشرق میں مسیحیت کی تبلیغ واجب ہے"۔

چونکہ عنوان مضمون سے اسلام پر کچھ نکتہ چینی کا خیال پیدا ہوتا تھا۔ اسلئے امام صاحب اس مسیحی مشنری کے لیکچر کو سننے کے لئے رات کو ٹھہر گئے۔ پریذیڈنٹ نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے یہ امید دلائی کہ ریورنڈ پیٹن کا لیکچر ان مسیحیوں کے برانگیختہ جذبات کی تسکین کا موجب ہوگا۔ جنہوں نے سہ پہر کو اسلام کی طرف سے بولنے والے کے منہ سے بڑے بڑے زبردست دعاوی سنے ہیں۔ اس امید کو پورا کرنے کے لئے ریورنڈ پیٹن نے ان الزامات کا جواب دینے کی کوشش کی جو امام صاحب نے فطری گناہ اور کفارہ کی غیر سائنٹیفک مسیحی تعلیم کے بارہ میں پیش کئے تھے۔ لیکن یہ جواب محض اس دعوے کی شکل میں دئے گئے کہ اسلام نے جو نظریئے قائم کئے ہیں وہ حقیقی تجربات پر مبنی نہیں۔

یہ امر کہ طلبا نے لیکچر میں بہت ہی کم دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس بات سے ظاہر ہے کہ حاضرین کی تعداد سہ پہر کے جلسہ سے نصف تھی۔ باوجود اس کے کہ اسوقت کے مقابلہ میں جو امام صاحب کو دیا گیا اور جو کالج کے اوقات کے درمیان تھا یہ وقت لیکچر کے لئے زیادہ موزوں تھا۔ اور اس لیکچر کے بعد کوئی دلچسپ بحث ومباحثہ نہیں ہؤا۔

جلسہ کے بعد ایک دلچسپ واقعہ رونما ہؤا امام صاحب نے سوالات کیوقت میں دو سوال کئے جن کے جواب پادری صاحب نے ایسے دئے کہ ان کا مقصد محض ٹالنا تھا۔ اور آخر میں یہ بھی کہدیا کہ میں صرف ان نوجوان طلبا کے سوالات سننے چاہتا ہوں جو جلسہ میں موجود ہیں۔ اور اس طرح امام صاحب کو زیادہ سوالات کرنے سے روک دیا، امام صاحب یہ خیال کرکے کہ اس تکلیف کے لئے جو پادری صاحب کو ہوئی ان سے معافی مانگنی چاہیئے۔ ان کے پاس پہنچے اور پیش آمدہ واقعات پر اظہار افسوس کیا اس کے

جواب میں پادری صاحب نے فرمایا کہ وہ بھی امام صاحب کو ان کی سہ پہر کی تقریر کے بعد سوالات کی بوچھاڑ سے پریشان کر سکتے تھے۔ امام صاحب نے جواب دیا۔ کہ آپ نے کیوں ایسا نہ کیا؟ ریورنڈ پیٹن نے کہا "میں ایسا نہ کرنا چاہتا تھا"۔ اس دریادلی کے لئے امام صاحب نے پادری صاحب کا شکریہ ادا کیا اور آخر میں کہا کہ بہر حال میں عیسائیوں کا مہمان ہونے کی وجہ سے اس لحاظ اور رواداری کا مستحق تھا۔ امام صاحب پیر مورخہ ۳۰ جنوری صبح کو ایڈنبرا سے واپس روانہ ہوئے اور یہ خیال آپ کے دماغ میں موجزن تھا۔ کہ وہ وقت آگیا ہے جب قرآن کریم کی یہ بات پوری ہو کہ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ بیشک باطل بھاگنے والا ہے

انگلستان میں محرّم

صدیوں کے بعد اسلامی اختلافات کا انسداد

"امام مسجد ووکنگ کا اعلان کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں"

جمعہ مورخہ ۱۲ اپریل کو مسلمانانِ انگلستان کا ایک متحدہ جلسہ مسلم سوسائٹی آف گریٹ برٹن کے زیر اہتمام ہوٹل میٹروپول لندن کے عظیم الشان ہال میں بوقت آٹھ بجے شام منعقد ہوا۔

جلسہ کی کاروائی شروع ہونے سے پیشتر امام مسجد ووکنگ ہز ایکسیلنسی مرزا حسین خان علا۔ سی۔ ایم۔ جی۔ ایرانی وزیر متعینہ کورٹ آف سینٹ جیمیس۔ سر عمر اور لیڈی رینکن اور سیکرٹری مسلم سوسائٹی آف گریٹ برٹن نے ہال کے دروازہ پر مہمانوں کا استقبال کیا۔

جلسہ بوقت ½ ۸ بجے شام شروع ہوا۔ وزیر ایران کرسی صدارت پر رونق افروز تھے۔ سب سے پہلے مسٹر سراج الدین پراچہ نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ صاحب صدر نے افتتاحی تقریر میں مختلف اقوام کے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ جو کہ جلسہ میں حصہ لینے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ اور حاضرین کی توجہ اس حقیقت نفس الامری کی طرف مبذول کرائی کہ یہ موقع اس لحاظ سے کہ تاریخ کے ایک نہایت ہولناک واقعہ کی یادگار ہے۔ نہایت اہمیت و وقار اپنے اندر رکھتا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ آج جو مختلف اسلامی فرقوں کے لوگ اسجگہ جمع ہوئے ہیں۔ تاکہ اس عظیم الشان شخصیت کی یادگار کو اپنے عقیدتمندانہ جذبات

سے تازہ کریں۔ جس نے اسلام کی بہبودی کے لئے اپنی جان قربان کردی۔ اس امر نے اس موقع کی اہمیت و وقار کو اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے سر عبدالقادر صاحب کو تقریر کے لئے بلایا۔ جنہوں نے اپنی تقریر کے شروع ہی میں فرمایا۔ کہ اس خاص واقعہ کی ایک بہت بڑی خصوصیت اس حقیقت نفس الامری میں مضمر ہے۔ کہ اس نے اسلام کے ایک ایسے پہلو کو نمایاں طور پر ظاہر کیا ہے۔ جس کو عام طور پر بھلا دیا گیا تھا۔ اور وہ قربانی یا مصائب کا پہلو ہے۔ اسکے بعد آپ نے ان تمام واقعات کو تاریخی رنگ میں بیان کیا۔ جو امام حسین علیہ السلام کو کربلا میں لیجانے کا موجب ہوئے۔ آپ نے بتایا۔ کہ کسطرح سے اس امام عالی مقام نے اپنے اخلاق و اعمال کو اپنے والد محترم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پاک خصائل اور اپنی والدہ محترمہ کے (جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر تھیں) محاسن کا ہم رنگ بنالیا تھا۔ آپ نے اس وحشیانہ سلوک کی تصویر نہایت دردناک پیرایہ میں کھینچی۔ جو امام موصوف اور ان کے خاندان کے ساتھ صحرائے کربلا میں اور اس کے بعد روا رکھا گیا۔ اور تقریر کے خاتمہ پر فرمایا۔ کہ امام ممدوح کی عظیم الشان قربانی اور ان دردناک مصائب کا اجرا اللہ تعالےٰ نے نہایت موزوں طریق پر کیا۔ کہ جہاں دشمن آپ کی تمام نسل کو تباہ کرنا چاہتا تھا۔ اور صرف ایک چھوٹا بچہ زین العابدین اس کے دست ستم سے بچا رہا۔ خدا تعالےٰ نے اسی بچہ کو دنیا کے اس مشہور ترین خاندان کا باپ بنا دیا۔ جو سیّدوں کے نام سے موسوم ہے۔

دوسرے مقرر سر ڈینیسن راس نے کہا۔ کہ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ کیوں تمام مسلمان تاریخ اسلام کے اس اہم ترین واقع کی یادگار نہیں مناتے۔ انہوں نے کہا۔ کہ میری طرح جو شخص غیر طرفدارانہ نظروں سے واقعات کو دیکھنے والا ہو۔ وہ اسلام کے فرقی اختلافات کو دیکھکر پریشان اور مبہوت رہ جاتا ہے۔

سر ڈینیسن راس کے یہ خیالات مختلف الخیال مسلمانوں پر ایک قسم کی طعنہ زنی تھی۔ اس لئے سر عبدالقادر صاحب سنی مسلمانوں کی طرف سے صفائی کے لئے دوسری مرتبہ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا کہ روشن خیال طبقوں میں شیعہ اور سنی کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ یہ صرف جاہل ملانوں کا کام ہے کہ وہ ایسے مباحث پیدا کرتے ہیں۔ جو اسلام کے پاک نام پر دھبہ لگانے والے ہیں۔ ہز ایکسیلینسی وزیر ایران نے بھی یہ ضروری خیال کیا۔ کہ شیعہ قوم کی طرف سے چند الفاظ کہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مسلمانوں

ہیں فرقی جھگڑوں کا پیدا ہونا فی الواقع ایک بد قسمتی کی بات ہے۔ لیکن یہ امر موجب مسرت ہے کہ اب حالات بہتر ہو رہے ہیں۔ اور ایرانی قوم نے اس مسئلہ کے متعلق اپنے نقطۂ نگاہ پر پھر اچھی طرح سے نظر ثانی کی ہے۔ اسکے بعد مسٹر شادمان نے فارسی زبان میں تقریر کی مسٹر بختیاری نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر ایک فارسی نظم پڑھی۔ جو ہز اگزالٹڈ ہائی نس نظام حیدر کے فکر سخن کا نتیجہ تھی ۔اس کے بعد ایک جنٹلمین شیخ لبان نے بہت سی احادیث سنائیں۔ جن میں امام شہیدؑ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شفقت کا ذکر ہے۔

پھر پُرزور تالیوں کے درمیان امام مسجد ووکنگ پلیٹ فارم پر تشریف لائے۔ اُنہوں نے سر ڈینیسن راس کے ریمارک کا یہ مطلب لیا۔ کہ گویا مسلمان بھی اس طرح فرقوں میں منقسم ہیں۔ جیسے عیسائی اور دوسری مذہبی جماعتیں۔ آپ نے نہایت پُرزور الفاظ میں کہا کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں، کیونکہ اس مذہب میں فرقہ بندی کی کوئی گنجائش نہیں، اس میں شک نہیں کہ اسلام کے بہت سے مسائل میں اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن یہ اختلافات اسلام کے لئے بحیثیت مذہب ہمیشہ مفید ثابت ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کی وجہ سے اسلام کے کسی نہ کسی پہلو کو نمایاں کرنے کا موقع ملا ہے۔ جو اس سے قبل اگر فراموش نہیں ہوا۔ تو کم از کم نظر انداز ہو چکا تھا۔ اسلام کے مختلف ممالک میں دراصل اس کے مختلف فروعی مسائل کو باہم تقسیم کر لیا گیا۔ ان ممالک نے کبھی مختلف مذاہب کی شکل اختیار نہیں کی، بلکہ اسلام کی تمام تاریخ میں مذہب اصولاً ایک ہی رہا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے۔ جو مکہ معظمہ کے سالانہ حج اور خود ہمارے گھر میں مسجد ووکنگ کی عیدین اور اس سے بھی قریب تر خود اسی جلسہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔

اس کے بعد آپ نے بتایا کہ اسلام میں شیعہ اور سُنی کے نام سے جو دو بڑی جماعتیں قائم ہیں۔ ان کا اختلاف ایسا نہیں کہ مختلف لوگوں کی اطاعت پر مبنی ہو۔ کوئی ایسا انسان نہیں جسکو محض شیعہ ہی اپنا پیشوا مانتے ہوں اور سُنی اس سے منحرف ہوں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور آلِ رسولؐ کی اطاعت جن کو شیعہ اپنے امام سمجھتے ہیں۔ اور شہید

امام حسین علیہ السلام کی اطاعت شیعہ اور سُنّی دونوں کے نزدیک مسلّم اور دونوں میں مشترک ہے
اگر ان دونوں فرقوں میں کوئی اختلاف ہے۔ تو وہ اس اطاعت کے درجہ کے متعلق
ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ واقعہ کربلا کی یاد منانا سُنیوں کے نزدیک ویسی ہی روحانی
حیثیت رکھتا ہے۔ جیسی شیعوں کے نزدیک۔

آخر میں امام صاحب نے فرمایا۔ کہ جہاں ہم تاریخ اسلام کے اس ہولناک واقعہ کی یادگار
مناتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ وہ مسلمان جو اس جگہ موجود ہیں۔ اپنے دلوں میں غور کریں اور اس امام
شہیدؑ کی اس عظیم الشان مثال سے یہ روحانی سبق حاصل کریں کہ وہ بھی ان بدیوں اور باطل پرستیوں کے
خلاف انہیں حالات میں جنگ و جدال کریں۔ جو اُس زمانہ کے ایک ذمہ دار مسلمان نے بیان
کئے ہیں۔ اور ان کی وہی حیثیت بیان کی ہے۔ جو کہ کربلا کے اندر رکھتی۔

امام صاحب کے بعد مسٹر رفیق کھڑے ہوئے جنہوں نے مسلم سوسائٹی آف گریٹ برٹن
کو عملی امداد دینے کی طرف توجہ دلائی۔ جلسہ ۱۱ بجے ختم ہوا۔ اور اختتام سے پہلے سر بجینالڈ گلینسی
(پریذیڈنٹ گلینسی کمیشن) نے امام صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ کہ انہوں نے اسلام کے فرقی اختلافات
کے مسئلہ کو ایسے عمدہ پیرایہ میں واضح کیا۔ کہ تمام شکوک و شبہات کو صاف کر دیا ہے۔

اس کے بعد حاضرین کی تواضع چائے اور پھلوں وغیرہ سے کی گئی ٭ ٭ ٭

اسی قسم کی ایک اور تقریب بروز اتوار مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۳۵ء کو بمقام کنگز ہال
کمرشل سٹریٹ پوپلر۔ زیر اہتمام جمعیت المسلمین جناب شیخ عبدالقادر صاحب کی صدارت میں
منائی گئی۔ اس موقع پر مفصلہ ذیل احباب نے تقاریر کیں۔

سر عمر ہیوبرٹ ریکن۔ ڈاکٹر پوری۔ مسٹر قریشی۔ سید رفیق اور پروفیسر
تاثیر صاحب۔ مولوی عزالدین کرنے اردو میں تقریر کی۔

جلسہ کے اختتام پر حاضرین جلسہ کی چائے سے تواضع کی گئی۔ اور جس کا انتظام لیڈی
رجینگن بیگم ڈاکٹر محمدی صاحبہ اور بیگم عبداللطیف صاحبہ نے کیا۔

الحق یعنی صداقت

از جناب مولوی ڈبولی بشیر پکرڈ بی اے (کنٹب)

(یہ خطبہ انٹرنیشنل مسلم ایسوسی ایشن کیمرج کے سامنے دیا گیا)

اے مسلمانو! اے میرے برادران دینی! میرے لئے یہ بہت خوشی کا موقع ہے۔ کہ میں آپ کی سوسائٹی کے صدر مسٹر ظفر علی صاحب کی دعوت پر یہاں آیا ہوں۔ کیمرج یونیورسٹی سے میری زندگی بڑی وابستگی رکھتی ہے۔ اور یہاں کی رہائش کی یاد میرے دل میں ہمیشہ مسرت کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ آج رات مجھے دوگونہ مسرت ہے کیونکہ میں پہلی مرتبہ اپنے مسلمان بھائیوں سے ملنے کا موقع حاصل کر رہا ہوں۔ چونکہ مجھے آپ لوگوں کو ایک پیغام دینا ہے۔ اس لئے میں اس مختصر تمہید کے بعد اصل مطلب کی طرف آتا ہوں۔

میرا خیال ہے کہ بہت سے اصحاب مجھ سے اس امر میں متفق ہوں گے۔ کہ آج کا موضوع یعنی "الحق" ایک اہم موضوع ہے۔ زندگی میں اگر کوئی چیز اہمیت رکھتی ہے۔ تو وہ سچائی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھکر اہم چیز اور کوئی نہیں ہے۔ صداقت گویا ہستی کی بنیاد ہے۔ جنکو ہنوز صداقت نہیں ملی، انہیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جنکو صداقت ملگئی ہے انکو خوش ہونا چاہیئے۔ اور اسکی مدد سے ترقی کرنی چاہیئے اور اسطرح ابدی زندگی حاصل کرنی چاہیئے۔ اور اگر بعض افراد ایسے ہیں جنکو نہ ابھی سچائی نصیب ہوئی ہے اور نہ وہ اسکے حصول کیلئے کوشاں ہیں تو ایسے لوگوں کی کیا حالت ہے؟ یقیناً وہ سایہ اور فریب میں چل رہے ہیں۔ اور خواب آور دروغ کی نیند سو رہے ہیں۔ یا بدی کے خوفناک اور تاریک پنجوں میں گرفتار ہیں۔

اس سچائی کی نوعیت کیا ہے؟ بیشک سچائی ناقابل فنا ہے۔ اور یہ تو خدا کے ناموں میں سے بھی ہے۔ الحمد للہ الحق۔ نہ نیا نہ پرانا بلکہ ازلی۔ اگر تو نئے حق کی تلاش کرتا ہے تو، تو دھوکہ کی پیروی کرتا ہے۔ سچائی کی دریافت کو ایک مسافر سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ جو دور دراز ممالک کا سفر کرتا ہے۔ اور وہاں مقیم ہو جاتا ہے۔ اسکے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور اس کا قلب دانائی سے وسیع ہو جاتا ہے۔ تاہم جو کچھ اسے عجیب اور نیا معلوم ہوتا ہے۔ وہ دراصل خود اسکی جہالت اور تاریکی کا دور ہونا ہے۔ پس ایک مسافر

اہرام مصری کے پاس جائے یا امریکہ میں وارد ہو۔ وہ کسی جدید دریافت کا دعویٰ نہیں کر سکتا یعنی صداقت کوئی جدید شے نہیں ہے۔

اگرچہ صداقت کی ذات میں کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ صفت ضرور ہے۔ کہ وہ ہمیشہ تازہ رہتی ہے۔ سچ ماندہ نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی تکرار سے کسی قلب میں تنفّر پیدا ہوتا ہے۔ صرف جھوٹ کے بیان کرنے اور اُسکی تکرار کرنے سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ تھکاوٹ۔ غصہ، بدمزاجی اور امتلا پیدا ہوتے ہیں۔

سچ اسقدر حسین ہے۔ کہ اسکی طرف دیکھنا مُوجب مسرّت ہے جسطرح عاشق کو اپنے معشوق کا چہرہ دیکھ کر مسرّت حاصل ہوتی ہے۔ کوئی تعجب نہیں۔ اگر لوگ اس حسن کو دیکھ کر دُنیا سے بے نیاز ہو گئے ہوں۔ اور انہوں نے اپنی جانیں بخوشی اس نظارہ کیخاطر قربان کر دی ہوں۔ اور اس زمانہ میں بھی اس نظارہ کی مُسرّت ختم نہیں ہوئی ہے۔ اور آج بھی لوگ صداقت کے لئے اپنی جانیں قربان کرتے ہیں۔

صداقت کے ساتھ رہنا، محبوب کا چہرہ دیکھنا، سچ کی اطاعت کرنا اور محبوب کی خدمت کرنا۔ انسان کو امن وامان کے ناقابلِ شکست زرہ بکتر میں لپیٹ دیتا ہے۔ اور امن یا سلامتی خدا کے ناموں میں سے ہے۔ "الحمدللہ السلام"

اب میں اس کی تشریح کر دوں تو مناسب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صداقت لائے اور اس کا اعلان کیا۔ لیکن آپ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپ کوئی نئی چیز لائے۔ اور نہ کوئی نیا مذہب بلکہ آپ نے ایک ازلی صداقت کو دوبارہ بیان کر دیا۔ اور سابقہ مذہب کو مصفیٰ اور مطہر کر دیا۔ وہی مذہب جو حضرات ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ داؤدؑ اور عیسیٰؑ کا تھا۔

اب عملی معاملات کو لیجئے (کیونکہ جب تک علم کو استعمال نہ کیا جائے۔ اس کا عدم وجود برابر ہے اور علم کی کوئی قیمت نہیں اگر اس سے فائدہ حاصل نہ کیا جائے)۔

آیئے۔ اس ازلی صداقت سے انسانی حیات کا رشتہ دریافت کریں۔ صورت حال یہ ہے۔ کہ اپنی زندگی کو درست طریق پر چلانے کے لئے، لازمی ہے۔ کہ ہم صداقت کو پورے طور سے گرفت میں لائیں۔ اور اس پر اپنی زندگی کی عمارت بنائیں۔ سچائی تو ازلی ہے۔ ہمیشہ زندہ رہتی ہے اسلئے زندگی کا منبع ہے۔

انسانی حیات اگر صداقت پر مبنی ہو۔ تو محفوظ ہوتی ہے۔ متزلزل نہیں ہوسکتی۔ امن دامان میں داخل ہوتی ہے اور نت نئے منازل ترقی میں سے گذرتی رہتی ہے۔ اور ایک مرتبہ کمال کو دوسرے مرتبۂ کمال سے ملاتی ہے۔ اور دیکھو یہ ابتدائی صداقت کسقدر سادہ اور دلنشین ہے۔ انسان سے کسقدر نزدیک ہے اور باوجود اس کے ہمہ گیر بھی ہے۔

صداقت یا الحق کیا ہے؟ صرف توحید الٰہی الحمد للہ الاحد وہ اکیلا ہے۔ اس کے سوائے اور کوئی معبود نہیں ہے۔ وحدہٗ لا شریک لہٗ۔

یہی حیات کا راز ہے۔ یہ نہایت آشکارا ہے۔ اور عقل اسکو فوراً معلوم کر لیتی ہے۔ اور اس پر یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ اسقدر جلد، جیسے بجلی کوند گئی۔ یہ ہستی کی بنیاد ہے۔ اور طریق کاملہ کی ابتدا ہے۔ اس صداقت کے علم کے بغیر زندگی بیکار ہے۔ کوشش کیا ہے؟ سمت کیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس صداقت کی حقیقت کے بغیر، زندگی اور کوشش محض بیکار نہیں۔ گویا شک و شبہ کے سمندر میں غوطے کھانا۔ اور بغیر کمپاس و پتوار کے محض لہروں کے رحم پر زندگی کی کشتی چلانا۔ جب کہ رات تاریک اور سمندر طوفانی ہو۔ اور اللہ زمین اور آسمانوں کی روشنی ہے۔ "الحمد للہ النور"

ایک خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ لا الٰہ الا اللہ۔ یقیناً اس جملہ کی تکرار سے فوری یقین پیدا ہوتا ہے عقل اس کو بطور علم متعارفہ تسلیم کرتی ہے۔ اور بغیر کسی منطقی استدلال کے اسکی حقانیت کو قبول کرتی ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ اس صداقت پر ایمان لانے سے انسان کے دلمیں وحدت ایزدی کا نقش جم جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نہ کائنات میں سوائے اُس کے کوئی لائق عبادت ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ دلمیں استقامت اور روشنی ایمان میں پختگی اور اس عقیدہ پر یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ "قل ھو اللہ احد"

اور اب اس بنیاد پر غور کرنے کے بعد اس کے نتائج پر غور کیجئے۔ کیونکہ کوئی معمار صرف بنیاد، کھود کر مطمئن نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اس بنیاد سے وہ اپنا مقصد حل نہ کرے۔ صرف یہ معلوم کرنا کافی نہیں کہ بنیاد کامل ہوگئی ہے۔ معمار اور عمارت کے متعلق بھی رائے قائم کرنا ضروری ہے۔ عمارت سے مراد انسانی سیرت کی تکمیل ہے۔ اور معمار سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ جو حکیم و علیم ہے۔ آنحضرت صلعم یہ کامل ڈیزائن دنیا کے لئے لائے۔ جو آپ کو خدا کی طرف سے ملا۔ کہ دنیا کو پیغام دیں۔ اور رسول، انسانوں

کو منشائے ایزدی کی تکمیل کا طریقہ بتاتا ہے۔ اور ان کو مرتبہ کمال تک پہنچنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ پس اسطرح ہم اس مقدس کلمہ کی تکمیل کرتے ہیں۔ پہلے لا الٰہ الا اللہ کہا اس کے بعد محمد رسول اللہ کہہ کر اپنے اور انسانوں کے باہمی تعلقات کو استوار کیا۔

اس امر کی تفصیل ضروری ہے۔ اب ہم وحدت سے نہیں بلکہ کثرت سے بحث کرتے ہیں۔ اب ہم انسانوں کی مختلف النوع ضروریات اور گوناگون فرائض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور اُن کے حالات اور تعلقات پر غور کرتے ہیں۔ اور یہ تعلقات بلاشک متعدد ہیں۔ انسانوں میں امیر غریب، بوڑھے جوان، عالم جاہل، اور مختلف نسلوں، قوموں، اور طبقات معاشرت کے افراد پائے جاتے ہیں۔ پھر ان میں جنس کا اختلاف بھی ہے۔ ابوت اور ابنیت کے تعلقات بھی ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو خدا سے ملنے کے مشتاق ہیں۔ اسکی راہ پر چلنے والے ہیں۔ اور ایسے بھی ہیں۔ جو گمراہی اور کفر میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں خدا کے فضل سے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور خدا کی ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ جسے ہم الفرقان، الکتاب، الہدیٰ، یا القرآن کہتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا۔ سب تعریف اس خدا کو ہے جس نے اپنے بندے پر ایسی کتاب نازل فرمائی۔ جس میں کہیں کجی نہیں ہے"۔

پس ہر شخص کے لئے جو خدا کی کتاب پڑھ سکتا ہے۔ کامل بننے کا امکان موجود ہے۔ یہ کتاب جو حق کیساتھ نازل کی گئی ہے۔ خدا کے فضل سے انسانوں کو، دنیا کی جملہ مشکلات میں صحیح راستہ دکھا سکتی ہے جو سلامتی اور کمال کا راستہ ہے۔ تاکہ وہ صداقت سے منحرف نہ ہو سکیں۔ اور اسجگہ اس فوقیت پر زور دینا چاہیئے جو قرآن مجید نے نماز کو عطا فرمائی ہے۔ کہ وہ اپنے اندر تاثیر رکھتی ہے۔ اور کیا یہ نہایت معقول اور فطری طریق خدا کے راستہ میں استقامت دکھانے کا نہیں ہے۔ نماز میں بار بار خدا کی طرف متوجہ ہونا، اور اللہ کا ذکر کرنا۔ بلاشبہ قلب کی صفائی اور تقرب الی اللہ کا بہترین طریق ہے۔ جب کہ خدا کی یاد دلمیں ہمیشہ تازہ رہے گی۔ تو انسان کے افعال یقیناً نیکی کیطرف راجع ہونگے۔ اور اس کے دلمیں انصاف اور رحم کے جذبات پیدا ہونگے۔ اور وہ ہمیشہ خدا کے احکام کی اطاعت کرے گا۔ اور دنیا اور اس کے علائق اسکی توجہ کو خدا کی طرف سے نہ ہٹا سکینگے۔

انسان پر زندگی بسر کرنی فرض ہے۔ اور اسلام انسان کو دُنیا میں زندگی بسر کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جہاں اس پر فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اور وہ عدل کا قائم کرنے والا اور خدا کے احکام کی اطاعت کرنے والا ہے۔ اگر ہم ہمیشہ خدا کو یاد رکھینگے تو ہمیں اس بات کا احساس ہوگا۔ کہ ہر شے خدا کی ملک ہے۔ (سبحان اللہ) ہر شے اسکی ہے اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ اشیاء پر محیط ہے کوئی شے اسکے علم اور قبضہ سے باہر نہیں ہے۔ ہم اس کے آگے نہیں جا سکتے۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں خدا وہاں موجود ہے۔ ہم خواہ کسی چیز کو چھوئیں۔ خدا سے باہر نہیں جا سکتے۔ زمین و آسمان اور ان کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سب اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور وہ ہر شے کو جانتا ہے۔

باوجود این، خدا سے جدائی کی ایک صورت ہے اور وہ جدائی ایسی ہے۔ کہ اُس کا نام خدا سے علیحدگی ہے۔ اس سے خبردار رہو۔ کیونکہ وہ بمنزلہ موت ہے۔ خدا کو یاد کرنا، تزکیہ نفس، جہاد فی سبیل اللہ، رحم اور عفو اور غصّہ فرو کرنا۔ اور خدا کی پناہ طلب کرنا۔ یہ باتیں عورت اور مرد دونوں کو خدا سے قریب کرتی ہیں (سبحان اللہ) اور اس کے برعکس خدا سے دوری ہوتی ہے۔ یعنی خدا کو یاد نہ کرنا، اور ناپاک رہنا، خدا کے راستہ میں غفلت کرنا۔ غرور کرنا، ظلم کرنا اور بُرائی کو معمولی سمجھنا یہ سب باتیں خدا سے دور کرتی ہیں۔ اور تمہارا خدا بہت اعلےٰ ہے۔ طاقتور ہے۔ اور جو لوگ اسکی مرضی پر چلتے ہیں۔ ان پر بہت مہربان ہے۔ لیکن جو لوگ نافرمان ہیں۔ جو اس کی جناب میں عاجزی نہیں کرتے اُن پر وہ شدید العقاب ہے۔ اور اُس سے ڈرنا واجب ہے :۔

ان باتوں کو بیکار مت سمجھو۔ غور کرو۔ اور اس خوفناک سزا کا تصور کرو جو نافرمانوں کو مل رہی ہے۔ اور غور کرو کہ کن افعال کی بنا پر غضب الٰہی نازل ہو رہا ہے۔ بیشک مذہب میں جبر نہیں ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ یقین جبراً پیدا نہیں ہو سکتا۔ نہ خدا کے جبر سے نہ بندہ کے، ہاں یقین ایمان راہ ہدیٰ صراط کامل کی طرف دعوت دیجا سکتی ہے۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ انتخاب محض انفرادی خواہش پر منحصر ہے۔ انسان کا ذاتی فعل ہے۔ یا خدائے واحد ازلی، رحمٰن اور الحق کا مفضل ہے۔

صداقت سے بڑھکر کوئی شے نہیں ہے۔ صداقت ہمارے علم کا اعلےٰ ترین مقصد ہے اور الحق ہماری محبت کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ علم بھی صداقت کی منازل سے ترقی کرتا ہے۔ اور

صداقت الحق ہے۔" الحمد للہ الحق"۔

علم کامل، صرف سچائی کی تلاش کا نام ہے۔ جو دروغ سے پاک ہے۔ نیکی کی تلاش کا نام ہے جو بدی سے دُور ہے۔ صحت کا نام ہے جو غلطی سے پاک ہے اسلئے قرآن کو الفرقان کہا گیا۔ کیونکہ اس کے نزول کی وجہ سے گمراہی صاف متمیز ہو گئی۔ اور صراط مستقیم ظاہر ہو گئی۔ جو کہ غلطی کے شایئبہ سے مبرا ہے۔ بیشک اس کے دونوں جانب گمراہی ہے۔ جو دوری، شک اور تاریکی میں لے جاتی ہے لیکن صراط مستقیم، افراط اور تفریط دونوں کے درمیان واقع ہے۔ اور بفضلِ خدا انسان کو محبوب کی درگاہ تک پہنچا دیتی ہے۔

اب مَیں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر قرآنی آیت آپ کے دماغوں میں تازہ کردوں۔ قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ کہدے (اے رسول) کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ اور بیشک باطل زائل ہونے والا ہے (۱۷ : ۸۱)

پس میں صراط کاملہ کے بیان پر اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ جو کہ محبوب تک لے جاتا ہے۔ کیونکہ محبوب واحد ہے لاشریک ہے۔ اور صراط کاملہ، ازلی صداقت پر مبنی ہے۔ جسمیں بال برابر فرق نہیں ہے۔ اسکے اردگرد امن وامان کی خوبیاں جلوہ گر ہیں اور محبوب کی حضوری سے ایک نور اس پر جلوہ فگن ہے۔ جو کہ برگ رحم سے چھن چھن کر حکمت اور پاکی کے پہلوں پر پڑتا ہے۔ پس تمہارے خدا کے رحم سے یوں ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ ترقی کا راستہ کبھی کبھی دشوار ہوتا ہے۔ اور زائر کے پاؤں میں کانٹے لگتے ہیں۔ تاہم ایک خوشبودار ہوا خدا کے فضل سے اس کے دماغ کو معطر کرتی ہے اس کی ہمت اور امید کو بڑھاتی ہے۔ اسمیں اعتماد پیدا کرتی ہے۔ اس طرح زائر خوشی کیساتھ اور اور شکر گذاری کیساتھ خدا اور سچائی کے راستہ میں آگے بڑھتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ محبوب کے حضور میں پہنچ جاتا ہے۔ وہ اُس سے راضی اور وہ محبوب سے راضی۔

"بیشک حق آگیا اور باطل مٹ جانے والی شے ہے"۔ قل ھو اللہ احد والحمد للہ الحق۔ کہدے کہ اللہ تعالےٰ ایک ہے اور سب تعریف خدا ہی کو ہے جو الحق ہے"۔

خدا کا فضل اور اسکی برکات آپ لوگوں پر نازل ہوں۔ اور محبوب کے اسمائے پاک تمہارے قلوب کو مسرور کرتے رہیں ٭ ٭ ٭

عالمگیر اخوت

از جناب مولوی فضل کریم صاحب

عرصۂ دراز سے مشرق اور مغرب کے علماء عالمگیر اخوت کے مسئلہ پر اظہار خیالات کر رہے ہیں۔ اور اس کے بنیادی اصولوں کے متعلق مختلف قیاس آرائیاں کی جا رہی ہیں۔ تاکہ دنیا میں عالمگیر اخوت قائم ہو جائے جو دنیا کی مختلف اقوام کو بلا لحاظ رنگ و نسل و زبان و قوم ایک سلک اخوت میں منسلک کر دے۔ کسی شئے کا بالقوت موجود ہونا۔ اس کے بالفعل موجود ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ضرورت اس امر کی ہے، کہ دنیا کے علماء جنہوں نے انسانوں کو باوجود اختلافات ملی و ملکی و نسلی و لونی ایک سلک میں منسلک کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ تاکہ جملہ اختلافات عقائد مٹ جائیں۔ اور مختلف طبقے ایک ہو جائیں۔ ایک لمحہ اس امر پر غور کریں۔ کہ آیا یہ خیال کبھی عملی جامہ پہن سکتا ہے؟

اخوت کی حقیقی روح اسوقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ مذہب کی عالمگیریت قائم ہو جائے۔ اور جب تک مذہب کے متعلق ہمارا تصور صحیح اصولوں پر قائم نہ ہو۔ یہ بات بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسوقت ایسی کوشش زیادہ مناسب ہے۔ کہ مختلف العقائد اقوام میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں۔ وہ کسی طرح مٹ جائیں اور وحدت کا رنگ پیدا ہو جائے۔

سائنٹیفک لوگ اب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ کائنات میں، جو کہ ایک امر اتفاقی نہیں ہے۔ بعض قوانین کار فرما ہیں۔ لیکن قوانین کو تسلیم کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ اعلےٰ ہستی کا اعتراف کیا جائے۔ جو ان قوانین کی نافذ ہے۔ قرآن مجید نے اس قوت کو رب کہا ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ ترقی دینے والا پرورش کرنے والا اور پیدا کرنے والا۔ اور اسی کے قوانین کائنات پر حکمران ہیں۔ یہ قوانین استوار، غیر متغیر اور درست ہیں۔ اور ان کی استواری سے ہمارے اندر، توحید ایزدی کا تصور پیدا ہوتا ہے۔

توحید ایزدی کا تصور ہمارے اندر مساوات انسانی کا تصور پیدا کرتا ہے۔ کیا کوئی قوم خدا کی نعمیں، دوسری قوم سے زیادہ حاصل کرتی ہے؟ نہیں اسکی جسمانی برکات سب کے لئے یکساں

ہیں۔ پس جب جسمانیات میں اس کا فضل سب پر یکساں ہے۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ روحانیات میں اس نے اپنا قانون مساوات بدل دیا ہو۔ حالانکہ انسانی شعور کی ترقی اور نمو میں روحانی افضال اشد ضروری ہیں اور اس کے روحانی افضال کا دوسرا نام مذہب ہے۔ توحید ایزدی کا عقیدہ ہمارے اندر لازمی طور پر خدا کے افضال کی پائداری کا تصور پیدا کرتا ہے۔ اور چونکہ ہم مذہب کے مبادیات کو غیر قابلِ تغیر یقین کرتے ہیں تو اختلافات مذہبی کو کس طرح پسند کر سکتے ہیں۔ انسانی قلب جملے جملہ خیالات، تصورات، آرزوؤں اور امنگوں کا منبع ہے۔ اور اسی میں نفرت اور حقارت۔ حسد اور رحم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ کیا دل میں اخوت کا حقیقی جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر مذہبی عقائد میں اختلافات موجود ہوں؟ پس ہمیں اپنے عقائد میں ہم آہنگی پیدا کرنی چاہئے۔ اور ایک عالمگیر مذہب اختیار کرنا چاہئے۔ جو سب کو پسند آئے۔ اس کے بعد اخوت انسانی کا خیال عملی جامہ پہن سکتا ہے۔

جب کہ ہم ارتقائے شعوری کی منازل طے کر رہے ہیں۔ تو ہم کسی ایسے عقیدہ پر قائم نہیں ہو سکتے، جو دیگر مذاہب کے منجانب اللہ ہونے کا اصول تسلیم نہ کرے۔ الہامات ربانی کے خصائص امتیازی صلح اور اخوت کی بنیادوں کے لئے سخت مضر ہیں۔ اور اگر ہمارے عقائد، باہمد گر مختلف ہوں تو اخوت انسانی کا تصور کبھی خارج میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایسے مذہب پر ایمان، جو دوسرے مذاہب کے منجانب اللہ ہونے کے اصول کو تسلیم نہ کرے۔ خدا کی حکمت ہی کی تردید نہیں کرتا۔ بلکہ مختلف گروہوں میں حقارت اور نفرت کے جذبات بھی پیدا کرے گا۔ جس کی وجہ سے غلط فہمیاں عام ہو جائیں گی۔

جملہ مذاہب عالم کے متعلق قرآن پاک کا پیغام بے نظیر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہر قوم کے لئے ایک ہادی گزرا ہے۔ نیز یہ کہ تمام مذاہب منجانب اللہ ہیں۔ یہ کتاب ایسا پیغام لائی جو ہمارے علم کے مطابق ہے۔ اور عالمگیر اخوت قائم کرنے کے لئے بالکل موزوں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے۔ کہ وہ جملہ انبیاء کی اسی طرح عزت کریں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ وہ فرماتا ہے کہ جملہ انبیاء خدا کی طرف سے ایک ہی پیغام لائے۔ لیکن مرورِ ایام سے انکی تعلیمات خراب ہو گئیں۔ اور جھوٹ شامل ہو گیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ مختلف مذاہب باہمد گر مختلف ہیں۔ خدا نے مختلف اقوام میں مختلف انبیاء مبعوث کئے تاکہ لوگوں کو تعلیم دیں۔ کیونکہ ابتدائے عالم میں۔ اقوام ایک

دوسرے سے جُدا تھیں۔ ان کے مابین قُدرتی رکاوٹیں حائل تھیں۔ اور مراسلت کے ذرائع تقریباً مفقود تھے لیکن اب یہ موقع ہے کہ امن اور اخوت کے لئے، جس کی آج پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ ضرورت ہے۔ تمام لوگ ایک ہی عقیدہ کی پیروی کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید نے اختلافات مذہبی کے اسباب بیان کئے ہیں۔ اور دُنیا کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے اُس نے گزشتہ کُتب کے حقائق کا بھی اعادہ کر دیا ہے۔ اس نے اپنے عقیدہ کا نام اسلام رکھا ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ "اطاعت قوانین فطرت" گویا قرآن نے خدا کے مذہب کا نام، کسی انسان کے نام پر نہیں رکھا۔

مذہب صرف خدا کو خوش کرنے کا یا اُسکی برکات حاصل کرنے کا یا اس کا غصّہ فرو کرنے کا یا مختلف رسُوم اور قربانیوں کے ذریعہ سے اسکی خوشنودی حاصل کرنے کا آلہ نہیں ہے۔ بلکہ خرابی کی پستی سے نکال کر، ہمارے شعور کو بلند کرنے کے اصولوں کا نام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے بھی مذہب کا مقصد یہی بیان کیا ہے۔ یعنی ان صلاحیتوں کو جو انسان کی ذات میں مخفی ہیں بروئے کار لانے کا ذریعہ انسان میں بعض صلاحیتیں ہیں۔ اور اُن کو مرتبۂ کمال تک پہنچانے کے لئے۔ خدا نے مذہب عطاء کیا ہے۔ نفس امارہ کو شریف بنانا، مذہب کا ایک بڑا مقصد ہے۔ اور یہ بات قوانین الہی کی پیروی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ قرآن نے بعض مثبت اور منفی قوانین کا اعلان کیا ہے۔ شعور کی نشوونما کے لئے ہمیں مثبت قوانین کی پیروی کرنی چاہیئے اور منفی قوانین اپنی نوعیت میں امتناعی ہیں۔ ہمیں ان باتوں سے بچنا چاہیئے جو ہمارے اندر خراب خیالات اور جذبات پیدا کرتی ہیں قرآن مجید ہمارے جذبات کو فنا کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اُنکی اصلاح کرتا ہے اور بنیادی جذبات (غضب اور شہوت وغیرہ) کو شریفانہ بناتا ہے۔ اور ان میں ایزدی رنگ پیدا کرتا ہے۔

خدا کی ہستی پر ایمان کے علاوہ رسالت ایزدی پر ایمان لانا بھی ضروریات مذہب میں سے ہے، ہماری اصلاح نفس کے قوانین کے لئے مناسب نہیں کہ انسانی غور و فکر کا نتیجہ ہوں۔ بلکہ ان کا ایک مُلہم ربانی کی معرفت ملنا ضروری ہے۔

خُدا کا عالم الغیب ہونا اس امر کی ضمانت ہے۔ کہ قوانین ہمیں دُرست طریق پر عنایت ہونگے اور توحید الہیٰ کا عقیدہ، ان قوانین کے ماٰخذ کی وحدت کی دلیل ہے۔ اور آخر ہمیں اس مسئلہ پر اختلاف کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے؟ قوانین اسلئے دئے گئے ہیں کہ انسانی کریکٹر کو سانچہ

ہیں ڈھالیں۔ "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ الخ یعنی خشکی اور تری میں خرابیاں ظاہر ہوگئیں۔ بوجہ انسانوں کی بداعمالیوں کے" (قرآن ۳۰: ۴۱) اس آیت میں قرآن پاک اس خرابی کا ذکر کرتا ہے۔ جو قبل بعثت نبوی تمام ممالک عالم میں پائی جاتی تھی۔ نسل انسانی پر علمی، اخلاقی، اور روحانی موت وارد ہو چکی تھی۔ اور یہودیت مجوسیت بدھ اور ہندو دھرم جملہ مذاہب نے، انسانوں پر اثر اندازی ترک کردی تھی۔ چنانچہ ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوسکتی ہے جس طرح خشک سالی کے بعد بارش اور تاریکی کے بعد روشنی ہوتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے مذہب کو زندہ کرنے کے لئے آنحضرت صلعم کو مبعوث کیا۔ چنانچہ آپ نے روحانی اور اخلاقی دنیا میں کامل انقلاب برپا کردیا۔ آپ نے حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کی تعلیمات کو زندہ کردیا۔ اور ہمیں آپ کو رسول اللہ تسلیم کرنے میں کیوں تامل کرنا چاہیئے۔ جب کہ اس زمانہ میں ایک پیغمبر کی سخت ضرورت تھی تاکہ خدا کے مذہب کو زندہ کرے۔ گزشتہ تیرہ سو سال سے قرآن مجید محفوظ ہے۔ اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔

صرف اعتقاد سے نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ نجات کے معنیٰ ہیں۔ روح کا وہ مرتبۂ کمال حاصل کرلینا۔ جو الٰہی قوانین کی متابعت سے ممکن ہے۔ ہم جسقدر اوامر کی پابندی کرینگے اور منہیات سے بچیں گے۔ اسی قدر روحانیت میں ترقی کرینگے۔ اسوقت مذہب ایک روح کو کامل کرنے کا آلہ ثابت ہوگا۔ اس نے نمازوں کی شکل میں چند روحانی مشقیں، معین کردی ہیں اور ان کو مقصود بالذات نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یعنی نہ ان کو مادی منفعت کے لئے پڑھنا چاہیئے۔ اور نہ اس خیال سے کہ محض ان کی بدولت نجات حاصل ہوجائے گی۔ ہاں ان کی بدولت اگر انہیں باقاعدگی کے ساتھ کیا جائے تو ہمارے اندر اصلاح نفس کی خواہش پیدا ہوجائے گی۔ ان کے ساتھ ساتھ گزشتہ اعمال کی یاد، اور ہماری انفرادی ذمہ داری، ہم کو عصیان وطغیان سے باز رکھنے میں معاون ثابت ہونگی، قرآن مجید نے ہماری مخفی صلاحیتوں کا بیان تفصیل کے ساتھ کردیا ہے۔ اور خدا کی امداد کا وعدہ بھی کیا ہے۔ تاکہ ہماری روح مدارج عالیہ پر فائز ہوکر الوہیت کی سرحد تک پہنچ جائے۔

کسقدر افسوس کی بات ہے۔ کہ تہذیب و تمدن کی ترقی کے زمانہ میں بھی بعض مذاہب ایسے پائے جاتے ہیں۔ جن میں ذات پات کا خیال موجود ہے۔ صرف ہندوستان ہی میں ۲۲ کروڑ میں

سے تین کروڑ انسانوں کو "اچھوت" سمجھا جاتا ہے۔ جو دوسروں سے ملنے کے قابل نہیں سمجھے جاتے۔ مذہب ان اچھوتوں کا بھی ہندو دھرم ہی کی ایک شکل ہے اور اکثر اوقات انکے ہم مذہب انکی تمدنی ترقی کو روکنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور اونچی ذاتوں کے افراد انکے طرز عمل کی حمایت کرتے ہیں۔ مسیحیت کا بھی یہی حال ہے

صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس نے ایسی اخوت قائم کر دی ہے۔ جس میں اونچ نیچ اعلےٰ ادنےٰ کالے گورے، امیر غریب، سب ایک سلک میں منسلک ہوگئے ہیں۔ یہاں بادشاہ اور فقیر دونوں کا ایک مرتبہ ہے۔ اور حج کے دن، اخوت انسانی کا پورا ڈراما، میدان عرفات میں کھیلا جاتا ہے۔ تمام خود ساختہ امتیازات مٹ جاتے ہیں۔ اور عمر کے لحاظ سے ہر شخص ایک دوسرے کو ماں باپ یا بھائی بہن کہکر پکارتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صرف ایک عالمگیر مذہب ہی، عالمگیر اخوت، قائم کر سکتا ہے۔ اور اسلام نے یہ معجزہ محض اسلئے دکھایا ہے۔ کہ اسکی تعلیم عالمگیر ہے ؞ ؞

دی ووکنگ مسلم مشن گزٹ

انگریزی اور اُردو ماہواری رسائل اسلامک ریویو اور اشاعت اسلام کے علاوہ چند ماہ سے ووکنگ مسلم مشن کے زیر اہتمام ایک جدید جریدہ "ووکنگ مسلم مشن گزٹ" کے اجرا کا بندوبست کیا گیا ہے۔ برادران اسلام کو تازہ ترین حالات مشن بہم پہنچانے کی غرض سے اسکی اشاعت پندرہ روزہ قرار پائی ہے۔ اور اس پر باقاعدہ عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔

اس جریدہ میں نومسلموں کے قبول اسلام کے اعلانات اور اہم مضامین شائع ہوتے ہیں۔ شذرات کے حصہ میں ہمیشہ ایک مختصر مگر مفید مقالہ ہوتا ہے۔ جس سے موجودہ نسل کی ایمانی کمزوریوں کا علاج مدنظر ہے۔

ہمیں قوی امید ہے کہ آپ اس سلسلہ میں ہماری امداد فرمائیں گے۔ اور اپنے حلقہٴ احباب میں ووکنگ مسلم مشن گزٹ کی خریداری کے لئے کوشاں ہونگے۔ گزٹ کا سالانہ چندہ صرف ۸/ ہے ؞ ؞ ؞

خطبۂ عید الاضحیٰ ۱۳۵۲ھ

از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب

اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"پس ہم نے اسکو بشارت دی ایک بُردبار بیٹے کی، اور جب وہ جوان ہو کر اس کے ساتھ کام کرنے لگا۔ تو اُس نے کہا اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں قربان کر دوں۔ پس غور کرو کہ تم کیا چاہتے ہو، اُس نے جواب دیا۔ اے میرے باپ! آپ ارشاد الہٰی کی تعمیل کریں اور انشاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائینگے۔ پس جب وہ دونوں اس کام کے لئے مستعد ہوئے۔ اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا، تو ہم نے کہا اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچ کر دکھایا یقیناً ہم اسی طرح نیکوکاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک کھلا ہوا امتحان ہے۔ اور ہم نے "ذبح عظیم" سے اس کا فدیہ ادا کیا۔ اور آیندہ نسلوں میں اسکی تحسین اور تکریم کی رسم قائم کر دی۔"
(قرآن مجید ۳۷: ۱۰۱ تا ۱۰۸)۔

آج ہم لوگ عید الاضحیٰ یا عید قربان کا تہوار منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ہماری یہ تقریب دراصل اس عظیم الشان تہوار کی نقل ہے جو آج مکہ معظمہ میں منایا جا رہا ہے۔ یہ تہوار حج کے موقعہ پر منایا جاتا ہے۔ اور یہ وہ ادارہ ہے جس نے جملہ انسانی امتیازات کو یکسر مٹا دیا ہے۔ اور اس دنیاوی زندگی میں اس امر کا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی نظر میں ہم سب یکساں ہیں۔ اگر آپ اس عدیم المثال اجتماع کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ تو آپ کو معلوم ہو کہ حرم محترم کی چار دیواری کے اندر جنس اور قوم، رنگ اور طبقہ کے سارے امتیازات اسطرح اڑ جاتے ہیں جسطرح ہوا میں ذرات حتیٰ کہ امتیاز کا آخری نشان یعنی لباس بھی ترک کر دیا جاتا ہے۔ اور ہر شخص بادشاہ ہو یا گدا یکساں طور پر احرام

ہی باندھتا ہے۔ اور اسی لباس میں سارے حاجی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اور روحانی کیف سے سرشار ہو کر سارے کے سارے بیک وقت پکار اُٹھتے ہیں "لبیک لبیک اللّٰھم لبیک"!!

ہم مسلمان اس تقریب کے لئے خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جسکی نظیر کسی مذہبی یا دنیوی جماعت میں نہیں پائی جاتی۔

خانہ کعبہ جس کے گرد دوران حج میں مسلمان طواف کرتے ہیں۔ اور جس کی طرف وہ بوقت نماز اپنا منہ کرتے ہیں۔ خواہ وہ دُنیا کے کسی حصہ میں ہوں۔ تاریخی لحاظ سے بہت زیادہ اہم ہے لیکن اس کی اہمیت پورے طور پر محسوس نہیں کی گئی ہے۔ قرآن پاک کی رُو سے وہ پہلا گھر ہے جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے بنایا گیا ہے۔ چنانچہ جارج سیل بھی معترف ہے۔ "خانۂ کعبہ ایک عبادت گاہ تھی اور قدیم الایام سے عربوں کی نظر میں لائق احترام سمجھی جاتی تھی۔ کعبہ کے روحانی اقتدار کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے جب کہ عرب میں جہالت اور حماقت کا دور تھا۔ یہ مقام اس درجہ مقدس سمجھا جاتا تھا۔ کہ جو شخص حرم میں داخل ہو گیا وہ گویا ہر طرح محفوظ ہو گیا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کعبہ مقدس اور محترم تھا اور اسکی قدامت کا ہر شخص کو اعتراف تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو، اُس قوم کا روحانی مرکز بنا دیا۔ جس نے رُوما اور یونان۔ مصر اور ایران کے مردہ تمدن کو از سرِ نو زندہ کر دیا۔ اور انسانی تہذیب کے جہاز کو ازمنۂ وسطیٰ کے سمندر میں بحفاظت چلا کر کنارہ تک پہنچایا۔ جب کہ بقول جانسن۔ دُنیا میں چاروں طرف مسیحیت کا پیدا کردہ اندھیرا چھایا ہُوا تھا۔ اور آج بھی جب کہ دنیاوی اقتدار غیر مسلم اقوام کو حاصل ہے۔ میں انہیں مسیحی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ عروج ان کو مسیحی تعلیم کی بدولت حاصل نہیں ہوا ہے۔ خانہ کعبہ ایک زبردست اور مؤثر تحریک توحید کا مرکز ہے۔ جو ہمیں ہر سال توحید الٰہی کا نظارہ پیش کرتا ہے اور اسکے ساتھ ہی وحدت انسانی کا ثبوت بھی بہم پہنچاتا ہے۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٖ کاش ہمارے قلوب اس خانۂ مقدس کی آواز پر لبیک کہیں جو کہ ہمیں وحدت اخوت اور پاکیزگی کی طرف بُلا رہا ہے۔

یہ تہوار جیسا کہ آپ صاحبان کو معلوم ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی یادگار ہے۔ یہ بات قابلِ غور ہے، کہ مسلمانوں کو شریعت کی رُو سے آنحضرت صلعم کے متعلق کسی تقریب کے منانے کا حکم

نہیں ہے۔ عید الفطر جو اس مرتبہ جنوری میں واقع ہوئی، وہ تو روزوں کا شکرانہ ہے۔ جو ہم بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے ہیں، جب کہ ماہ رمضان ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا تعلق کسی تاریخی واقعہ سے نہیں ہے۔ لیکن یہ تہوار اُس شخص کی زندگی سے والبستہ ہے۔ جو اگرچہ ہمارا آقا اور پیشوا نہیں ہے۔ لیکن سب مسلمانوں کا اور سارے یہود و نصاریٰ کا یکساں طور پر واجب الاحترام بزرگ ہے۔ یہ ایک مثال ہے۔ اُس ایثار کی جو آنحضرت نے مختلف مذاہب اور نسلوں میں رنگ وحدت پیدا کرنے کے لئے دکھایا۔ اور اس طرح آپؐ نے اپنے پیروؤں کو شخصیت پرستی کی لعنت سے بھی محفوظ رکھا۔ جو اکثر اوقات انسانوں کو خدا بنانے کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ چنانچہ اکثر اقوام نے اپنے ہادیوں کو جو محض انسان تھے۔ خدا بنا لیا۔ مثلاً نصاریٰ نے جناب مسیحؑ کو اسلام نے ان تقریبوں کے قیام میں جس دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اسکے فوق البشری ماخذ کی دلیل ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ عرض کرنا مناسب ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی روحانی اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ پس جب ہم اپنے مذہب کو ملت ابراہیمی سے منسوب کرتے ہیں تو یہ ہماری روایت کی دلیل کے مطابق ہوتا ہے سعیٔ بلیغ کے باوجود ہمارے یہودی اور مسیحی دوست ہنوز یہ ثابت نہیں کر سکے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا روحانی ورثہ بنی اسمٰعیل علیہ السلام کو نہیں ملا۔ بائبل میں متعدد تحریفوں کے باوجود، جو دانستہ یا نادانستہ کی گئی ہیں ابھی تک یہ درس موجود ہے۔

"اور اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق میں نے تیری دُعا سُن لی۔ دیکھ میں نے اُسے برکت دی ہے اور اسے میں کثیر العیال بناؤں گا۔ اور اس کی نسل بڑھاؤں گا۔"

یہ لکھنا کافی نہیں ہو سکتا کہ اس آیت میں صرف اس دنیاوی شوکت کا ذکر ہے۔ جو بنی اسمٰعیل کے لئے مقدر تھی۔ کیونکہ وہ لوگ اس میثاق میں شریک تھے۔ جو خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کی اولاد کی روحانی اور دنیاوی شوکت کے متعلق کیا تھا۔ جسکی طرف کتاب پیدائش میں بایں الفاظ اشارہ کیا گیا ہے۔

"وہ جو تیرے گھر میں پیدا ہوا۔ اور وہ جسے تو نقدی دے کر خریدے۔ سب کا ختنہ ہونا چاہئے۔ اور تمہاری نسل سے میرا میثاق، دائمی طور پر ہوگا۔"

یہود اور عربوں دونوں کا ختنہ کی رسم قائم رکھنا اس امر کا ثبوت ہے کہ جو پیشانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا تھا۔ وہ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل دونوں پر حاوی تھا نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا مسئلہ، ایک طرف مسلمانوں میں اور دوسری طرف یہود و نصاریٰ میں محل نظر بنا ہوا ہے۔ ہم مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں۔ لیکن یہود اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں۔ جو آدمی صداقت کا جویا ہے وہ حقائق کی روشنی میں اس مسئلہ کا فیصلہ بآسانی کر سکتا ہے۔ اولاً ہم بائبل میں لکھا پاتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ ذبیح کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اکلوتا بیٹا قرار دیتا ہے۔ چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بڑے تھے اس لئے ذبیح سے مراد حضرت اسحاقؑ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ تو دوسرے بیٹے ہوئے۔ یقیناً یہ حکم اسوقت نازل ہوا تھا۔ جب کہ حضرت اسحاق پیدا نہیں ہوئے تھے اور اسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صرف ایک بیٹا تھا۔ جسے اللہ تعالےٰ نے "اکلوتا بیٹا" کہکر پکارا۔ ثانیاً اس ابتلاء کا مفہوم بھی یہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسوقت قربانی کریں جب کہ ان کا صرف ایک ہی بیٹا ہو۔ اور ہمارے دوستوں کو اس بات سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا شمار حضرت ابراہیمؑ کے بیٹوں میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کتاب پیدائش میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی حیثیت کے متعلق سارہ کا جو بنو اسرائیل کی والدہ ہیں یہ قول لائق توجہ ہے:۔

"میں تجھ (ابراہیمؑ) سے منت کرتی ہوں کہ میری خادمہ (ہاجرہ) سے مباشرت کر، شائد اُس سے ہمارے یہاں اولاد پیدا ہو"۔

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہاجرہ کی اولاد، سارہ اور ابراہیم علیہ السلام کی باہمی رضامندی سے انہی کی اولاد کہلائے گی۔ افسوس ہے کہ ہمارے مسیحی دوستوں نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں حقائق کو پس پشت ڈالدیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی تغلیط کے لئے انہوں نے جیساکہ بائبل ڈکشنری مرتبہ مسٹر مرے سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی (منکوحہ) نہ تھیں۔ بلکہ کنیز تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں انہوں نے بائبل کی تصریحات کو بھی فراموش کردیا۔ جنمیں صاف لکھا

ہے۔ کہ ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی منکوحہ بیوی تھیں"۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ نے اپنی کنیز ہاجرہ کو اپنے خاوند ابراہیمؑ کی زوجیت میں دے دیا"۔ یعنی پہلی بیوی سارہ نے ہاجرہ کی شادی اپنے خاوند سے کر دی۔ تاکہ اس سے اولاد پیدا ہو۔ جو حضرت ابراہیمؑ کی جائز اولاد قرار پائے۔ اس سے زیادہ اور صراحت کیا ہو سکتی ہے؟ اور اس ضمن میں یہ بھی واضح ہو کہ موسوی شریعت میں تعدد ازدواج کا قانون مسلّم تھا۔ لہٰذا دوسری بیوی کو غیر شرعی نہیں کہہ سکتے۔ محض اس بناء پر کہ وہ دوسری بیوی تھی۔ اور نہ ہاجرہ کا سارہ کی کنیز ہونا۔ ارباب عقل کے نزدیک مذموم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہود کی روایات میں مذکور ہے کہ ہاجرہ کا سارہ کی کنیز ہونا محض ایک امر اتفاقی تھا۔ وگرنہ ہاجرہ بھی شریف النفس عورت تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں یہود کا مذہبی مفاد بمقابلہ دیگر اقوام کے زیادہ وابستہ ہے۔ روایت مذکورہ کی رُو سے ہاجرہ ایک مصری شہزادی تھیں۔ جو میدان جنگ میں قیدی ہو کر سارہ کے ہاتھ لگ گئی تھیں۔ تفصیل کے لئے یہودی سائیکلوپیڈیا ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ واضح ہو کہ حیثیت میں اس قسم کی تبدیلیاں اُس زمانہ میں عموماً ہوتی رہتی تھیں۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ یہود کی جماعت کثیرہ کو مختلف بادشاہ غلام بنا کر لے گئے اور صدیوں تک یہ لوگ غلامی میں رہتے تھے۔ لہٰذا ہاجرہ پر اس حیثیت سے اعتراض کرنا بے بنیاد بھی ہے اور مہمل بھی۔ پس جملہ حالات کو مدّ نظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہونا اتنا ہی محترم اور موجب فخر ہے۔ جتنا جناب یسوع اور دوسرے انبیائے بنی اسرائیل کا۔

اب ہم دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کے مسئلہ کیطرف آتے ہیں۔ اور دو باتیں پیش کرتے ہیں جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ ثابت کرتی ہیں۔ اور اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوےٰ ثابت ہو جاتا ہے۔ اور یہ باتیں چونکہ تاریخی ہیں۔ اس لئے فیصلہ کن ہیں۔

پہلی بات یہ ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے اس قربانی کی کوئی یادگار قائم نہیں کی۔ لیکن عرب کے لوگ قدیم الایام سے اس رسم کو مناتے چلے آرہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کو قائم رکھا۔ اس کے قیام کو مشرکین عرب کے ساتھ مفاہمت

نہیں کہہ سکتے۔ جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض مخالفین بیان کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں ان لوگوں کی شرر انگیزیوں سے محفوظ رکھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو حکم قربانی دیا تھا حضرت اسحٰق علیہ السلام کو زندگی میں اسکی تعمیل کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے۔ کہ خدا کا یہ حکم محض ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کے لئے تھا۔ لیکن یہ بھی ہم لوگ جانتے ہیں۔ کہ آزمائشیں مقصود بالذات نہیں ہوتیں۔ بلکہ کسی آئندہ کامیابی کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ خدا اپنے فرمانبردار بندوں کی معرفت بعض مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کا یونہی جھوٹ موٹ امتحان نہیں لیا کرتا۔ اگر خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے فرزند کی قربانی کا حکم دیا۔ تو ضرور اس میں کوئی مقصد بھی پنہاں ہوگا۔ اور عین ذبح کرتے وقت خدا کا ابراہیم علیہ السلام کو روکدینا، یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ خدا اس قربانی کو کسی اور طریقہ سے چاہتا تھا۔ جس سے دنیا کو حقیقی نفع پہنچ سکتا ہے۔ قرآن مجید نے جس طور پر اس واقعہ کو پیش کیا ہے۔ اس سے حقیقی مطلب سمجھ میں آسکتا ہے۔ بائبل کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ذبح کرنے کا حکم براہ راست دیا گیا۔ قرآنی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ اقدام، رویاء کی بناء پر کیا تھا۔

"اے میرے بیٹے! یقیناً میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میں تجھکو ذبح کر رہا ہوں"۔ یہ الفاظ قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب کئے ہیں۔ اور یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ رویا عموماً مبہم ہوتے ہیں۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چھری سے ذبح کرنے کا اقدام کرنا۔ یہ انکی اپنی تاویل تھی۔ جو انہوں نے خدا کے اس حکم کی کی تھی جو ان کو خواب میں دیا گیا تھا۔ اور جب اللہ تعالےٰ نے ان کو اس فعل کے ارتکاب سے باز رکھا تو اس کے معنی یہ نکلے کہ ان کی تاویل غلط تھی۔ لیکن وہ حکم بدستور قائم رہا۔ کہ اسکی تعمیل کیجائے۔ حضرت اسحٰق کی زندگی میں ہم کوئی بات ایسی نہیں پاتے جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ اس حکم کی تعمیل ہوگئی۔ لیکن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زندگی میں ضرور ایک واقعہ ایسا گزرا ہے جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس بیٹے کو تمام عمر کے لئے جلاوطن کردیا۔ بظاہر تو انہیں سارہ کے رشک وحسد سے

محفوظ رکھنے کے لئے، جو اُن پر اب حسد کرنے لگی تھی۔ لیکن دراصل ایک عظیم الشان مقصد پورا کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کیا۔ اور اس وقت کی دُنیا اس مقصد کی اہمیت کو سمجھ ہی نہیں سکتی تھی۔ قرآن مجید نے اسطرف بایں الفاظ اشارہ کیا ہے "اور ہم نے اس کے بدلہ میں ایک بڑی قربانی دی"۔ اب ناظرین خود غور کر سکتے ہیں۔ کہ ایک مینڈھا تو کوئی بڑی قربانی نہیں ہو سکتا۔ دراصل قربانی سے مراد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہجرت ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے متعلق حضرت ابراہیم نے کوئی ایسی قربانی اپنے اوپر گوارا نہیں کی۔ پس اس سے ثابت ہے کہ خوشنودی الٰہی کے لئے حضرت اسحٰق علیہ السلام کو نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کیا گیا۔

اس جگہ یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہجرت سے کون سا مقصد پورا ہوا؟ اور اس سے کیا فائدہ نکلا؟ ہیں نے خانہ کعبہ کی اہمیت کے اظہار میں اس سوال کا جواب کسی قدر دے دیا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے، دُنیا کے نازک دور میں، انسانی تہذیب اور اخلاق کی حفاظت ہو گئی۔ اور اگر آپ کا مذہب موجودہ ناقص تہذیب کی نجات کا موجب ہو سکتا ہے۔ اور اُسے حرص وہوا اور عناد کے اس طوفان سے بچا سکتا ہے۔ جو ہمارے زمانہ میں برپا ہے۔ تو بلا شک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہجرت، انسانیت کی بہبود کے لئے اہم نتائج کی حامل نظر آتی ہے۔ اور اس سوال کا بھی کہ آیا بنی اسمٰعیل کے اپنی اصل سے جدا ہو جانے کی کوئی ضرورت تھی۔ کافی جواب ہمارے پاس موجود ہے۔ لیکن اسی جگہ نہ اس کا موقع ہے نہ مصلحت کہ تفصیلی گفتگو کی جائے۔ کیونکہ اس کا تعلق زیادہ تر عمرانیات سے ہے۔ ہاں اسجگہ اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ کسی قوم کی قدیمی اور مسلسل روایات اس کے اندر تکبر اور غرور پیدا کر دیتی ہیں۔ یہودی قدیم ترین روایات کے حامل تھے اسی لئے وہ مغرور بھی بہت ہو گئے تھے۔ اور اس قدر شقی القلب تھے کہ حضرت مسیح جیسے عظیم الشان رسول کو جنہوں نے انکی اصلاح کی کوشش کی تھی۔ اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ علاوہ بریں تہذیب بھی ایک قسم کا مرض ہے جو کسی متمدن قوم کی طاقت کو سلب کر لیتا ہے۔ اور یہود قدیم ترین تہذیب کے مالک تھے۔ اس لئے مشیت ایزدی نے بنی اسمٰعیل کو ان سے علیحدہ کر دیا۔ اور وہ ایک عرصہ کے لئے اپنی روایات سے بیگانہ ہو کر نیم وحشی حالت میں آ گئے۔ تاکہ وہ خدا کے آخری

الہام کو قبول کر سکیں جو تمام انسانوں کے لئے تھا۔

لیکن الہیاتی، روایتی اور تاریخی اعتبار کے علاوہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا یہ واقعہ بنی نوع انسان کے لئے اس کی موجودہ حالت میں بھی کوئی سبق رکھتا ہے۔ یہ وہ سوال ہے جس پر ہم اب غور کرینگے۔ اور اس کا جواب اثبات میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی ہمارے لئے ایک بڑا پیغام رکھتی ہے۔ اولاً تمام متمدن دنیا کے لئے ثانیاً ہم مسلمانوں کے لئے ثالثاً تمام نومسلموں کے لئے اور قومی کلچر کی حیثیت سے جیسا کہ ہم پیدائشی مسلمان سمجھتے ہیں۔ بلکہ اعتقادی طور پر۔

دنیا کے لئے اس میں یہ پیغام ہے کہ نیکی رائگاں نہیں جاتی اور حقیقی نیکی قربانی اور ایثار میں مضمر ہے۔ اور حال کی قربانی سے آیندہ کی بہبود وابستہ ہے اگر آپ موجودہ بےچینی کا تجزیہ کریں۔ تو اس کے اسباب صرف دو معلوم ہونگے۔ اولاً حقوق پر قربانی کے مقابلہ میں زیادہ زور [illegible] پر زیادہ توجہ [illegible] اور مستقبل کا اسقدر خیال نہیں ہے۔ چونکہ میں سیاستدان نہیں ہوں۔ اس لئے موجودہ سیاسی اور اقتصادی حالات پر تبصرہ کرنے سے گریز کرتا ہوں۔ لیکن اسقدر کہہ سکتا ہوں۔ موجودہ تباہی کا باعث یہی دو دماغی امراض ہیں۔

پیدائشی مسلمانوں کے لئے اسمیں پیغام یہ ہے کہ اپنے بیٹوں کی جسمانی زندگی سے زیادہ محبت نہ کرو۔ تمہیں اپنی اولاد کی پرورش اسطرح کرنی چاہیئے کہ بوقت ضرورت خدا اور انسانیت کی خدمت کر سکیں اور مجھے افسوس ہے کہ کچھ عرصہ سے مسلمانوں نے اس طرف مطلق توجہ نہیں دی ہے۔

آجکل ہم اپنے بچوں کو محض دنیاوی طور پر فارغ البال ہونے کے لئے تعلیم و تربیت دے رہے ہیں۔ مسلمان دنیا کے بہترین دماغ تو آجکل آکسفورڈ کیمبرج، لندن، پیرس اور برلن کی درسگاہوں میں دنیا طلبی میں منہمک ہیں۔ کیا ہم میں سے چند نفوس بھی اسلامی حقائق کی تفہیم و تفہم کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر رہے ہیں کہ ہماری اولادیں بھی شیخ عبدالقادر جیلانی رح جیسا روحانی شخص، اور ابن العربی جیسا فلسفی اور امام غزالی جیسا عالم دین پیدا ہو؟ حالانکہ آجکل اسلامی ممالک میں ہر جگہ رجعت پسند [illegible] جمال الدین مفتی محمد عبدہٗ اور سلیمان ندوی امیر علی، اقبال، رشید رضا

شکیب ارسلان اور مارما ڈیوک پکتھال کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آجکل اسلام کے پاکیزہ نام کو بدنام کرنے کے لئے صدہا سیل راڈ ویل، میور، مارگولیتھ، زویمر اور اسٹیلی جونز ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم کا پیغام سنو! جو آج بھی صدیاں گزر جانے کے باوجود صاف طور پر سنائی دے رہا ہے۔ وہ موجودہ خطرات کے مقابلہ میں ہمارے بزدلانہ طرزِ عمل کی مذمت کر رہا ہے۔ ان کا تقاضا اس وقت یہ ہے۔ کہ ہم خدا تعالےٰ کے سچے دین کی خدمت کے لئے اپنے بہترین بیٹوں کو قربان کر دیں آخر دولت جمع کرنا تو ہم میں سے ہر ایک کا مقصود حیات نہیں ہو سکتا۔

نومسلموں کیلئے حضرت ابراہیمؑ کا پیغام یہ ہے کہ اپنی اولاد سے جو تم کو مادّی تعلق ہے اُسے روحانی علاقہ میں تبدیل کر دو۔ باپ بیٹے سے محبت کرتا ہے اور بیٹا باپ سے لیکن الفت عارضی ہے کیونکہ جسمانی تعلق پر مبنی ہے لیکن ہم اس عارضی محبت کو ابدی محبت میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ جسمانی محبت کو روحانی محبت میں تبدیل کر دیا جائے اور اس کے لئے آپ کو اپنے بیٹے کو خدمت، قربانی اور صداقت کا سبق پڑھانا چاہیئے۔ یقیناً آپ کا بیٹا اس پیغام کو قبول کرے گا۔ اور جب وہ ایسا کرے گا تو جسمانی علاقہ روحانی علاقہ میں تبدیل ہو جائے گا۔ اور یہ علاقہ ناقابل فنا ہے۔ بیشک موجودہ زمانہ میں یہ بات بہت عجیب اور خلاف معمول نظر آئے گی کہ ہم اپنے بچوں کو مذہبی حقائق کی تلقین کریں۔ لیکن صداقت کا اقتضا یہ ہے۔ کہ ہم رسمیات کی مطلق پرواہ نہ کریں۔ اگر آپ کو اپنی اولاد سے حقیقی محبت ہے تو جس چیز کو آپ بہترین سمجھتے ہیں وہ ضرور اُن کو دیجے۔ اور اُس صداقت سے بڑھکر جو آپ نے حاصل کی ہے۔ اور کیا چیز قیمتی ہو سکتی ہے؟ جسکی بدولت آپ کو ابدی زندگی حاصل ہو گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ صداقت کے لئے مجھے اپنے اکلوتے بیٹے کو خود اپنے ہاتھ سے قربان کرنا چاہیئے۔ اس لئے وہ اس دشوار ترین کام کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ بعد ازیں انہیں اپنے اکلوتے بیٹے کو جلا وطن کرنا پڑا۔ اور اُنہوں نے اس کام کو بھی بخوشی خاطر انجام دیا۔ اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ خدا نے ان کی اس قربانی کی روح کا کیسا اچھا انعام دیا۔ یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ جنہوں نے دنیا کو اسلام

جیسا کامل مذہب عطا کیا۔ پس چاہیئے کہ ہمارے نومسلم بھائی بھی اپنے بچوں کے متعلق اسی قسم کی قربانی کا اظہار کریں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یقیناً اس جزیرہ انگلستان سے مستقبل قریب میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔ اور بوقتِ وفات اُن کو یہ تسلی ہوگی کہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسا ورثہ چھوڑ رہے ہیں جو جسمانی نہیں ہے بلکہ روحانی ہے۔ اور انکی اولاد سے ان کا عارضی تعلق، ایک مستقل تعلق بن جائے گا جو ہمیشہ قائم رہے گا۔

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّأت اعمالنا من یھدی اللہ فلا مضل لہٗ ومن یُضللہ فلا ھادی لہ۔ اللھم صل علیٰ سیدنا محمدٍ وعلیٰ اٰلِ سیدنا محمدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰلِ ابراھیم انک حمیدٌ مجید۔ اللھم بارک علیٰ سیدنا محمدٍ وعلیٰ اٰلِ سیدنا محمدٍ کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰلِ ابراھیم انک حمید مجید ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذالقربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

مشن مذکورہ کا اصل کام دنیا میں اسلام کا نام بلند کرنا ہے۔ اور اس کا ڈنکا چاردانگ عالم میں بجانا ہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے حضور نبی کریم صلعم نے اپنی عین حیات میں طرح طرح کے مصائب اور دکھ برداشت کرنے کے باوجود اسلام کے نام کو دنیا میں روشن فرمایا۔ اس پاک کام کو حضرت نبی کریم کی اتباع میں مشن مذکورہ سرانجام دے رہا ہے۔ اسلئے برادرانِ اسلام سے گذارش ہے کہ اس مبارک مشن کو پورے طور سے کامیاب بنانے کیلئے ہر وقت کوشاں رہیں۔ انہی اغراض کے پیش نظر ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ قائم ہوا ہے۔ جسکی اغراض اسلام کی اشاعت کرنی اور ان تجاویز کو سوچنا اور عمل میں لانا ہے جن سے اشاعت اسلام ہو۔ اور ایسے افراد بلاد غربیہ میں بھیجنے جو تبلیغ اسلام کرسکیں ؛

خواجہ عبدالغنی سکریٹری۔

مسلمانانِ پولینڈ

لیتھوآنی تاتاریوں کا آغاز اور انکی تاریخ

از جناب ایل بوہڈنووز کے قلم سے

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو جلد ۱۲ نمبر ۴ صفحہ ۲۴۲)

تاہم گولڈن ہورڈ کے مصائب دن بدن بد سے بدتر ہوتے چلے گئے اور وہ خان جنکو اپنے قبیلہ سے دشمنوں کی طرف سے نکال دیا جاتا تھا۔ اب بھی لیتھوآنیا میں پناہ لینے کے لئے آجاتے تھے۔

یہ مصائب اور وہ معاہدات جو وٹولڈ کے جانشینوں نے وقتاً فوقتاً بہت سے خود مختار خانوں کیساتھ کئے۔ تمام پندرھویں صدی میں تاتاریوں کے لیتھوآنیا میں آنے کا مسلسل سبب بنتے رہے۔ ان تارکان وطن کو کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ کیونکہ وہاں پہلے ہی بہت سے لیتھوآنی تاتار موجود تھے۔ جنہوں نے ملک میں ساٹھ ستر سال تک رہنے کے بعد اپنے مفاد جمع کرلئے تھے۔ اور شہری حقوق انہیں حاصل تھے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تاتاریوں کے لیتھوآنیا میں آنے کا آغاز اس اتحاد کی پالیسی کا نتیجہ تھا۔ جو لیتھوآنیا اور بعد میں پولینڈ اور لیتھوآنیا کی حکومت متحدہ نے تاتاریوں کے متعلق جیڈیمین کے زمانہ سے روا رکھی۔ صرف یہی بات اس حقیقت کو واضح کرسکتی ہے کہ ان تارکانِ وطن کے ساتھ التفات کا بلکہ عزت کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اس کے برخلاف وہ ایک قبیلہ سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ ان میں تمام اُن قبائل کے نمائندے موجود تھے جن سے گولڈن ہورڈ کی قوم بنتی تھی۔ ان میں کپچک بھی تھے۔ نوگاس بھی تھے۔ کریمیا کے تاتاری بھی تھے۔ اور سلجوقی ترک بھی تھے۔ جو اناطولیا سے کریمیا کو ہجرت کر آئے تھے موجود تھے۔ اس داستان کو ان عہدناموں کے مطالعہ سے خاصی طوالت دی جاسکتی ہے۔ جو وٹولڈ کے جانشینوں اور کیسیمیر شاہ پولینڈ نے کئی ایک خاتون کے ساتھ کئے۔ مثلاً سوڈری گیلو ([illegible]) کا عہدنامہ جو سیدی عصمت خاں نوگاس کے ساتھ ہوا۔ کیسیمیر کا عہدنامہ جو کریمیا کے خان حاجی گیری اور قازان عصمت کے خان سے کیا گیا وغیرہ وغیرہ۔

علاوہ ازیں چونکہ تاتاری تارکان وطن جب لیتھوآنیا میں آئے تو کوئی عورتیں ان کے ساتھ نہ تھیں۔

وٹیولڈ اور اس کے جانشینوں نے مذہب تبدیل کئے۔ لیکن مسیحی عورتوں سے شادی کی انہیں اجازت دیدی۔ اس لئے بالآخر لیتھوآنی تاتار گولڈن ہورڈ کے ان بہت سے قبائل کے نمایندوں کی اولاد ہیں۔ جو ترک وطن کرکے لیتھوآنیا میں آباد ہوگئے۔ اور اس کے علاوہ انہوں نے لیتھوآنیوں اور پولوں میں شادیاں کر لیں۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ یہ تاتاری ایک علیحدہ قوم ہیں جو دیگر ترک تاتاریوں سے مختلف ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ لیتھوآنی تاتار کسی خاص طور وطریق کے لوگ نہیں۔ بلکہ بہت طرح کے خصائص ان میں پائے جاتے ہیں۔ جو قوم سلیو سے لیکر منگول تک سب گروہوں پر مشتمل ہیں۔ آخری خصائص کے لوگ بہت زیادہ ہیں۔ کیونکہ اوّلاً انہیں مخلوط شادیوں کی اجازت نہیں تھی۔

پولینڈ کی تقسیم سے پہلے لیتھوآنی تاتاریوں کی حالت

لیتھوآنی تاتار سولھویں صدی کے وسط میں عروج کو پہنچ گئے۔ اسوقت ان کی تعداد کسقدر تھی؟ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ کیونکہ اس بحث پر مصنفین کا اختلاف ہے۔ ان کی تعداد چالیس ہزار سے ۲ لاکھ تک بتائی جاتی ہے۔ اور یہ اتنا بڑا فرق ہے کہ اسکی حقیقت کو واضح کرنا مشکل ہے۔

اس موقعہ پر ۱۵۵۸ء کی ایک دستاویز کا ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ جس میں زیادہ تر لیتھوآنی تاتاریوں کی اس حالت کو بیان کیا گیا ہے۔ جو اس وقت تھی۔ یہ ایک یادداشت ہے۔ جو ایک مسودہ کی صورت میں کسی گمنام لیتھوآنی تاتار نے سلطان سلیمان اعظم کے وزیر اعظم اور داماد رستم پاشا کے حکم سے ترکی زبان میں اس وقت لکھی جب وہ مکّہ جاتے ہوئے قسطنطنیہ میں ٹھیرا ہوا تھا۔ اس کا نام ہے "پولستانی تاتاریوں کے حالات"۔ اس مسودہ کا پولش زبان میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ جسکو اے موچلی اسکی پروفیسر ترکی زبان سینٹ پیٹرزبرگ یونیورسٹی نے شائع کیا ہے (ویلنو ۱۸۵۸ء) اس یادداشت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لیتھوآنیا میں اسوقت ۲ لاکھ تاتاری تھے۔ جو ایک سو بستیوں اور دیہات میں پھیلے ہوئے تھے۔ ہر ایک گاؤں میں مسجد تھی۔ مسجدوں کے امام کریمیا یا ترکی میں منتخب کئے جاتے تھے۔ ترکی زبان بھول چکی تھی۔ اور اکثریت پولش یا سفید روسی زبان بولتی تھی۔ برخلاف

اس کے عربی طرز تحریر ان دونوں زبانوں میں بھی عام طور پر استعمال کی جاتی تھی۔ ان کا بڑا کام کھیتی باڑی یا ایام جنگ میں فوجی خدمت بجالانا تھا۔ دوسرے اشغال کو حقیر سمجھا جاتا تھا۔ سپاہی ٹیکسوں کی ادائگی سے معاف تھے۔ شہروں میں تاتاری اکٹھے زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اسی طرح تاتاریوں کے بازار اور تاتاری اضلاع بن گئے تھے۔ (ان حالات کے آثار اس حصہ کے قریبًا ہر شہر میں جو تاتاریوں سے آباد تھا۔ اب تک پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ اب تک ایسے بازار موجود ہیں۔ جن کا نام "تاتار" ہے) فوج میں تاتاریوں کے دستے الگ تھے جو ان کے اپنے سرداروں کے زیر کمان ہوتے تھے۔

ایک حکم میں جو ۲۰ جون ۱۵۶۸ء کو نافذ ہوا ایسی دفعات ہیں۔ جن میں تاتاریوں کے ان حقوق کو تسلیم کیا ہے۔ جو ان کو نوابی کے حقدار ٹھہراتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ان خدمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو ہماری تاتاری رعایا نے جو لیتھوآنیا کی ریاستوں میں سکونت پذیر اور بڑی بڑی زمینی جاگیروں کے مالک ہیں۔ نہایت وفاداری کیساتھ اس سلطنت کے لئے سرانجام دیں۔ ہم حکم دیتے ہیں کہ ان کے جو حقوق، آزادیاں اور مراعات ہمارے آباؤ اجداد نے اور ہم نے انہیں دے رکھی ہیں۔ ان کی دوبارہ تصدیق کی جائے اور انہیں تسلیم کیا جائے اور وہی حقوق انہیں حاصل ہونگے۔ جو لیتھوآنیا کی ریاستوں میں ہماری سلطنت کے دوسرے نوابوں کو حاصل ہیں"۔ پس اسطرح تاتاریوں کو دوسری اقوام کے نوابوں جیسے تمام حقوق حاصل تھے۔ اور انہیں تبدیلی مذہب کے بغیر مسیحی عورتوں سے شادی کرنے کی بھی اجازت تھی۔ جو اس وقت کے حالات کے لحاظ سے ایک غیر معمولی بات تھی۔ ملاحظہ ہو ناربٹ کی کتاب جلد ۸ صفحہ ۲۴۶ جس میں لکھا ہے کہ "تاتاریوں کا بڑا حصہ کوئی عورتیں اپنے ساتھ نہ لے گیا۔ اس لئے انہیں وہاں کی مقامی عورتوں سے شادی کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی گئی کہ ایسے لوگ ایک سے زیادہ بیوی نہ کریں۔ ان شادیوں سے پیدا ہونے والے بچے اپنے باپ کے مذہب کو اختیار کرتے تھے"۔

سب سے بلند مرتبہ ان تاتاریوں کی جماعت تھی، جنہیں زمینی جاگیریں ملی ہوئی تھیں۔ اور ان کے معاوضہ میں وہ نہ صرف فوجی خدمت کے لئے ہی مجبور رہتے تھے۔ بلکہ سواروں کا ایک تیار اور مسلح دستہ بھی مہیا کرنا ان کا کام تھا۔ اس جماعت میں شہزادے، بیگ، مرزے اور رومن شامل تھے

جو اپنے آبائی وطن میں بھی ممتاز حیثیتوں کے مالک تھے۔ ریاستوں کے بڑے بڑے رؤسا اور نوابوں کے مقابلہ میں ان کی زمینی جاگیریں کم تھیں۔ اس موقعہ پر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ان زمینی جاگیروں پر جو لیتھوآنیا کے گرینڈ ڈیوکوں نے تاتاریوں کو عطا کر رکھی تھیں۔ ان کے قبضہ کے حق کی اصلیت کو واضح کر دیا جائے۔ یہ قبضہ کا حق غیر یقینی تھا۔ کیونکہ اگرچہ وہ انہیں دائمی طور پر دے دی گئی تھیں تاہم وہ ناقابل ضبطی نہ تھیں۔ اور روپیہ کے معاوضہ میں انہیں دینے یا ہبہ کرنے یا انہیں رہن رکھنے کے لئے پہلے گرینڈ ڈیوک اور پھر پولینڈ کے بادشاہ سے اجازت لینی پڑتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے۔ پولستان کے تقسیم ہو جانے تک حق کے قبضہ کا یہ طریق نافذ رہا کیونکہ بادشاہ سٹینس لانس اگسٹس نے یہ حکم دے دیا کہ غیر یقینی قبضہ کا یہ حق خالص اور پوری ملکیت کی صورت میں تبدیل کر دیا جائے۔ دوسرا گروہ جنگی لوگوں کا تھا۔ انہیں زمین بھی حاصل تھی۔ لیکن ان کا حصہ بہت تھوڑا تھا۔

یہ پہلے دو گروہ ٹیکسوں کی ادائیگی سے مستثنےٰ تھے اور اس کے معاوضہ میں انہیں بلا تنخواہ فوجی خدمت بجالانی پڑتی تھی۔

سب سے ادنےٰ گروہ ان تاتاریوں پر مشتمل تھا۔ جنہیں کوئی زمینیں نہ ملی تھیں۔ یہ ادنےٰ ترین جماعت مختلف اشغال کے ذریعہ سے روٹی کماتے تھے۔ مثلاً باغبانی، چمڑے رنگنا، گاڑیبانی وغیرہ۔ لیکن مستقل سپاہ میں بھی وہ اپنا نام درج کرانے کے مجاز تھے اور اسکے معاوضہ میں تنخواہ لیتے تھے بعدازاں ان میں سے بعض کو زمینیں اور نوابی کے حقوق مل گئے۔ جو میدان جنگ میں ان کی حسن خدمات کا صلہ تھا۔ مرور زمانہ نے مختلف جماعتوں کے اس فرق کو بھی زیادہ ممتاز نہ رہنے دیا۔

سولھویں صدی عیسوی کے اختتام پر جیسوئٹسٹوں کے زیر اثر کیتھولک عیسائیوں کا زور پھر ترقی پکڑنے لگا اور تاتاریوں کی حالت زیادہ خطرناک ہوگئی۔

لیکن اس تحریک سے پہلے بھی مقامی حکام نے تاتاریوں کو ستانا شروع کر دیا تھا۔ اور ان کے حقوق سے رفتہ رفتہ انکار شروع کر دیا گیا۔ لیکن یہ مسلسل نہ تھا۔ کیونکہ جیگوئیلو کے بادشاہ تاتاریوں کی حمایت میں تھے اسلئے ۱۵۱۹ء میں انہوں نے سیگسمانڈ اول بادشاہ پولینڈ کو ایک درخواست بھیجی جس کے الفاظ حسب ذیل تھے:

ذی شان بادشاہ وٹیولڈ اب دنیا میں نہیں۔ اس نے ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فراموش کر دینے کا حکم نہ دیا تھا۔ جن کا نام ہم ارضِ حرم کی طرف منہ کر کے لیتے ہیں۔ جس طرح ہمارے خلفا کرتے تھے۔ ہم نے تلوار پر حلف اٹھائی کہ لتھوآنیا والوں سے محبت کریں گے اسوقت جب جنگ کی حالت میں ہم ان کے پاس آئے۔ اور جب انہوں نے اسوقت اور جب ہم ان کے علاقہ میں داخل ہو رہے تھے ہم سے کہا کہ یہ زمین، یہ پانی، یہ ریگستان اور یہ جنگلات ہمارے تمہارے درمیان مشترک رہیں گے"۔ ہمارے بچے وٹیولڈ کے نام سے ناواقف نہیں اور کریمیا اور کپچک کی نمکین جھیلوں کے قریب رہ کر وہ یہی سمجھتے ہیں کہ تمہارے اس ملک میں وہ اجنبی نہیں"۔

بادشاہ ان کے مطالبات سے ناواقف نہ تھا۔ اور اپنے ان خطوط میں جو پلاٹین آف ٹروکی کے نام اس نے لکھے۔ نہایت سختی سے مظالم کو روکنے کا حکم دیا۔ ان تین خطوط میں سے جو ۱۵۴۳ء سے شروع ہوتے ہیں۔ ایک ہمیں ملا ہے۔ (ملاحظہ ہو آرچیوز آف دی گرینڈ ڈیوک آف لتھوآنیا جلد ۲۰ صفحہ ۳۲)۔

۱۵۸۸ء کے ضابطہ قوانین میں تاتاریوں کو مسیحی غلام رکھنے کے حق سے محروم کر دیا گیا مسجدوں کی تعمیر یا مرمت سے روک دیا گیا۔ اور ان مسلمانوں کو جو دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کے مجرم پائے گئے۔ موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

۱۶۱۵ء کے قانون میں انہیں مسیحی عورتوں سے شادی کرنے سے منع کر دیا گیا اور اپنے سرداروں کے زیر حکومت رہنے کے حق سے انہیں محروم کر دیا گیا۔

۱۶۶۲ء میں پولینڈ اور ترکی میں جنگ کیوجہ سے ان کی پوزیشن اور بھی ابتر ہو گئی۔ اصل جائداد کی ملکیت کا حق سخت قیود سے مقید کر دیا گیا۔

ان مظالم کیوجہ سے تاتاریوں نے کریمیا اور ترکی کیطرف ہجرت کر لی۔ جو اس زمانہ میں پولینڈ کے سرحدی ممالک تھے۔ اب بھی ڈوبروجا (رومانیا) اور ترکی ادرالیشیائے کوچک میں ان کی ہجرت کے آثار پائے جاتے ہیں۔

ایک تھوڑی تعداد جو وہاں رہ گئی وہ ان لوگوں پر مشتمل تھی۔ جو بہادر اور دلیر تھے

انہیں مسیحی بنالیا گیا۔ باقی اپنے دیہات میں چھپ گئے اور اچھے دنوں کی انتظار کرنے لگے۔ اور اپنے لباس اور اطوار و طریق کو بدل کر وہاں کی دیسی آبادی سے مل جل کر بسر کرنے کی انہوں نے کوشش کی

ان مظالم کے باوجود تاتاریوں نے ہر موقع پر اپنے اس نئے وطن کی خدمت بجالانے کی سعی کی۔ اکراکو یونیورسٹی کے پروفیسر ٹاک ہر سینسوز جس نے اپنی کتاب "دی مسلمس" میں لیتھوآنی تاتاریوں کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ بیان کرتا ہے کہ پولینڈ کے ساتھ تاتاریوں کی وفاداری بہادری کے درجہ تک پہنچ گئی۔ اس کے برخلاف یہ امر کہ ان مظالم سے پولینڈ کے لوگوں کے حقیقی جذبات کا جو وہ ان کے متعلق رکھتے تھے۔ اظہار نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ مظالم صرف غلط مذہبی جوش کا نتیجہ تھے۔ یہ اس فقرہ سے ثابت ہے جو بادشاہ جین سوبیسکی کے باپ جیکب سوبیسکی نے اپنے رسالہ دربارہ مہم چوسیم Chocium میں ۱۶۲۱ء میں لکھا یعنی اسوقت جب مذہبی جبر و تعدی زوروں پر تھی۔ چنانچہ لکھا ہے "... ذیل کے لوگ اس لڑائی میں مارے گئے۔ کپتان بولیٹان اور گیروانگ، دو لیتھوآنی تاتار یعنی ایک بہادر قوم کے لوگ جو ہمیشہ ملک کی طرف سے بھلائی کے حقدار تھے"۔ ایسے ہی اور بہت سے کلمات ہیں جن میں تاتاریوں کی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔ تاتاریوں نے ان متواتر جنگوں کے زمانہ میں بھی جو پولینڈ کی طرف سے ماسکو، یوکرانیا کے کاسکوں اور سویڈن کے خلاف مسلسل طور پر ہوتی رہیں۔ اپنی وفاداری کے ثبوت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ جنگوں کے حالات میں بہادر تاتار افسروں کے نام بار بار ملتے ہیں۔ جن کا ذکر سینکیوز نے نہایت شاندار الفاظ میں کیا ہے (بالخصوص اسلئے کہ سینکیوز کی بیوی تاتاری نسل سے تھی اور ۱۸۱۲ء میں اسے مسیحی بنالیا گیا تھا)۔

(باقی آئندہ)

گذارش

اسلامک ریویو اور اشاعت اسلام کا حلقہ اشاعت وسیع کرنا ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیوں کو وسیع کرنا ہے اس لئے قارئین رسالہ کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ اپنے حلقہ اثر میں انکی توسیع اشاعت فرماکر داخل حسنات ہوں۔

منیجر

مکتوبات ووکنگ

کارلٹن۔ این
میلبورن آوکٹوریا
آسٹریلیا

پیارے بھائی! میں آپ کی خدمت میں یہ خط اسلئے لکھ رہی ہوں کہ آپ میری امداد کر سکیں کیونکہ میں مسلمان ہوں اور مذہب اسلام سے محبت رکھتی ہوں۔ اور بہت سے لوگوں سے ملتی رہتی ہوں۔ جو ہمارے دین سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور اس بارہ میں زیادہ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور رمضان کے متعلق بھی۔ میں گذشتہ ماہ رمضان میں بعض ایسے لوگوں سے ملی جو یہ جاننا چاہتے تھے۔ کہ ہم کیوں اس طریق سے روزہ رکھتے ہیں جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے۔ میں نے جس طرح مجھ سے ہو سکا انہیں سمجھایا۔ تاہم ابھی تک اس بارہ میں ان کو پوری سمجھ نہیں آئی۔ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ کچھ لٹریچر اگر میں مہیا کر سکی تو انہیں بھیجونگی۔ کیونکہ وہ اسکے خواہشمند ہیں۔ اسی لئے میں آپ کو یہ خط لکھ رہی ہوں، کیا میں ایسا لٹریچر حاصل کر سکتی ہوں جو مذہب اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر مشتمل ہو۔ اور آپ کی تعلیمات اس میں بیان کی گئی ہوں۔ اور یہ بتایا گیا ہو کہ مسلمان رمضان میں کیوں روزے رکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ایسا لٹریچر جو ہمارے مذہب کی تفصیلات پر مشتمل ہو کیا مجھے مل سکتا ہے؟ کیا آپ ازراہ نوازش ایسے لٹریچر کی فہرست مجھے مہیا فرما سکتے ہیں؟ میں یقین رکھتی ہوں کہ لوگ ہمارے مذہب کو زیادہ سمجھنے لگیں گے۔ اگر انہیں صحیح طرز کا لٹریچر دیا جائے۔ بہت سے لوگ میرے مذہب کے متعلق مجھ سے پوچھتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ لندن میں ایک مسجد ہے کیا یہ صحیح ہے؟ میں اسی جگہ سے یہاں آئی ہوں۔

امید ہے کہ آپ اور دوسرے اسلامی بھائی میری اس بارہ میں امداد فرمائینگے۔

آپ کی مسلمان بہن
مسز (ابتھل فاطمہ) کیبام؟

ایک رومن کیتھولک کا غصّہ

دی یونین سوسائٹی

کیمبرج

۱۶ر فروری ۱۹۳۵ء

جناب بندہ۔ اگلے دن میں نے آپ کے رسالہ کا مطالعہ کیا۔ اور یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ کہ کن منطقی یا عقلی دلائل سے آپ اپنے مذہب کی صداقت کو ثابت کرتے ہیں۔ اور میرے کیتھولک کلیسا کے متعلق آپ کا رویہ کسقدر مخالفانہ ہے۔ اس میں بہت سی توہین آمیز باتیں ہیں۔ اور غیر معقول اصولوں کو عام اصولوں کا رنگ دے دیا گیا ہے۔ اور معقول بات ایک بھی نہیں۔ ایک بچہ شاید سب سے بڑھکر دوسروں کی توہین کرنے اور چڑچڑا پن کا اہل ہے۔ لیکن ایسے سنجیدہ مبحث کے متعلق آپ سے قدرتاً یہ امید ہو سکتی تھی کہ آپ اپنے اصولوں کو ثابت کرنے کے لئے کسی نہ کسی طرح معقول دلائل کا ملمع ان پر چڑھائیں گے۔

اگر ہمارا خداوند فی الحقیقت خدا نہ تھا۔ تو پھر وہ ایک احمق انسان تھا۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ اس نے کیتھولک کلیسا کی بنیاد ڈالی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو آئندہ مدعیان نبوت کے خلاف متنبہ کیا۔ اس کے کلیسا کی توہین اس کی توہین ہے۔ آپ زیادہ معقول ہونگے۔ اگر آپ اسے مفتری قرار دیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کو ایسا کرنے کی جرأت نہیں کیونکہ اس سے ہر بینہ جو لوگ آپ کے مذہب میں آئے ہیں۔ وہ ہاتھ سے نکل جائیں۔

لیکن میں ایسے ریمارکوں سے جو آپ اور آپ کے مراسلہ نگار کرتے رہتے ہیں متفق نہیں۔ اسلئے میں یہ کہہ کر اس چٹھی کو ختم کرتا ہوں۔ کہ کیتھولک کلیسا کے خلاف توہین آمیز باتیں لکھنے سے اس وقت تک احتراز کریں جب تک آپ کو اس کی پوری حقیقت معلوم نہ ہو جائے۔ اور اپنے آپ کو معقولیت کا رنگ نہ دے سکیں۔

آپ کا تابعدار

آر۔ ایل۔ وہائیٹ۔

ترجمہ مکتوب بنام مسٹر لوگر دو جن کو امام صاحب نے برانڈسبری پارک چرچ میں تقریر کرنے کے لئے بھیجا کیونکہ اس شام کو امام صاحب کو کسی اور جگہ تقریر کیلئے جانا تھا۔

پیارے مسٹر لوگر دو۔

میں نہیں جانتا کہ کس طرح اس مؤثر خطبہ کا جو کل شام آپ نے ہمیں دیا۔ پورے طور پر شکریہ ادا کروں تمام دن آپ کی تصویر میرے دل میں رہی اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی شاندار شخصیت نے نہ صرف مجھ پر بلکہ میری جماعت کے تمام نوجوانوں پر بہت بڑا اثر پیدا کیا۔

ہم دوبارہ آپ کی زیارت کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ اور میں اس بارہ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آیا آپ کے لئے تکلیف دہ تو نہ ہوگا۔

جب آپ مجھے اس خط کا جواب دیں تو براہ مہربانی یہ بھی بتا دیجئے کہ آیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ جلسہ کے بعد چائے کا انتظام کر دیا جائے؟ مجھے یقین ہے کہ ہمارا واعظ (اگر وہ اس دن اپنے گھر میں موجود ہو تو) آپ سے چائے پر باتیں کر کے خوش ہوگا۔ وہ تنگدل انسانوں میں سے نہیں۔

دوبارہ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس دلچسپ پیغام کیلئے جو آپ نے ہمیں دیا۔ اور ان کارآمد باتوں کے لئے جو آپ پھر ہمیں سنائیں گے۔ اور "غور و فکر کا موقع دیں گے"۔

آپ کا تابعدار
لیسلے ایف برگیٹ

اسلامی لٹریچر کی مانگ

سیراکیوز یونیورسٹی
سیراکیوز نیویارک امریکہ

جنٹلمین کیا آپ اسلامی عقائد کی کتاب جن کی آپ تعلیم دیتے ہیں مجھے ارسال کریں گے؟ مجھے خوشی ہوگی اگر آپ کے مذہب کے متعلق کوئی اور پمفلٹ اور کتابوں کی فہرست بھی حاصل کر سکوں۔

شکرگذار
آر۔ ایف۔ پائپر
پروفیسر آف فلاسفی

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲-۴-۳۵	۲۵۸۵	ڈاکٹر محمد عالم صاحب مشن	۰	۰	۷۰۰
〃	۲۵۸۶	خواجہ نذیر احمد صاحب برائے مفت تقسیم کتب	۰	۰	۱۰۰
〃	〃	〃 عبدالغنی صاحب 〃	۰	۰	۱۰۰
〃	〃	〃 صلاح الدین محمود صاحب 〃	۰	۰	۱۰۰
〃	۲۵۸۷	عبدالکریم صاحب مشن	۰	۰	۱۰
〃	۲۵۸۸	کے ایس عبداللطیف صاحب عید فنڈ	۰	۰	۱۵
۵-۴-۳۵	۲۶۰۸	منہاج الدین صاحب ایگزکٹو انجینیر مشن	۰	۰	۱۰
۸-۴-۳۵	۲۶۴۴	نواب اکرام الدین صاحب مشن	۰	۰	۵۰
〃	۲۶۴۵	سید عبدالحلیم صاحب 〃	۰	۱۰	۱
〃	۲۶۴۶	〃 مقبول احمد صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	۲۶۴۹	معرفت مولوی غلام حسین خان صاحب 〃	۰	۰	۲۰۰
〃	۲۶۵۰	ڈاکٹر وزیر احمد صاحب 〃	۰	۰	۸
〃	۲۶۵۱	مسٹر حبیب اللہ صاحب کاملی 〃	۰	۰	۲
〃	۲۶۵۲	بیگم صاحبہ خواجہ کمال الدین صاحب 〃	۰	۰	۲
۹-۴-۳۵	۲۶۸۶	از فروخت لوہے کی پیپے بالٹی 〃	۰	۱۴	۰
۱۱-۴-۳۵	۲۷۱۳	بیگم صاحبہ حبیب اللہ صاحب برائے مفت تقسیم کتب	۰	۰	۲۵
〃	۲۷۱۴	غلام احمد صاحب کلانی مشن	۰	۰	۱۰
۱۰-۴-۳۵	۲۷۵۰	کے ایچ منیار صاحب مشن وعید فنڈ	۰	۱۰	۱
〃	۲۷۵۲	صاحبزادہ نورالحق صاحب مشن	۰	۰	۲
〃	۲۷۵۳	ایس اکبر خاں صاحب 〃	۰	۰	۱
〃	۲۷۵۴	فروخت ردی 〃	۰	۷	۱
۱۹-۴-۳۵	۲۷۹۰	اسحاق نار محمد صاحب 〃	۰	۰	۲
〃	۲۷۹۱	حافظ صبیح الدین صاحب 〃	۰	۰	۳
۲۰-۴-۳۵	۲۷۸۷	آغا محمد ابراہیم صاحب مشن	۰	۰	۴
۲۲-۴-۳۵	۲۷۸۸	محمد نور الزمان صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	۲۷۸۹	ڈاکٹر ابو طلحہ محمد یعقوب صاحب 〃	۰	۴	۲
〃	۲۷۹۰	محمد امیر حسین صاحب 〃	۰	۰	۱
〃	۲۷۹۱	ایس گھاسی محمد صاحب 〃	۰	۰	۱
۲۴-۴-۳۵	۲۷۹۹	عبدالحق صاحب 〃			۱۰
۲۶-۴-۳۵	۲۸۰۵	رقم واپسی پیشگی از سکرٹری صاحب ٹرسٹ	۰	۰	۲۵۰
۲۷-۴-۳۵	۲۸۰۸	چوہدری غلام احمد صاحب مشن	۰	۰	۲
۳۰-۴-۳۵	۲۸۱۳	ایم اے لمعان صاحب 〃	۰	۱۲	۰
〃	۲۸۱۴	واپسی پیشگی از خواجہ نذیر احمد صاحب	۰	۰	۱۵۰
〃	۲۸۱۵	〃 〃 از مولوی عبدالمجید صاحب	۰	۳	۶
〃	۲۸۱۶	〃 〃 از کیو۔ ڈی۔ خاں صاحب	۰	۱۴	۵۹۳
〃	۲۸۱۷	〃 〃 از مولوی آفتاب الدین صاحب	۰	۹	۳۴۳
〃	۲۸۱۸	〃 〃 〃 〃 〃	۰	۹	۲۲۲
〃	۲۸۱۹	منافع از سرمایہ محفوظ	۰	۴	۱۸۸
〃	۲۸۲۰	آمد از ووکنگ	۱۱	۱۱	۹۵۷
〃	۲۸۲۱	〃 〃	۶	۱۱	۲۵۹۲
〃	۲۸۲۲	واپسی پیشگی از ووکنگ	۶	۲	۱۰۱۳۰
〃	۲۸۲۳	فروخت کتب از مسلم بک سوسائٹی	۶	۱۱	۲۴۸
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۱۵	۹۲۱
		〃 〃 اشاعت اسلام	۰	۶	۱۳۸
		〃 ووکنگ مسلم مشن گزٹ	۰	۰	۳

۱۸۰۲۵ — ۱۰ — ۵

تفصیل آمد برائے مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴-۴-۳۵	۲۵۹۶	محمد الطاف حسین صاحب ایک کاپی			۵
〃	۲۵۹۸	الحاج عبدالعزیز صاحب ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۵-۴-۳۵	۲۶۲۸	اصغر علی صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
〃	۲۶۲۹	شمس الدین احمد صاحب 〃	۰	۰	۵
۶-۴-۳۵	۲۶۴۳	عطا حسین صاحب 〃	۰	۰	۵
۸-۴-۳۵	۲۶۴۹	محمد اسمٰعیل صاحب ۲ کاپی	۰	۴	۱۳
〃	۲۶۷۰	حمید اللہ صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۹-۴-۳۵	۲۶۷۲	سید محبیب الرحمٰن صاحب ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
〃	۲۷۰۱	اے جی خلیل اسکوائر 〃	۰	۰	۱۰
〃	۲۷۰۲	شہاب الدین صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۱۷-۴-۳۵	۲۷۴۶	محمد صالح صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	۲۷۴۷	چودھری احمد حسین صاحب 〃	۰	۰	۵
۲۲-۴-۳۵	۲۷۸۵	نظر نعمت اللہ صاحب ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
〃	۲۷۸۷	ایم جمال محمد صاحب ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۴-۴-۳۵	۲۷۹۹	عبدالحق صاحب 〃	۰	۰	۵
۳۰-۴-۳۵	۲۸۱۱	قاضی تجمل علی صاحب 〃	۰	۰	۵

۱۰۸ — ۴ — ۰

تفصیل آمد ریزرو فنڈ

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲-۴-۳۵	۳۵	بیگم صاحبہ خواجہ صلاح الدین محمود صاحب	۰	۰	۱
〃	۳۶	خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۸	۲
〃	〃	〃 جلال الدین 〃	۰	۰	۱
〃	〃	〃 صلاح الدین محمود صاحب	۰	۰	۱
〃	〃	عملہ دفتر لاہور	۰	۸	۱
۹-۴-۳۵	۴۷	ڈاکٹر وزیر احمد صاحب	۰	۰	۱۰
۹-۴-۳۵	۴۸	سید محبیب الرحمٰن 〃	۰	۰	۲
۳۰-۴-۳۵	۴۹	قاضی تجمل علی صاحب	۰	۰	۵
			۰	۰	۲۴

تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۴/۳۵	۱۸۹	تنخواہ عملہ دفتر لاہور	۰	۱۵	۹۵۴
۴/۳۵	۱۹۰	میسرز مسلم پرنٹنگ پریس چھپوائی رسالہ اشاعت اسلام	۰	۸	۱۲
״	۱۹۱	کاغذ تصاویر برچارم اوف اسلام و ٹریٹیڈ وغیرہ	۶	۰	۹۸
״	۱۹۲	کاغذ رسالہ اشاعت اسلام و برائے لفافے اسلامک ریویو	۰	۴	۶۳
״	۱۹۳	لاہور امپرسٹ بل بتفصیل ذیل محصول ڈاک از نمبر ۱۰۲۳۱ تا ۱۰۲۳۸ — ۱۱۰—۰—۰ رقوم واپسی آر۔ٹار نمبر ۲۷۸۳ — ۵—۰—۰ ״ ״ آر۔آر نمبر ۲۴۲۷ — ۰—۱۰—۰ ״ ״ آر۔آر نمبر ۲۸۰۳ — ۰—۱۰—۰ ״ ״ آر۔آر نمبر ۲۸۰۶ — ۳—۰—۰ تار — ۰—۹—۰ ترجمہ اشاعت اسلام — ۸—۱۲—۰ متفرق اخراجات — ۶—۹—۳	۳	۲	۱۴۸
״	۱۹۴	امپرسٹ بل پیشگی ووکنگ	۰	۱۴	۶۶۷
۸ ۴/۳۵	۱۹۵	پیشگی علی الحساب مولوی عبدالمجید صاحب	۰	۶	۲۰۰
۱۱ ۴/۳۵	۱۹۶	کرایہ دفتر لاہور	۰	۰	۳۰
۱۱ ۴/۳۵	۱۹۷	کرایہ گودام	۰	۰	۱۰
۲۷ ۴/۳۵	۱۹۸	میسرز رسول اینڈ لٹرگزٹ لاہور کاغذ اسلامک ریویو	۰	۰	۱۸۰
״	۱۹۹	لاہور امپرسٹ بل بتفصیل ذیل محصول ڈاک از نمبر ۱۰۲۳۸ تا ۱۰۲۴۹ — ۳۰—۰—۰ سفرخرچ پیشگی سکرٹری صاحب ٹرسٹ — ۵۰ پروف ریڈنگ اسلامک ریویو — ۱۲—۰—۰ کاغذ سپیشل ووکنگ گزٹ متفرق — ۲۷—۸—۰ کتابت رسالہ اشاعت اسلام — ۶—۲—۰			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
		کاغذ کلیکشن فارم — ۲—۳—۰ بجلی کا بل — ۰—۶—۰ کتابت رسالہ اشاعت اسلام — ۱۷—۸—۰ متفرق اخراجات — ۳—۶—۰	۰	۱	۱۴۹
۲۶ ۴/۳۵	۲۰۰	کاغذ ووکنگ گزٹ	۰	۰	۷۵
״	۲۰۲	سفرخرچ سکرٹری صاحب	۰	۱۲	۲۵
۱۷ ۴/۳۵	۲۰۳	پیشگی خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری ٹرسٹ	۰	۰	۵۰
״	۲۰۴	میسرز غلام محمد معراج دین بابت جلد سازی اسلامک ریویو رسالہ اشاعت اسلام و آسٹڈیل پرافٹ	۰	۱۴	۱۶۰
۲۹ ۴/۳۵	۲۰۵	پیشگی اکونٹنٹ صاحب	۰	۰	۲۵۰۰
۳۰ ۴/۳۵	۲۰۶	سفرخرچ مشنری از ووکنگ تا ہندوستان	۰	۱۴	۵۱۴
״	۲۰۷	״ ״ ״ برائے روانگی انگلستان	۰	۹	۳۸۴
״	۲۰۸	واپسی پیشگی از مولوی آفتاب الدین احمد صاحب	۰	۹	۲۳۲
״	۲۰۹	متعلق قرضہ سرمایہ محفوظ	۰	۴	۱۰۸
״	۲۱۰	پیشگی دفتر ووکنگ	۱۱	۱۱	۹۵۷
״	۲۱۱	پیشگی دفتر ووکنگ متعلق آمد از نمبر ۱۲۰۷ تا ۱۳۰۲ اور از نمبر ا تا نمبر ۶۹	۶	۱۱	۲۵۹۲
״	۲۱۲	پیشگی خواجہ نذیر احمد صاحب	۰	۹	۲۲۲
״	۲۱۳	اخراجات ووکنگ بتفصیل ذیل تنخواہ از ستمبر ۳۳ تا جون ۳۴ء سفرخرچ جون ۳۳ تا اکتوبر ۳۴ء متفرق اخراجات	۶	۲	۱۰۱۴
״	۲۱۴	وضعات بنک	۹	۱۴	۱۲۱
״	۲۱۵	امانت برائے میٹر	۰	۰	۱۸
		۲۰۷۰۸—۰—۵			

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان، مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہلِ اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت۔ کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے "اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت ہیں"۔

مذہب کا مقصد اسلام اپنے پیرؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آ سکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں مسلمان یعنی اسلام کے پیرو ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی۔ راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دستبرد کی وجہ سے محرف و مبدل ہو گئیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازہ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آئندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آئندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کر لیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور تمام نقائص سے پاک کرنے نیز جنتی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر قسمت یا تقدیر کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس معنے میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازہ ما قبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے بُرا بنا دیتا ہے۔

ارکان اسلام اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار۔ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادر مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اُس کی مانند نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابل تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے رحمٰن اور رحیم ہے۔ اعلیٰ اور اکبر ہے۔ جمیل اور قدیم ہے۔ غیر محدود ہے۔ اول اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطور خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو۔ مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دُنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات آلہیہ سے متصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد از روئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتےٰ کہ وہ فرشتوں سے بالاتر اور اُلوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساواتِ انسانی اور اخوتِ اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے نسل دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں۔ نیکی اور خدمت انسان ہی اصلی خوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ اور نسل اور عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلاف رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم طلبِ علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصولِ علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیاز شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مُقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غربا کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارنامے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان)

کو تحریر فرمائیں

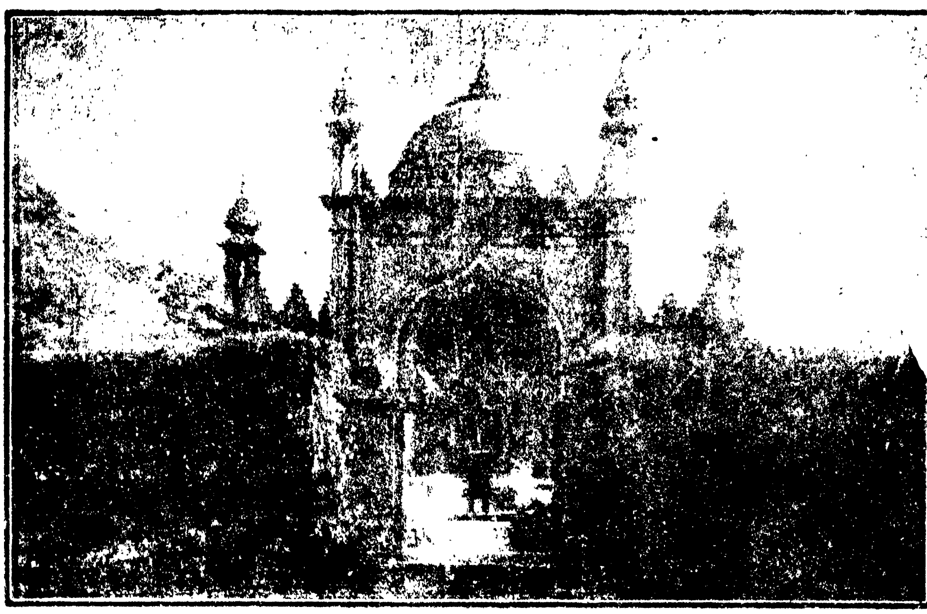
Printed by Mian Maula Dad Muslim Printing Press, Lahore & Published by Kwaja Abdul Ghani, Brandreth Road, Lahore.

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لا، لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ

قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہو چکے ہیں

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

ضروری نوٹ :- تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور تمام خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ ٹرسٹ



Mr. HASSAN PEPPER.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ وار ہوسکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۱ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۵ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ نمبر ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ جولائی ۱۹۳۵ء

شذرات

اس ماہ کے رسالے کو جناب ہوالیس پیپر صاحب کی تصویر سے زینت دیجاتی ہے۔ آپ کے اعلان اسلام کا حال ستمبر ۳۴ کے پرچہ میں شائع ہوچکا ہے۔

ایک نان کنفرمسٹ چرچ میں لیکچر ۵ مارچ ۱۹۳۵ء کو بروز منگل بوقت آٹھ بجے شام برانڈسبری پارک چرچ لندن این ڈبلیو ۲ میں امام صاحب نے "پیغام اسلام" کے عنوان سے تقریر فرمائی۔ اس گرجا کا پادری جس نے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ بڑے وسیع خیالات رکھنے والا انسان اور عمدہ اخلاق کا مالک ہے۔ اس نے امام صاحب کا استقبال اس طرح کیا جیسے ایک بھائی دوسرے بھائی کا استقبال کرتا ہے۔ اور ہر قسم کی باتیں ان سے کیں۔ اپنا تمام گرجا انہیں پھر کر دکھایا۔ اور تمام ان اشیاء کی وضاحت کی جو اس سے متعلق تھیں۔ باتوں ہی باتوں میں انہوں نے یہ بھی بتایا۔ کہ مسٹر حبیب اللہ لوگرو نے جو ایک سابق موقعہ پر امام صاحب کے بجائے وہاں لیکچر دینے گئے تھے۔ اسلام پر جو تقریر کی۔ اس سے سامعین اسقدر متاثر ہوئے۔ کہ دوسری مرتبہ جب وہ آئے تو سامعین کا اژدہام حد سے زیادہ تھا۔

جلسہ موحد عیسائیوں کی دعا سے شروع ہوا۔ جس کے بعد امام صاحب کا تعارف حاضرین سے کرایا گیا۔ امام صاحب کو یہ دیکھ کر کسیقدر حیرت ہوئی کہ پادری صاحب اسلامی اصطلاحات کا نہایت صحیح تلفظ ادا کرتے تھے۔ امام صاحب نے تقریر شروع کرتے ہوئے یہ بتایا کہ اسلام نے مسیحیت کو جو پیغام

دیا ہے۔ اس کا خلاصہ اور نچوڑ قرآن کریم کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ جس میں اسے توحید الٰہی کے مشترک پلیٹ فارم پر آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام کے تمام مختلف پیغامات حاضرین کو سنائے۔ مثلاً یہ کہ فطرت انسانی اپنی اصلیت کے اعتبار سے گناہ سے پاک ہے۔ الہام الٰہی کل دنیا میں نازل ہوتا ہے۔ وہ مذہبی ہدایات جو مجلسی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے نسلِ انسانی پر نازل ہوتی ہیں۔ ان کی ارتقائی صورت اعمال انسانی کیلئے روحانی زندگی میں لازمی ہے اور یہ کہ اسلام میں اخلاق کا تخیل ایک احساس یا جذبہ کے مفید ہونے پر مبنی ہے لیکچر قریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہا خاتمہ پر پریذیڈنٹ نے کہا کہ مجھے لیکچر اور جس جذبہ کے ماتحت وہ دیا گیا ہے۔ اس سے بہت مسرت حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اپنے گرجا میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بلانے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مادیت اور دہریت کی طاقتوں کے خلاف جو مغرب میں نہایت سرعت سے غالب آرہی ہیں جنگ کرنے کیلئے ایک متحدہ پلیٹ فارم تیار کیا جائے۔ اسکے بعد اُنہوں نے حاضرین سے دریافت کیا کہ آیا وہ مقرر سے کوئی سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن کوئی سوالات نہ کئے گئے۔ اس پر پادری صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

جناب عالی یہ بہترین قدر دانی ہے۔ جو آپ کے لیکچر کی کی گئی ہے"۔

تاہم جلسہ کے منتشر ہونے پر چند خواتین اور کچھ آدمی امام صاحب کے گرد جمع ہو گئے۔ اور چند سوالات اُنہوں نے کئے۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مسلمان نماز کے موقعہ پر گانے کی اجازت کیوں نہیں دیتے۔ اس کے بعد امام صاحب ساڑھے نو بجے اپنے طویل سفر پر روانہ ہوگئے۔

امام صاحب ایک مناظرہ میں جمعرات مورخہ ۷ مارچ کو بوقت ۸ بجے شام امام صاحب نے کنگسن وے ہال لندن میں ایک مناظرہ میں شرکت کی جو اسلام پر ہوا۔ اسلام کے حق میں بولنے والے صاحب ایک قانون کے طالب علم تھے۔ جن کا نام مسٹر عبد الغفور تھا۔ اور مخالفت میں بولنے والے ایک الہیات کے طالب علم تھے۔ پریذیڈنٹ الہیات کے ایک پروفیسر تھے۔ لیکن مخالف مناظر نے اپنے مذہب کا حق ادا کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملوں کی بوچھاڑ کر دی اور وہ تمام غلط بیانیاں جو عام طور پر اسلام کے متعلق کیجاتی ہیں۔ انکو دوہرا دیا۔ جلسہ میں ہندوستانی اور انگریزی مسلمانوں کی ایک اچھی تعداد تھی۔ جن میں سر عبد القادر بھی تھے جلسہ کے ختم ہونے سے پہلے مولوی آفتاب الدین صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے وہ تمام الزامات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات سے منسوب کئے گئے تھے صاف کردئے امام صاحب کی یہ مختصر تقریر مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور غیر مسلموں پر جو جلسہ میں موجود تھے نیک اثر پیدا کرنے میں بہت مؤثر اور مفید ثابت ہوئی۔

مذہب امن بتاریخ ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء مسلم کلب ہبلی کے زیر اہتمام مولوی عبد المجید صاحب ایم اے امام مسجد ووکنگ نے .... شانتی دھرما یعنی مذہب امن پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی مسٹر ایس۔ ڈی۔ پوٹی جی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایک معزز ہندو وکیل صدر تھے۔ یہ لیکچر خصوصیت سے مقامی ہندوؤں کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔ مقرر موصوف نے مذہب امن کی خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے ان اسباب کی طرف اشارہ کیا جو دنیا کی سیاسی زندگی میں اختلال برپا کر رہے تھے۔ مقرر کے نزدیک استعمار۔ سرمایہ داری۔ قومی منافرت۔ مطلق العنانی۔ جذبات کا فقدان خاص اسباب میں سے تھے مولوی صاحب نے ان کے علاج بھی بتلائے۔

لائے ہال مدراس میں لیکچر
اسلام اور امن

مسلم ویلفیئر اسمبلی کے زیر اہتمام مولوی عبد المجید صاحب امام مسجد ووکنگ نے مورخہ ۱ مئی ۱۹۳۵ء بمقام لانے ہال۔ ماؤنٹ روڈ مدراس "ضرورت عالم" کے موضوع پر ایک بصیرت افروز تقریر کی۔ مسٹر ایم اے عظیم صدر تھے۔

دوران لیکچر میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ فی زمانا دنیا میں امن کی اشد ضرورت ہے۔ مغربی ارباب حل و عقد اس مسئلہ کے حل کے لئے کوشاں اور ذرائع حصول امن کے متلاشی ہیں لیکن جس قدر اس مسئلہ کے عمیق پہلو پر زور دیا جاتا ہے۔ اسی قدر اس کے اندر پیچیدگیاں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ اسلام کا مقصد اولیٰ اخوت انسانی کا قیام ہے۔ مسلمانوں کو مذہبًا حکم ہے کہ وہ عام اس سے کہ اپنی بہبودی کیلئے کوشاں ہوں۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی بھی ان پر فرض ہے گویا اسلامی تعلیم میں جذبۂ ہمدردی کا عنصر غالب ہے۔

مولوی عطا اللہ صاحب نے "اسلام اور تعلیم" کے عنوان سے اردو میں تقریر کی۔ اخیر میں صاحب صدر کی جانب سے چند کلمات کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

القرآن کی ایک سطر

مقالہ الموسوم بہ مسلمانانِ الجیریا میں جریدہ "مانچسٹر" گارجین نے مندرجہ ذیل سطور ۱۲ مارچ ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت شائع کی ہیں۔

متعدد فرانسیسی اخبارات مسلمانوں کے متعلق بالاتفاق اس امر کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ تبلیغی سلسلہ میں خود مسلمانوں کی مبالغہ آمیز لسانیت کسی قدر مشکوک ہے۔ جریدہ "پیٹ جرنل" رقمطراز ہے کہ القرآن کی رُو سے منکرین اسلام کے ساتھ دروغگوئی کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک امر مستحسن ہے

امام مسجد ووکنگ نے مدیر اخبار مذکورہ کو ایک احتجاجی پیغام ارسال کیا۔ جس کی اشاعت ایک محب ذی اثر کے توسط سے مانچسٹر گارجین میں بتاریخ ۲۶ مارچ ۱۹۳۵ء بالفاظ ذیل عمل میں آئی۔

ایک مسلمان کا احتجاجی پیغام

ہمارے نامہ نگار نے پیرس سے حال ہی میں مسلمانان الجیریا کے متعلق جریدہ "پیٹ جرنل" کے اس جملہ کا اقتباس کیا تھا۔ کہ القرآن کی رُو سے منکرین اسلام کے ساتھ دروغگوئی کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک امر مستحسن ہے"۔ ایک مسلم نامہ نگار نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ اس کی تردید میں رقمطراز ہے۔ کہ قرآن کریم میں ہرگز کہیں ایسی دروغگوئی اور عہد شکنی کو روا نہیں رکھا گیا۔

علی الرغم ازیں کتاب پاک میں تقدیس مواعید پر شدّ و مد کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔

مندرجہ ذیل جواب منجانب نائب مدیر "دی ٹو ورلڈس" احتجاجی پیغام کے سلسلہ میں موصول ہوا ہے۔

مکرمی بندہ۔ معاف کیجئے میں جلد آپ کے عنایت نامہ کی وصولیابی کی اطلاع نہ دے سکا جس میں آپ نے میرے مقالہ پر تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے اسلامیات کا خصوصیت کے ساتھ مطالعہ نہیں کیا۔ گو قرآن کریم کا ایک نسخہ میرے کتبخانہ میں اکثر میرے زیر مطالعہ رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔ مجھے اس سے روحانی فیض حاصل ہوا ہے۔ مجھے ایک مسلم دوست مسٹر جعفر سے کئی بار ملاقات کا موقعہ نصیب ہوا ہے۔ جو مانچسٹر ہی میں رہتے ہیں۔ صاحب موصوف نے یہاں متعدد موقعوں پر لوکل سپریچولسٹ چرچ کے اجلاس میں تقریریں کی ہیں۔ بنا بریں میرا اعتقاد ہو گیا ہے۔ کہ جدید جمعیت روحانیین کے لئے اسلام کا تاریخی پہلو غیر سود مند نہ ہوگا از بسکہ اس صورت میں

زاویۂ نظر کے اندر ائتلاف و توازن قائم ہو جائے گا۔ اور روشن خیال مسلمانوں میں ہم سے مغائرت نہ رہے گی۔

میرے خیال میں مختلف مذاہب کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں۔ میں ان اصحاب سے ہرگز متفق نہیں ہوں۔ جو ایک مخصوص اعتقاد کے مالک ہوتے ہیں اور مذہبی حملوں کو دینی شعار خیال کرتے ہیں۔ مذہبی زندگی میں حملہ کی گنجائش نہیں ہونی چاہیئے۔

میں آپ کے خیالات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ ایک دن پائیں خود یا جریدہ "دی ٹو ورلڈس" آپ کی خدمت سرانجام دے گا۔ آپ کا خیر اندیش

(دستخط) جیمس لیے

نائٹ مدیر "دی ٹو ورلڈس"۔ ۱۸ کارپوریشن سٹریٹ مانچسٹر۔

ووکنگ مشن کی سرگرمیاں جاپان میں ایک عرصہ سے ہم جاپان میں ایک باقاعدہ اور منظم اسلامی پراپیگنڈا کی راہ تک رہے ہیں۔ اسکے ثبوت میں شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی آف گدیہ کے مضمون "جاپان کو ایک دعوت" میں سے جو اگست ۱۹۳۳ء کے "اسلامک ریویو" میں شائع ہوا ذیل کے فقرات نقل کر دینا ضروری ہے:۔

"لیکن میں جاپان کو دعوت دیتا ہوں۔ کہ وہ یورپ اور امریکہ ہر دو سے پہلے اسلام کو اختیار کرے اور فوراً اس بارہ میں قدم آگے بڑھائے۔ جاپان کے لئے اب عین موقع ہے۔ کہ وہ اسلام کو قبول کرے اور تمام ایشیا کی عنان قیادت اپنے ہاتھ میں لے۔ ..... ووکنگ مشن ہز ہائینس آغاخاں اور یہ بندہ ناچیز اسلام کے مختلف پہلوؤں کو پورے طور پر سمجھانے میں جاپان کی پوری مدد کریں۔ تاکہ وہ اپنی تمام ترقی پذیر افادی تحریکات کو اسلام کے ماتحت چلانے کے قابل ہو"۔

اسی وقت سے جب یہ مضمون لکھا گیا۔ ہم رستہ صاف کر رہے ہیں۔ اور الحمد للہ کہ حسب معمول ہماری مخلصانہ کوششیں ابھی سے پھل لا رہی ہیں۔ بعض جاپانی دوستوں اور بالخصوص مسٹر اے جے قادر کے اشتراک عمل سے جو ہمارے بھائی اور خدا کی راہ میں ہم سے ملکر کام کرتے ہیں

مسٹر قدوائی کا مضمون جاپان کے بہت سے سرکردہ اخبارات میں شائع ہوا۔ اور ایک پمفلٹ کی شکل میں ہزارہا کی تعداد میں تقسیم بھی ہوا۔ ہمارا چھوٹا سا پمفلٹ "اسلام کیا ہے" بھی جاپانی زبان میں ترجمہ ہو کر ضروری حلقوں میں تقسیم ہوا۔

اپنے بعض فیاض اور مخیر ترین معطیوں کی سرپرستی اور امداد سے ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ الحاج خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی مشہور ترین اور سٹینڈرڈ کتابوں (آئیڈیل پرافٹ سورسز آف کرسچینیٹی) کا ایک ایک نسخہ جاپان کی ان تمام پبلک لائبریریوں۔ مجالس۔ اور مذہبی اداروں کو جو ہمارے علم میں ہیں مفت بھیج سکیں۔

جاپان کی پبلک لائبریریوں اور اداروں میں اسلامک ریویو جو ہم مفت بھیج رہے ہیں۔ اسکی تعداد ابھی سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ ان بیشمار خطوط میں سے جو جاپان سے ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ چند ایک ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ کام کرنے کے لئے کسقدر وسیع میدان ہمارے سامنے ہے۔ اور اگر ہمارے احباب ہماری مدد کے لئے آگے نہ بڑھیں تو ہم کوئی قدم آگے نہیں بڑھا سکتے۔ ہم اپنے مفت تقسیم کے کام کو وسیع کرنا چاہتے۔ اور اسطرح ہزارہا جاپانیوں کے نام اپنی فہرست پر لانا چاہتے ہیں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا۔ جب تک مسلمان اپنی خیرات اس سکیم کو چلانے اور اسے کامیاب بنانے پر صرف نہ کریں۔

خطوط جن کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔ حسب ذیل ہیں۔

(۱)

بخدمت شریف امام صاحب مسجد ووکنگ

میرے پیارے اسلامی بھائی .... ہاں میں آپ سے چند اور کاپیاں لینا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ کچھ مجھے بھیج سکیں۔ یہ فی الحقیقت ایک نہایت شاندار کتاب ہے۔ یعنی کتاب Islam and Muhammad جو مسٹر حبیب اللہ لوگرو نے لکھی ہے اور جس کا دوسرا ایڈیشن ہمارے سرپرست اور ٹرسٹی سیٹھ الحاج قاسم علی جیراز بھائی کے فیاضانہ عطیہ سے شائع ہوئی ہے۔ جو موجودہ غیر مسلموں کے لئے جو اسلام کے متعلق کبھی کچھ نہیں پڑھتے مفید ثابت ہوگی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ ہوا جب میں جاپان سے واپس آیا تھا تو آپ نے میرے پہنچتے ہی مجھے خط لکھا تھا۔ اور اسلامک ریویو کا وہ پرچہ بھیجا

تھا۔ جس میں میرے بھائی مسٹر قدوائی کا مضمون "جاپان کو ایک دعوت" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ آپکی خواہش کے مطابق میں نے وہ مضمون جاپان میں اپنے ایک ذاتی دوست کو بھیج دیا۔ اور درخواست کی کہ وہ اپنے تمام اثر اور رسوخ کو کام میں لاکر اس مضمون کو کسی سرکردہ جاپانی اخبار میں شائع کرادے۔ اس پر فوراً عمل کیا گیا جاپان کی سرکردہ پبلک نے اس مضمون کو نہایت پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا اور میرے اس دوست کے مکان پر بہت سے مسلمان اور غیر مسلم اس غرض کے لئے آئے کہ انہیں کچھ اور اسلامی لٹریچر دیا جائے...... اسی اثنا میں ایک اور دوست مسٹر ہمادا نے جو ایک نئے مسلمان ہیں اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا اور اب جاپان میں اسکی خوب اشاعت ہو رہی ہے آپکا عاجز خادم اسلام (اے جے۔ اے قادر)

(۲)

پیارے بھائی۔ خوش رہیں اور اللہ تعالےٰ آپ پر رحمت اور برکت نازل کرے ہم آپکی مہربانی کے بہت ہی شکر گذار ہیں کہ آپ نے ہماری آواز کا جواب دیا۔ اور ایسا ہی آپکے ۲۱ جنوری ۱۹۳۵ء کے خط مفت لٹریچر اور پوسٹروں اور اسلامک ریویو کیلئے بھی آپکے شکر گذار ہیں۔ پرسوں ۱۵ تاریخ کو بروز جمعہ تمام مسلمان مختلف صوبوں سے جمع ہوئے اور مکہ معظمہ کی طرف منہ کرکے صفیں باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ نماز انڈین کلب میں پڑھائی گئی۔ جلد ہی مسجد تکمیل کو پہنچ جائے گی۔ کچھ لٹریچر جو آپ نے مجھے بھیجا تھا۔ تقسیم بھی ہو چکا ہے۔ اور ذیل میں ایک غیر مسلم جاپانی کا پتہ میں آپ کو لکھتا ہوں۔ جو اسلام کی طرف پورے طور پر مائل ہے۔ ان کا نام ہساؤ شیما ہے اور جاپان کے شہر اوساکا کے رہنے والے ہیں اور مجھے امید ہے کہ جلد ہی وہ مذہب اسلام کو قبول کرینگے اور ایک مخلص مسلمان ثابت ہونگے...... میں انشاء اللہ تعالےٰ بتوفیق ایزدی اور بھی پتے معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور انہیں لٹریچر پہنچاؤں گا۔ آپ کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا میں اپنے آپ کو خدمت اسلام کے لئے بطور رضا کار پیش کر سکتا ہوں۔ میری یہ عرض ہے۔ کہ مجھے اس میں کوئی انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کام کو کرنا میرے فرائض میں سے ہے۔ اور میں اپنے پورے دل کے ساتھ اپنی تمام طاقتوں کو اس امر میں آپ کی امداد پر لگا دوں گا۔ کہ جاپان میں صداقت اسلام کا دریا بہا دوں۔ اس لئے از راہ نوازش مجھے اپنی مفید ہدایات اور قیمتی مشوروں سے سرفراز کیجئے۔

آپ کا تابعدار

آل کڈ شیف مصری شاہی قنصل خانہ۔ کوب جاپان

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ

از جناب ڈاکٹر بی بشیر بکر ڈی بی اے (کنشب)

"وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ" (سورہ حٰمٓ ع ۵)۔

"اور اُس سے بہتر کون شخص بول سکتا ہے جو اللہ کو پکارتا ہے۔ جب کہ وہ خود نیکی کرتا ہے۔ اور کہتا ہے میں یقیناً اللہ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں"۔ اور نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ بدی کا جواب نیکی سے دو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ جو تمہارا دشمن تھا، سرگرم دوست ہو جائے گا (قرآن ۴۱: ۳۳ و ۳۴)۔

سورہ حٰم کی ان آیات میں یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ بُرائی کا مقابلہ بھلائی سے کرو۔ اور میں اس حکم کی قدرے تفصیل کروں گا۔ بُرائی ایسی چیز نہیں کہ انسان اُس کی طرف سے غافل ہو جائے۔ قرآنی تعلیمات کا رجحان یہ ہے کہ انسان اس کی طرف سے غافل نہ ہو۔ بلکہ اپنے آپ کو اُس سے بدرجہا احسن طریق پر محفوظ رکھے۔ چنانچہ اسی لئے قرآن میں بار بار مومنوں کو بدی سے اجتناب کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ وہ حتی الامکان بُرائی سے دور رہیں اور تقویٰ اختیار کریں۔ آخر یہ سب کس لئے ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر اشیاء پیدا کی ہیں۔ ان میں دو باتیں پوشیدہ ہیں۔ خیر اور شر۔ ہر شے میں آپ کو نیکی ملے گی اور ہر شے میں بُرائی کا امکان ہے۔ اس لئے اُس بُرائی سے اجتناب کرو۔ خدا پر توکل کرو، لیکن حتی الوسع احتیاط سے کام لو۔

بدی کا مقابلہ نیکی سے کرو۔ جہاں دیکھو کہ بدی پیدا ہو گئی ہے۔ تو نیکی کی مدد سے اس کا دفعیہ کرو۔ اور یقیناً نیکی، بدی سے بہتر ہے۔ بدی کا دفعیہ نیکی سے کرو۔ اس کا نتیجہ زیادہ حالات میں اچھا ہی نکلے گا۔ جس کا لوگوں کو علم نہیں ہوتا۔ نیکی کے سامنے بدی زائل ہو جائے گی جس طرح نور کے سامنے ظلمت زائل ہو جاتی ہے۔ اگر تم بدی سے دوچار ہو جاؤ تو خیال رکھو کہ بدی میں بدی کا اضافہ نہ ہو جائے کیونکہ اکثر اوقات اس کا نتیجہ شقاوت قلب ہوتا ہے۔ اور انسان کی ہستی پر ظلمت کی چادر پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ

جس دل سے بدی نکلتی ہے وہ خود بھی بد ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہوشیار رہو مبادا تم سے بدی سرزد ہو جائے۔

لیکن ہمیں اب اپنے طرزِ عمل کا نتیجہ بھی دیکھنا چاہیئے۔ ہمیں یہ نکتہ مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔ کہ ہمیں بہرحال بدی کا مقابلہ نیکی سے کرنا ہے۔ اگر کسی موقعہ پر نیکی اور بھلائی اور مہربانی کا نتیجہ یہ ہو کہ موجودہ بدی کو اس سے تقویت پہنچے، تو پھر سزا دینا مناسب ہوگا۔ کیا یہ تمہارے خدا کی صفات کا عکس نہیں ہے؟ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ "بیشک تمہارا خدا معاف کرنے والا بھی ہے۔ اور انتقام لینے والا بھی ہے" (۴۱:۴۳) اس کے علاوہ جب کسی مسلمان کو بدی سے دوچار ہونا پڑے تو اس کے لئے ایک راستہ اور بھی ہے۔ اُسے چاہیئے کہ وہ اپنے خدا کی طرف رجوع کرے جو علیٰ کُلِّ شَیْءٍ شہید ہے۔ اور علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قدیر ہے۔ اُسکو خدائے قدیر و سمیع و علیم کے دامن میں پناہ لینی چاہیئے۔ کیونکہ تمہارے خدا کو معاملات کا انتظام کرنا آسان ہے۔ اُسے پکارو، وہ رہنما ہے۔ تمہاری پکار کا جواب دینے والا ہے اور مددگار ہے۔

اے برادرانِ دینی! تم اُس کفر و الحاد اور نفرت کی پرواہ مت کرو۔ جس کے درمیان ہم لوگ آجکل رہتے ہیں۔ بلکہ یہ غور کرو کہ تم میں سے ہر ایک کو کسقدر بڑا فخر حاصل ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ اور سچے مذہب کے نمائندہ ہو (الحمد للہ الاحد) جس کی تکمیل آنحضرت صلعم کے زمانہ رسالت میں ہوئی جسے ہم اسلام کہتے ہیں۔ تمہاری تعداد یہاں جس قدر کم ہے اسی قدر تم میں سے ہر متنفس تائید صداقت کے لئے اہمیت رکھتا ہے۔ استقامت سے کام لو اور ایمان پر قائم رہو۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کی اطاعت کرو، اور خدا کے علاوہ انسان اور خود اپنے نفس کیطرف جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ انکو انجام دو۔ اور خدا تعالےٰ پر کامل اعتماد کرو۔ اور یہ یقین رکھو کہ کامیابی دراصل اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ "اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے"

اس سورت کے آخری حصّہ کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسمیں اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے۔ اور اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ قرآن مجید مومنوں کے درمیان ایک ناقابل شکست پیمان ہے کامیابی کا منبع ہے۔ اور مختلف ممالک کے مسلمانوں کے مابین مفاہمت کا ذریعہ ہے۔ خواہ وہ کسی زمانہ میں اور کسی قوم اور کسی طبقہ سے ہوں۔ الفاظ پر غور کرو۔ "بیشک یہ ایک زبردست کتاب ہے۔ باطل نہ سامنے

سے اس میں راہ پا سکتا ہے نہ پیچھے سے، کیونکہ یہ قدرت والے اور حمید خدا کی نازل کردہ ہے"۔ (قرآن ۲۴: ۴۱)۔

وہ کیا چیز ہے جو دوستوں کو جدا کرتی ہے۔ اور اعداء کی محبت کو برباد کرتی ہے؟ کیا وہ چیز دروغ اور غلط فہمی اور بدگمانی نہیں ہے؟ کیا ایک دشمن جب کہ وہ دوستوں میں جنگ وجدل برپا کرتا ہے جھوٹ سے کام نہیں لیتا؟ اور چالاکی سے دوستی کے روشن پیمان کو برباد نہیں کرتا؟ لیکن اگر تم قرآن پاک کو مضبوطی کیساتھ پکڑے رہو۔ تو تمہیں کون جدا کر سکتا ہے؟ کون تم میں دشمنی ڈال سکتا ہے! ناقابل تسخیر پیمان صداقت کو، جو تمہیں ایک اخوت، ایک ایمان، اور ایک قرآن سے وابستہ کئے ہوئے ہے۔ کون توڑ سکتا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں نہ سامنے سے باطل راہ پا سکتا ہے نہ پیچھے سے کیونکہ یہ قدرت والے اور حمید خدا کی نازل کردہ ہے۔ پس تم اسے مضبوط پکڑے رہو۔

آنحضرت صلعم کی صداقت کے متعلق اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے جو اس سورت کی بعض آیات میں دی گئی ہے: وہ یہ ہے۔

"تم سے کوئی ایسی بات نہیں کہی گئی جو تم سے پہلے انبیاء سے نہ کہی گئی ہو۔ بلاشبہ تمہارا خدا غفار الذنوب اور ذو انتقام ہے" (۴۱: ۴۳)۔

اس پر کافی غور کرو۔ آنحضرت صلعم کسی نئے مذہب کے مدعی نہیں ہیں۔ آپ نے یہ نہیں کہا کہ سابقہ انبیاءؑ سب غلط تھے اور صرف میں ہی راستی پر ہوں بلکہ آپؐ نے اس پر زور دیا کہ مجھ سے پہلے جو رسول آئے اُن کی تعلیم پر بھی ایمان لاؤ۔ آپؐ نے کوشش کی کہ صداقت ازلی کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے۔ اور لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا جائے۔ اور غلط راستہ سے نکالکر صحیح راستہ پر ڈالدیا جائے۔ اور صحیح مذہب کا متبع بنا دیں۔ وہ راستہ جس پر پہلے انبیاء نے لوگوں کو چلنے کا حکم دیا یعنی خدائے واحد کی پرستش اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور خدا اور انسان کے متعلق جو فرائض ہر پر عائد ہوتے ہیں۔ ان کو ادا کرنا۔

پھر آنحضرت صلعم کی انکساری پر بھی غور کرو۔ آپؐ کا دعویٰ یہ ہے کہ میں بھی منجملہ دوسرے رسولوں کے ایک رسول ہوں۔ یہ نہیں کہ میرے علاوہ کوئی رسول نہیں گزرا یا میں نفس رسالت میں اُن سے بڑھکر ہوں۔ چنانچہ قرآن میں صاف لکھا ہے۔

"لا نفرق بین احدٍ من رسله" ہم رسولوں میں کوئی امتیاز نہیں کرتے تاہم جب ہم غور کرتے ہیں۔ اور اس حقیقت کی جانچ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ صداقت اسکے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ صداقت تو ازلی اور غیر متغیر ہے۔ پس کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ کوئی رسول اس صداقت وحدہ کے علاوہ کسی اور بات کو صداقت قرار دیتا؟ صرف ایک ہی راستہ ہے۔ جیسے سب نے بتایا، جو کامل راہ ہے اور خدا کی طرف لیجاتی ہے۔ جو اول اور آخر ہے۔ ازلی اور حکیم ہے۔ علام الغیوب ہے اور ہر شے کا مالک ہے، اور تمام اقوام، تمام مخلوقات، تمام اشیا، کل کائنات مشہود اور غیر مشہود کا رحمٰن اور رحیم خدا ہے۔ الحمد للہ القیوم۔ اس دنیا میں بہت سے لوگ لاپرواہ۔ غافل۔ غیر متوجہ۔ جاہل متعصب اور مخالف ہیں۔ جو مادی اشیاء میں منہمک اور سرگرداں ہیں اسلئے وہ روحانیت کیطرف سے اگر بدظن نہیں ہیں تو غافل ضرور ہیں لیکن یقین کیجئے کہ ہمارا کام صبر کرنا۔ تحمل کرنا۔ اور کوشش کرنا اور خدا پر توکل کرنا ہے اور مومنوں کا فرض یہ ہے۔ کہ وہ اللہ پر بھروسہ کریں۔ بیشک جس طرح پہلے زمانہ میں اُس خدائے قدیر نے اپنی رحمت سے عرب کے مخالفین میں سے ایک جماعت مومنوں کی پیدا کر دی کیا وہ اب اس زمانہ میں۔ اس ملک کے مخالفین میں سے ایسی ہی جماعت پیدا نہ کریگا؟ کیا وہ اس ملک میں اپنی صداقت کی چمک کو ظاہر نہ کریگا۔ بیشک باطل ہٹ جائے گا۔ اور یہ کام بلاشبہ رفتہ رفتہ ہوگا۔ پس خدا پر بھروسہ اور خوف نہ کرو۔ کیونکہ تمہارا خدا ہر شے پر قادر ہے۔ الحمد للہ الرحیم۔ بیشک ہم اسکے بندے ہیں اور اُسی کی اطاعت کرتے ہیں۔

ایک بات ضروری ہے وہ یہ کہ ایمان پر ثابت قدم ہو جاؤ۔ اسلام کی رسی کو مضبوط تھام لو اور ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور اگر تم ایمان پر ثابت قدم ہوگے تو یقیناً ایک دوسرے کی مدد بھی کروگے کیونکہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تمہارا ایمان تمہیں بھائی بنا دے گا۔ اور اگر تم اپنے ایمان کے مطابق زندگی بسر کروگے تو تم اخوت انسانی کی بہترین تصویر دنیا کے سامنے پیش کروگے۔

تمہارے درمیان کوئی نسلی امتیاز موجود نہیں ہے۔ جب تم ایک مسلمان کو دیکھتے ہو تو وہ تمہاری نظر میں یقیناً اُس شخص سے زیادہ قریب اور محبوب ہوتا ہے۔ جو تمہاری ہی نسل سے ہے۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔ حتیٰ کہ تمام نسلیں اخوت انسانی کی شکل میں تبدیل ہو جائیں۔ اور امن کا درخت اپنی سایہ دار شاخیں تمام انسانیت پر پھیلا دے۔

پس اپنے بھائیوں کی مدد کرو۔ خواہ وہ جرمن ہوں یا فرنچ انگریز ہوں یا یورپین۔ ایشیائی ہوں یا امریکن، افریقی ہوں یا بحر جنوبی کے کیونکہ تمہارا خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔ "الٰھکم الٰہ واحد" الحمد للہ الاحد۔ اس لئے تم سب ایک سلک اخوت میں منسلک ہو جاؤ۔

اسلام میں عورت کا مرتبہ

از جناب این۔ ایچ برلاس

تیرہ سو سال سے زائد گزرے، جب کہ سرزمین عرب میں اسلام کا ظہور ہؤا۔ پہلی صدی کے ختم ہونے سے پہلے پہلے اسلام مشرق میں ہندوستان تک اور مغرب میں اسپین تک پھیل چکا تھا اور آج تیس کروڑ سے زائد مسلمان دنیا کے مختلف ممالک میں موجود ہیں۔

اسلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے پیغمبر صلعم کے اقوال و افعال کو احادیث کی شکل میں جمع کرنے میں حد درجہ کا انہماک دکھایا۔ احادیث کے مطالعہ سے ہم کو آنحضرت صلعم کی زندگی سے پوری واقفیت ہو سکتی ہے۔ اور اسی قسم کی زندگی ہم کو بھی بسر کرنی چاہیئے۔ آپ صلعم کی زندگی، انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ لیکن انکی تفصیل کے لئے بہت بڑے دفتر کی ضرورت ہوگی۔ سردست میں آپ کی زندگی پر ایک خاوند اور ایک باپ کی حیثیت سے نظر ڈالنی چاہتا ہوں اور اس رنگ میں عورتوں کے متعلق قوانین کا ایک مکمل دستور العمل ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔

اسلامی شریعت کے چار مأخذ ہیں ان میں سے پہلے دو قرآن اور حدیث ہیں، میں انہی دونوں سے اپنے مضمون میں استدلال کروں گا اور جہاں ضرورت ہوگی، انہی دو سے اقتباسات بھی پیش کروں گا۔

اسلام نے عورت کے ساتھ سب سے عمدہ سلوک یہ کیا ہے۔ کہ اُسے حقوق عطا کئے اور اس کا مرتبہ بہت ہی بلند کر دیا ہے۔ چینی یونانی اور ہندی تہذیب میں اسکی پوزیشن ایک خادمہ کی سی رہی ہے۔ اور مسیحی ممالک میں اسکی حالت، دیگر ممالک سے کسی طرح بہتر نہیں

تھی مسیحی کلیسا نے اُسے لازمی بدی قرار دیا اور پادریوں میں عرصہ تک اس امر پر بحث ہوتی رہی کہ اُس میں روح پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اور آج بیسویں صدی میں بھی بعض مسیحی ممالک نے اُسے وہ حقوق عطا نہیں کئے جو اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر، عطا کر دئے تھے۔

اسلام مرد اور عورت میں، سوائے اُس تفریق کے جو ان کی ذات میں داخل ہے۔ اور کوئی تفریق نہیں کرتا۔ فطرت نے انکی طبائع معین کر دی ہیں۔ کیونکہ ان کو زندگی میں مختلف قسم کے فرائض انجام دینے پڑتے ہیں۔ روحانی، اخلاقی اور ذہنی طور پر وہ دونوں یکساں ہیں۔ اور قرآن مجید اور احادیث دونوں نے اس مساوات کا اعلان کیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ "یقیناً مسلمان مرد اور عورتیں، مومن مرد اور عورتیں عابد مرد اور عورتیں، صائم مرد اور عورتیں۔ یاد خدا کرنے والے مرد اور عورتیں، بیشک اللہ نے انکے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے" (۳۳: ۳۵)

یہ آیت بالکل واضح ہے اور مرد اور عورت کو یکساں مرتبہ دیتی ہے۔ اخلاقی اور روحانی دونوں پہلوؤں سے۔ ذہنی پہلو سے بھی کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ ہاں زندگی میں اُن کے میدانِ عمل جداگانہ ہیں مرد کو زیادہ محنت و مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اُسے کشمکش حیات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے عیال و اطفال کیلئے بھی روزی مہیا کرنی پڑتی ہے۔ اور بعض اوقات اُسے اپنی قوم کی خاطر اپنی زندگی بھی قربان کرنی پڑتی ہے۔ ان دو باتوں کیوجہ سے اُسے عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ عورتوں کے لئے رحمدل ہونا فطرتاً ضروری ہے۔ کیونکہ انہیں بچوں کی پرورش اور نگہداشت کرنی پڑتی ہے اور اسی رحمدلی کے باعث وہ زندگی کے سخت پہلو میں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ قرآن مجید نے اس آیت میں اس حقیقت کیطرف اشارہ کیا ہے" عورتوں کے بھی مردوں کی طرح حقوق ہیں۔ ایک دوسرے پر، لیکن مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ فوقیت حاصل ہے۔" (قرآن مجید ۲: ۲۲۸)۔

نیز فرمایا" مرد عورتوں پر فائق ہیں۔ کیونکہ خدا نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت بخشی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی کمائی کا ایک حصہ ان پر صرف کرتے ہیں" (قرآن مجید ۴: ۳۴)۔

لیکن مردوں کی یہ فوقیت عورتوں کے جائز حقوق پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ ہر سوسائٹی میں درجات

کے مختلف مراتب ہوتے ہیں۔ اور جو اصول قرآن میں بیان ہوئے ہیں، وہ ایسی بنیادیں ہیں۔ جن پر کسی سوسائٹی کی عمارت قائم کی جا سکتی ہے۔ اور اسلامی سوسائٹی انہی اصولوں پر قائم ہے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ مرد کا طرزِ عمل ناقابل برداشت نہیں ہونا چاہیئے۔

"اور تم اس فوقیت پر جو اللہ تعالےٰ نے تم کو عورتوں پر دی ہے فخر نہ کرو۔ مردوں کو انکی کمائی میں سے ایک حصہ ملے گا۔ اور عورتوں کو بھی ایک حصہ ملے گا۔ اور خدا سے اس کا فضل طلب کرو۔ بیشک خدا ہر چیز سے خبردار ہے" (قرآن ۴: ۳۲)۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فوقیت کیوجہ سے فخر کرنا زیبا نہیں ہے اور اس کا ناجائز فائدہ ہرگز نہیں اٹھانا چاہیئے۔ لیکن عورتوں کی کمزوری کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اور ان کو حقوق و مراعات دے دی گئی ہیں۔ تاکہ مرد ان کی کمزوری سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ آنحضرت صلعم کو عورتوں کا اسقدر خیال تھا کہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا "عورتوں کے حقوق کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو"۔

وہ خاص معاملہ جس میں مرد اور عورت کے حقوق میں تصادم ہو سکتا ہے۔ شادی کا معاملہ ہے۔ اسلام میں نکاح زندگی ایک مقدس رسم ہے۔ لیکن نکاح کا معاہدہ ایک دیوانی معاہدہ ہے۔ اور مرد اور عورت کی آزادانہ مرضی پر منحصر ہے۔ ایک بالغہ عورت کو خاوند منتخب کرنے کا اسی قدر اختیار ہے جس قدر ایک بالغ مرد کو اپنے لئے زوجہ منتخب کرنے کا۔ عورت کی رضامندی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر قاضی کے سامنے خود موجود ہو تو بہت خوب ورنہ اس کا وکیل ضرور موجود ہوگا۔ اور اس معاملہ میں عورت کو فوقیت دیجاتی ہے۔ کہ اس کی رضا سب سے پہلے معلوم کیجاتی ہے۔ اور مرد اس پیشکش کو قبول کرتا ہے۔ تاکہ شادی میں رنگ اختلاف نہ پیدا ہو جائے۔ دو گواہوں کا ہونا اشد ضروری ہے اور فریقین پر اعلان کرنا بھی فرض ہے۔ نکاح عموماً قاضی پڑھتا ہے۔ جو کہ محکمۂ دیوانی کا افسر ہوتا ہے۔ جو کہ نکاح نامہ میں اس کا اندراج کرتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کا حکم ہے کہ معاہدات کو قلمبند کر لیا جائے۔

جب تک مہر معین نہ ہو شادی مکمل نہیں ہوتی۔ مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک معین رقم بطور مہر ادا کرنے کا وعدہ کرے اور یہ رقم عورت کی ذاتی ملکیت ہو جاتی ہے۔ اس کا اس کے والدین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مہر کی دو قسمیں ہیں۔ معجل اور مؤجل اسکی تعین فریقین کی مرضی پر ہے۔ مہر معجل عند الطلب واجب الادا ہوتا ہے۔ اور عورت جس وقت چاہے مطالبہ کر سکتی ہے۔ اور نصف رقم کا مطا

تو وہ خلوت سے پہلے بھی کر سکتی ہے۔ اور اگر عند الطلب شوہر رقم معینہ ادا نہ کرے تو وہ اس کے پاس رہنے سے انکار کر سکتی ہے۔ اور مہر موؤجل جب خاوند کے پاس ہو تو ادا ہو گا۔ لیکن اگر طلاق واقع ہو جائے تو اس کی ادائیگی لازمی ہے۔ اگر خاوند، اسکی ادائیگی سے پہلے فوت ہو جائے تو اسکی جائداد پر پہلا مطالبہ مہروں کا ہوگا۔ عورت کا حق جملہ قرضخواہوں اور رشتہ داروں کے حقوق پر مافوق ہے۔ اگر مرد وصیت کرے تو وہ اپنی بیوی کو اس کے مہروں سے محروم نہیں کر سکتا۔

مہر کا طریقہ عورت کے لئے بہت فوائد کا موجب ہے۔ اور پردہ سسٹم کیوجہ سے جہاں کہیں عورت کی پوزیشن کمزور ہو گئی ہے۔ تو مسلم سوسائٹی نے مہر کی مقدار بڑھا کر، اُس کمزوری کو دور کر دیا ہے عام طریقہ یہ ہے کہ نصف مہر اُسی وقت ادا کر دیا جاتا ہے اور نصف بعد ازاں۔ ناظرین خود تصور کر سکتے ہیں۔ کہ مہر کیوجہ سے عورت کو اپنے خاوند پر کسقدر اقتدار حاصل ہے۔ واضح ہو کہ مرد اگر اپنی عورت کو تحائف دے تو مہر کی رقم میں محسوب نہیں ہو سکتے۔ جبتک صراحت نہ کر دیجائے اسوقت تک کوئی تحفہ، مہر کی رقم میں محسوب نہیں ہو سکتا۔ اور عورتیں، اس لفظ کا استعمال کرتی ہی نہیں۔ اور اگر خاوند، غلطی سے کہہ بیٹھتا ہے تو، زوجہ فوراً اُس تحفہ کو واپس کر دیتی ہے۔ اس لئے خاوند کو ناچار اپنے الفاظ واپس لینے پڑتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی زوجہ کی ساری خواہشات پوری کرتا رہتا ہے۔ اور مہر کی رقم مستقل طور پر اس کے ذمہ رہتی ہے۔

شادی کے بعد نان نفقہ بھی خاوند کے ذمہ ہو جاتا ہے۔ اور اسی لئے مرد کو عورت پر تفوق حاصل ہے۔ اور نان نفقہ، خاوند کی اُس حیثیت کے مطابق ہوگا۔ جو اُسے سوسائٹی میں حاصل ہے۔

مردوں کو حکم ہے کہ عورتوں کے ساتھ مہربانی کا سلوک کریں چنانچہ قرآن میں آتا ہے "اور اُن کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرو، کیونکہ اگر تم عورتوں کے ساتھ نفرت کرو گے، تو ممکن ہے کہ تم ایسی چیز سے نفرت کرو گے۔ جسمیں خدا نے تمہارے لئے بھلائی رکھدی ہے" (قرآن مجید ۴ : ۱۹)۔

آنحضرت صلعم کی ایک حدیث ہے "مومنوں میں بلحاظ ایمان کامل ترین وہ ہے جو اپنی زوجہ کیساتھ بہت زیادہ مہربان ہے"

قرآن مجید میں مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے۔ "عورتیں تمہارا لباس ہیں۔ اور تم اُن کا لباس ہو" (قرآن ۲ : ۱۸۷)۔

اختلاف کیصورت میں قرآن مجید نے پنچوں کے معاملہ میں عورت اور مرد دونوں کو یکساں حقوق دئے ہیں۔" اگر میاں بیوی میں اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ مرد کے خاندان سے اور ایک پنچ عورت کے خاندان سے طلب کرو۔ اور اگر وہ مصالحت کے خواہاں ہوں تو خدا ان کے درمیان صلح کر دے گا۔ یقیناً خدا علیم و خبیر ہے" (قرآن مجید ۴: ۳۵)۔

عورت کیساتھ حسن سلوک کرنے کے لئے مرد پر بہت سی قیود عائد کر دیگئی ہیں۔ مثلاً اگر وہ کوئی جرم کرے یا اپنی بیوی کیساتھ سختی سے پیش آئے یا ظلم و ستم کی دھمکی دے یا اپنے فرائض میں کوتاہی کرے یا اگر عورت کو یہ خطرہ ہو۔ کہ اس کے ساتھ بدسلوکی کی جائے گی یا اُسے اپنی صحت یا جان کا خطرہ ہو تو ان تمام صورتوں میں اُسے علیحدہ رہنے کا حق حاصل ہے اور خاوند سے نان نفقہ وصول کر سکتی ہے ان میں سے بعض حالات میں وہ خُلع بھی حاصل کر سکتی ہے اور اُسے تعلقات زناشوئی کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب تک اُسے طلاق نہ دی جائے، اسوقت تک وہ اسکی بیوی کہلائیگی۔ اور نان نفقہ وصول کرنے کی حقدار ہوگی۔ اور خاوند کی جائداد سے حصّہ بھی وصول کر سکتی ہے۔

اسلام نے طلاق کو بعض قیود کے ماتحت رکھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں"۔ کہ جائز امور میں طلاق خدا کی نظر میں سب سے زیادہ بُری چیز ہے"۔

اختلاف فیمابین کا آخری علاج طلاق تجویز کیا گیا ہے۔ لیکن اختلاف عارضی یا کسی فوری جذبہ کے ماتحت بھی ہو سکتا ہے۔ اگر یہ حالات رفع ہو جائیں تو زندگی پھر استوار ہو سکتی ہے۔ لہذا طلاق کی صورت ایسی رکھی گئی ہے۔ کہ مرد کو اپنی حالت میں اصلاح کا موقع مل سکتا ہے۔

طلاق بھی نکاح کی طرح ایک دیوانی معاہدہ ہے۔ عدالت میں جاکر ازالۂ حیثیت عرفی کا دعوے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ طلاق کا اعلان ہی اس کے مؤثر ہونے کے لئے بالکل کافی ہے۔

عورت اور مرد دونوں ایک دوسرے کو طلاق دے سکتے ہیں۔ مرد اگر طلاق دے تو اُسے مہر ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر عورت طلاق لے تو اُسے مہر کا کچھ حصّہ یا پورا مہر معاف کرنا ہوگا۔ مہر کی رسم، طلاق کی راہ میں ایک رکاوٹ کا کام دیتی ہے۔ اور جانبین اُسی وقت اس کا استعمال کرتے ہیں۔ جب وہ مصالحت کی کوئی صورت ممکن العمل نہ ہو سکے۔

طلاق کی کئی قسمیں ہیں۔ عموماً ان کو دو عنوانوں کے ماتحت رکھ سکتے ہیں (۱) وہ طلاق جس کے

بعد دوبارہ تعلقات زناشوئی قائم ہو سکتے ہیں۔ (۲) دوسری وہ جس کے بعد اعادہ تعلقات ناممکن ہے۔ مثلاً اس حالت میں جب کہ خاوند اپنی بیوی پر بے وفائی کا الزام لگائے اور اگر عورت طلاق پر رضامند ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور پھر دوبارہ ملاپ ناممکن ہے۔ اور اوّل الذکر صورت کی مثال یہ ہے کہ اگر خاوند اپنی عورت کو سادہ الفاظ میں طلاق دے۔ اس صورت میں وہ دوبارہ ملاپ کر سکتے ہیں۔ ایک اور آسانی بھی رکھی گئی ہے۔ اگر دونوں تین ماہ کے اندر تعلقات کی تجدید کر لیں تو دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے طلاق کی دوسری اقسام بھی ہیں۔ جن میں تعلقات زناشوئی، مقررہ میعاد کے اندر قائم ہو سکتے ہیں۔ اگر مرد کفارہ ادا کر دے۔

مرد کو لفظ "طلاق" کے ساتھ مخول کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر وہ لفظ طلاق تین مرتبہ زبان سے ادا کر دے تو طلاق پڑ جائے گی۔ اور پھر وہ اپنی عورت کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ قرآن مجید فرماتا ہے" طلاق دو مرتبہ ہوتی ہے۔ اس کے بعد یا ان کے ساتھ انسانیت کا سلوک کر دیا انہیں مہربانی سے رخصت کر دو (۲: ۲۲۹)۔

مرد کو تینوں طلاقیں یکبارگی دینے کا اختیار نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا کرے گا تو طلاق پڑ جائیگی اور وہ ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دیدیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فرمایا "کیا تم خدا کی کتاب کے ساتھ مخول کرتے ہو۔ جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ اور آپ اسقدر ناراض ہوئے کہ ایک صحابی نے یہ خیال کیا کہ شاید آپ اس شخص کے قتل کا حکم دے دینگے۔ اس لئے اس نے عرض کی کیا میں اُس شخص کو قتل کر دوں؟

باوجود طلاق کے اسقدر آسان ہونے کے، اسلامی ممالک میں طلاق بہت ہی کم واقع ہوتی ہیں اور اس کی وجہ محض اقتصادی نہیں۔ بلکہ اخلاقی اور مذہبی بھی ہے۔

عورتوں کے لئے طلاق کے فائدہ کا انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی بدولت وہ مصیبت سے نجات پاتی ہے۔

اسلام میں، عورت کے لئے مرد کی ذمہ داری طلاق پر ختم نہیں ہو جاتی۔ اُسے طلاق کے تین چار ماہ بعد تک اُسے نان نفقہ دینا پڑتا ہے۔ جب یہ یقین ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہے اُسوقت وہ

دُوسرے آدمی کیساتھ شادی کرسکتی ہے۔ لیکن اگر وہ حاملہ ہو تو اس صورت میں ولادت تک اُسے نان نفقہ ملیگا۔ اور ولادت کے بعد بھی اگر مرد یہ چاہے کہ وہ عورت بچہ کو دودھ بھی پلائے تو اس صورت میں اُسے، عورت اور بچّہ کو دو سال تک نان و نفقہ دینا ہوگا۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔

"اور عورتیں بچوں کو دو سال تک دودھ پلائیں۔ اس صورت میں کہ کوئی اُن سے دودھ پلوائے اور والد پر بچہ اور ماں کا نان نفقہ فرض ہے اللہ کسی پر اُس کی وُسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ لیکن اگر وہ باہمی رضامندی سے دُودھ چھڑانا چاہیں تو پھر اُن کے حق میں یہ بات کوئی جرم نہ ہوگی اور اگر تم اپنے بچوں کے لئے کوئی دایہ رکھنا چاہو تو تم پر کوئی الزام نہیں ہے جب کہ تم عورت کے جملہ حقوق ادا کردو، اور خدا کا خوف کرو۔ اور یقین جانو کہ خدا تمہارے افعال کو دیکھتا ہے"

(قرآن مجید ۲: ۲۳۳)۔

اگرچہ مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت ہے لیکن اسلام نے اس پر بھی بہت سی قیود عارض کر دی ہیں جو اسقدر سخت ہیں کہ اُن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلام کا منشا دراصل وحدت ازدواج ہی ہے۔ اسلام میں ایک عورت کو کئی مردوں کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہے اس لئے لفظ تعدد ازدواج مستعمل ہے۔ تاکہ غلط فہمی نہ ہو۔ تعدد ازدواج کے متعلق یہ واضح ہو کہ اسلام تعلقات مرد و زن کے بارہ میں بہت پاکی پر زور دیتا ہے اور زناکاری کی سزا جسمانی ہے۔ جو کہ شادی شدہ مجرم کے حق میں دگنی ہوگی۔ اور اسقدر سختی سے اس پر عملدرآمد تھا۔ کہ خلیفہ عمرؓ کا بیٹا، جو کہ اس جُرم کا مرتکب ہُوا تھا۔ اس کی تاب نہ لا کر جان بحق ہو گیا تھا۔

دنیا میں غیر معمولی حالات آئے دن رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ممکن ہے ایک شخص کی پہلی بیوی بانجھ ہو۔ شادی کا مقصد یہ ہے کہ انسان افزائش نسل میں حصّہ لے۔ اگر بیوی بانجھ ہے تو یقیناً وہ اس فرض کو ادا کرنے سے قاصر رہے گا۔ لہٰذا اندریں صورت وہ دوسری شادی کرسکتا ہے۔

جنگ کی حالت میں تعدد ازدواج ضروری ہے۔ کیونکہ ہزاروں آدمی قتل ہو جاتے ہیں۔ اور عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں بہت بڑھ جاتی ہے۔ اگر تعدد ازدواج پر عمل نہ کیا جائے تو عورتیں تجرد کی غیر فطری زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونگی۔ زناکاری بڑھ جائے گی۔ اور بہت سی سوشل خرابیاں پیدا ہو جائینگی۔ ایک تو وہ بدقسمت عورتیں عزت کھو بیٹھینگی۔ دوسرے خود غرض لوگ

سوسائٹی کے غیر ذمہ دار رکن بن جائینگے۔ تیسرے اولاد نہ صرف اپنی عزت سے ہاتھ دھو بیٹھیگی۔ بلکہ والدین کی کمائی سے بھی اُسے حصّہ نہیں ملے گا۔ اور نہ اُن کی میراث سے حصّہ ملے گا۔

ان بُرائیوں کا سدّ باب کرنے کے لئے اسلام نے تعدد ازدواج کو بعض قیود کے ماتحت جائز کیا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ سب کے ساتھ عدل ملحوظ رہے۔ اور قرآنی حکم اسی طرح دیا گیا ہے کہ الفاظ سے وحدت ازدواج ہی کا حکم نکلتا ہے۔

"تب تم اِن عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں دو تین یا چار تک شادی کر سکتے ہو۔ لیکن اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم اُن میں عدل نہ کر سکو گے۔ تو پھر ایک ہی عورت پر اکتفا کرو۔ کیونکہ ظلم سے بچنے کا یہی محفوظ طریقہ ہے۔" (قرآن مجید ۴: ۳)۔

نوٹ: اس سورت کی آیت ۱۲۹ میں یہ لکھا ہے۔ "اگر تم کوشش کرو تو بھی عورتوں میں عدل نہ کر سکو گے"۔

واضح ہو کہ عورت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ رہنے سے انکار کر دے اگر وہ دوسری عورت سے شادی کرے۔ لیکن اس بات کی صراحت نکاح کے وقت ہو جانی چاہئیے اگر اسوقت یہ شرط ہو جائے کہ خاوند دوسری شادی نہیں کر سکے گا تو عورت کی پوزیشن محفوظ ہو جائیگی اگر اُس معاہدہ کے بعد مرد دوسری شادی کرے تو پہلا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اور اُسے مہر ادا کرنا ہوگا

اسلامی ممالک میں مردوں کی عظیم اکثریت ایسی ہے جو ایک بیوی پر اکتفا کرتی ہے۔ دو بیویوں والے مردوں کی مثالیں بہت کم ہیں اور اگر حکمران طبقہ کے افراد کو مستثنیٰ کر دیا جائے تو پھر تین یا چار بیویوں والے مردوں کی کوئی مثال نہیں ملسکتی۔ اسلام نے مردوں اور عورتوں کے اختلاط باہمی کو سختی کے ساتھ منع کیا ہے لیکن عورتوں کو زندگی کے مختلف شعبوں میں حصّہ لینے سے نہیں روکا۔ اس ضمن میں قرآن نے دو اصول بیان کئے ہیں۔ اوّلاً مردوں اور عورتوں دونوں کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے مقامات زینت کو پوشیدہ رکھیں آنحضرت صلعم اور آپؐ کے صحابہ کے متعلق بہت سی احادیث مروی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اپنی عورتوں کو پوری آزادی عطا کی تھی۔ چنانچہ وہ نمازوں میں، مباحثوں میں اور جنگوں میں شریک ہوتی تھیں۔ بلکہ فوجوں کی سرداری بھی کرتی تھیں۔ مختصر یہ کہ تمام شریفانہ امور میں حصّہ لیتی تھیں۔

پردہ کا رواج جو آجکل مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے بعد کی پیداوار ہے۔

اور دوسری بری رسموں کی طرح یہ بھی ایک سوشل برائی ہے۔ اور اسلامی سوسائٹی میں بہت سی عورتیں اس رواجی پردہ کو خیرباد کہہ رہی ہیں۔ لیکن اسلامی نقطۂ نظر سے وہ آزادی بھی ایک سوشل خرابی ہے جو آج مغربی عورتوں کو حاصل ہے۔

عورتوں کی ملکیت جائداد کے متعلق بھی اسلام نے بہت اصلاح کی ہے چنانچہ مسلمان عورتیں ابتدائے اسلام سے اپنی جائداد کی مالک و مختار رہی ہیں۔ اور مسیحی ممالک میں عورتوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ اور جن چند ملکوں میں یہ حق حاصل بھی ہے۔ وہ ان کو گزشتہ صدی میں جاکر ملا ہے۔ مسلمان عورت خواہ شادی شدہ ہو یا کنواری وہ اپنی جائداد پہ مالکانہ حقوق رکھتی ہے۔ اور جس طرح چاہے تصرف کر سکتی ہے۔ خاوند اس کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتا۔

وراثت کے معاملہ میں بھی اسلام نے عورتوں کو کافی حقوق عطا کئے ہیں۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ خاوند کی جائداد پہ پہلا حق عورت کے مہر کا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اُسے میراث میں حصّہ ملتا ہے۔ اگر خاوند اولاد چھوڑے تو عورت کو ⅛ اور اگر کوئی اولاد نہ ہو تو جائداد کا ¼ اُسے ملیگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں وراثت کا قانون باین الفاظ مرقوم ہے "اور تمہارے واسطے ہے آدھا اس کا کہ چھوڑ گئی ہیں بیویاں تمہاری، اگر نہ ہو واسطے اُن کے اولاد۔ لیکن اگر ہو واسطے اُن کے اولاد تو واسطے تمہارے چوتھائی ہے۔ اس چیز کا کہ وہ چھوڑ گئی ہیں پیچھے وصیّت کے کہ وصیّت کر جائے۔ ساتھ اس کے یا قرض کے۔ اور واسطے اُن کے ہے۔ چوتھائی اُس چیز کی کہ چھوڑ جاؤ تم اگر نہ ہو واسطے تمہارے اولاد۔ تو پھر اُن کے لئے آٹھواں حصّہ ہے۔ اُس چیز کا کہ چھوڑ جاؤ تم پیچھے اپنے وصیت کے کہ وصیّت کر جاؤ تم ساتھ اُس کے یا قرض کے، . . . . . یہ ایک حکم ہے اللہ کیطرف سے اور اللہ جاننے والا اور تحمل والا ہے۔ (سورۂ نساء ع ۲)۔ علاوہ بریں بیٹی اور ماں ہونے کی حیثیت سے بھی وہ وراثت میں حقدار ہے چنانچہ اللہ پاک کا ارشاد ہے "وصیّت کرتا ہے تمکو اللہ بیچ اولاد تمہاری کے، واسطے مرد کے ہے مانند حصّہ دو عورتوں کے پس اگر ہوں عورتیں زیادہ دو سے پس واسطے اُنکے ہے ⅔ اس چیز کا چھوڑ گیا۔ اور اگر ہو ایک ہی۔ پس واسطے اُسکے ہے آدھا۔ اور واسطے ماں باپ اسکے کے ہر ایک کو اُن دونوں میں سے چھٹا حصّہ اُس چیز سے کہ چھوڑ گیا ہے۔ اگر ہو واسطے اُسکے اولاد۔ پس اگر نہ ہو واسطے اُس کے اولاد اور وارث ہوں ماں باپ اسکے، پس واسطے اس کی ماں کے ہے تیسرا حصّہ۔ پس ہوں

واسطے اسکے بھائی، تو اس کی ماں کیواسطے چھٹا حصہ پیچھے وصیت کے۔ جو وصیت کر جائے ساتھ اس کے یا قرض کے۔ تمہارے باپ اور بیٹے نہیں جانتے کہ کون ان میں سے بہت نزدیک ہے واسطے تمہارے نفع میں مقرر کیا ہوا ہے۔ اللہ کیطرف سے تحقیق اللہ ہے جاننے والا اور حکمت والا (قرآن مجید سورہ نساء ع ۲)۔

اصول یہ ہے کہ عورت کو مرد کے مقابلہ میں نصف ملیگا۔ اگر متوفی سے اُنکا رشتہ یکساں ہو۔ واضح ہو کہ کوئی شخص وصیت میں اپنے ورثاء کو محروم الارث قرار نہیں دیسکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتا ہے کہ وہ ایک ثلث کی حسب منشاء وصیت کرسکتا ہے۔ بقیہ دو ثلث لازمًا اسکے ورثاء میں تقسیم ہوگی متبنّٰی کو جائداد میں کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔

اسلام والدین کیساتھ حسن سلوک اور انکی عزت کا حکم دیتا ہے۔ اور اس پر اسقدر زور دیا گیا ہے کہ اطاعت والدین اسلام کی رُو سے عبادت الٰہی کے بعد سب سے بڑی نیکی ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خدا کی عبادت اور اسکے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کیساتھ بھلائی کرو۔ نیز رشتہ داروں اور یتامیٰ کیساتھ، مساکین اور ذوی القربیٰ کیساتھ۔ ہمسایہ کیساتھ۔ خواہ وہ رشتہ دار ہو یا اجنبی اور اپنے رفقاء کیساتھ اور مسافروں کیساتھ اپنے ماتحتوں اور خادموں کیساتھ یقینًا اللہ شیخی خورا اور مغرور لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

دوسری جگہ یوں فرماتا ہے۔ "اور تمہارے خدا کا حکم ہے کہ اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کیساتھ بھلائی کرو۔ خواہ انمیں سے ایک یا دونوں ضعیفی کی عمر کو پہنچ جائیں۔ اور انہیں سرزنش نہ کرو۔ اور نہ کوئی کلمہ تحقیر اُنکے لئے نکالو۔ بلکہ ہمیشہ محبت آمیز الفاظ میں اُن سے گفتگو کرو"۔

ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کی یارسول اللہ مجھ سے ایک گناہ کبیرہ سرزد ہوگیا ہے۔ کیا اسکی تلافی کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا ماں زندہ ہے؟ اُس نے جواب دیا نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تمہاری ماں کی بہن زندہ ہے، آپ نے فرمایا اُس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

دوسری روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے پوچھا یارسول اللہ! بھلائی کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا "تمہاری ماں" پھر اُس نے پوچھا اُس کے بعد؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں" پھر اُس نے اُس کے بعد؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ"۔

مسلمانانِ پولینڈ

لیتھوآنی تاتاریوں کا آغاز اور ان کی تاریخ

از جناب ایل بوہڈ نووز کے قلم سے

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو جلد ۲۱ نمبر ۶ صفحہ ۲۱۴)

پولش قوم نے جو نظرتاً فیاض اور روادار واقعہ ہوئی ہے۔ تاتاریوں کی وفاداری پر ان سے منصفانہ برتاؤ کیا اور بتدریج مسلسل آئین وضوابط کے ذریعہ ان کے پرانے حقوق ومراعات انہیں واپس دے دئے ہیں۔ ۱۶۵۹ء میں ضابطہ آئین اگرچہ ان ناراض لوگوں کے لئے تھا۔ جن کو جنگ میں منا لیا گیا تھا تاہم اس میں تاتاریوں کی وفاداری کا اعتراف کیا گیا۔ اور سابقہ مراعات کا ایک حصہ انہیں پھر عطا کیا گیا۔ یہ سچ ہے کہ اولاً یہ سپاہیوں سے تعلق رکھتا تھا۔ ۱۶۶۲ء میں انہیں عبادت کرنے کی بھی آزادی دے دی گئی۔ لیکن ان کی حالت زیادہ تر سوبیسکی کے عہد حکومت میں بہتر ہوئی۔ سب سے پہلے تمام تارکان وطن کو ایک عام آزادی اور امان دیا گیا پھر ۱۶۷۸ء میں بادشاہ نے پارلیمنٹ سے ایک ایسا قانون بنوایا جس میں تاتاریوں کو ان کے تمام سابقہ حقوق اور مراعات واپس دے دئے گئے۔ سترھویں صدی میں بھی مسلسل ایسے قوانین بنتے چلے گئے۔ جن سے ان کی پوزیشن اور بہتر ہوگئی، یہاں تک کہ اٹھارھویں صدی کے اختتام پر پولینڈ کی تقسیم کے وقت انہیں (مسیحی عورتوں سے شادی کرنے کے حق کے سوائے) قریباً وہ تمام حقوق حاصل تھے۔ جو ۱۵۶۹ء میں لیتھوآنیا اور پولینڈ کے حقیقی اتحاد کے وقت حاصل تھے۔

پولینڈ کو تاتاریوں کے متعلق اس پالیسی کی وجہ سے پچھتانا نہیں پڑا کیونکہ جنگ خودمختاری (انڈیپنڈنس وار) میں چھ کیولری رجمنٹیں صرف لیتھوآنی تاتاریوں پر مشتمل تھیں۔

اس طرح تاتاریوں کی تاریخ کا وہ حصہ جو خاص پولش عہد حکومت سے تعلق رکھتا تھا۔ ختم ہوگیا۔

تاتاری جو لیتھوآنیا میں چودھویں صدی کے شروع میں آئے۔ ان میں اکثر کی سابق اتحادی

ہونے کی وجہ سے خوب آؤ بھگت ہوئی۔ لیتھوآنی شہزادے اور بعدازاں پولینڈ کے پادشاہ اس بات سے خوش تھے۔ کہ ایک ایسا عنصر ان کے زیر حکومت آگیا، جو وفادار مطیع و منقاد فوجی خدمت کے لئے تیار اور ہر موقعہ پر لڑنے کے لئے آمادہ ہے۔ ہمیں بھول نہیں جانا چاہئے کہ اس زمانہ میں تاتاری فوج کو عالمگیر شہرت حاصل تھی۔ اپنے خاص ہتھکنڈے انہیں آتے تھے اور آج جو چیز "لائیٹ کیولری" کے نام سے موسوم ہے۔ وہ انہیں کی ایجاد ہے۔ انہیں حکومت دینے اور اس طرح خوشحالی کا ایک نہ زائل ہونے والا حصہ ان کے لئے محفوظ کر لینے کا خیال بہت دُور کی بات تھی۔ کیونکہ ان کا شکریہ اور قناعت اس طرف متوجہ ہی نہیں ہونے دیتا اس کے برخلاف چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی اور اپنے ہم وطنوں سے بہت دور پڑے ہوئے تھے۔ جو کمزور ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ خود مختاری کا خیال بھی دل میں نہ لاسکتے تھے۔

انہیں نہایت فیاضی اور دریا دلی سے بہت سی مراعات عطا کی گئیں۔ لیکن تمام شہری حقوق سے وہ متمتع نہ تھے۔ اس وقت بھی جب وہ بہت پھیلے ہوئے تھے۔ انہیں سیاسی حقوق دینے سے انکار کر دیا گیا۔

قدیم اتحادی ہونے کیوجہ سے گویا یوں کہنا چاہیئے کہ بطور "مہمان" ان کا خیر مقدم پورے طور پر کیا گیا۔ سولھویں صدی کے اخیر میں جب پولستان کی سلطنت متحدہ اور لیتھوآنیا کی بنیاد مستحکم ہوگئی۔ اور تاتاری کیولری کی امداد زیادہ کارآمد نہ رہی۔ کیونکہ اس عرصہ میں اسکی خصوصیات پولش لیتھوآنی کیولری نے اختیار کر لی تھیں۔ اسلئے حکومت نے کیتھولک مذہب والوں کو آزادی دے دی۔ جو تاتاریوں کے ساتھ ویسی ہی سختی سے پیش آئے۔ جیسے دوسرے کفار سے لیکن وہ اس وقت بھی آجکل کی طرح اپنے مذہب سے وابستگی رکھنے اور اپنی گزشتہ تاریخ پر بہت نازاں تھے۔ اس لئے کیتھولک مذہب کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے بجائے انہوں نے ملک چھوڑ دینا ضروری سمجھا۔ وہ لوگ جو کمزور تھے۔ وہاں رہے اور مسیحی بنا لئے گئے۔ اور باقی لوگوں نے اپنے ان مذہبی اخلاق کی جو حکام کیساتھ وفادارانہ سلوک کرنے کے متقاضی ہیں۔ اور ان گزشتہ روایات کی جو ایک جنگجو قوم ثابت کرتی ہیں۔ اطاعت کرتے

ہوئے میدان جنگ میں نئے ملک کیساتھ اپنی وابستگی اور محبت کے اظہار میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ یہ کوششیں رائگاں نہ گئیں۔ کیونکہ آہستہ آہستہ انہوں نے اپنے سابقہ حقوق دوبارہ حاصل کرلئے

قرآن اور مستشرقین

از جناب پروفیسر مظفر الدین صاحب ندوی ایم اے ایف ایم بی۔ ای ایس

"اگر آپ تاریخ نویسی کی ذمہ داری کو قبول کریں تو اس کام سے آپ دیانتداری کے ساتھ عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ جب تک ان لوگوں کے متعلق جو ایسے واقعات میں جن سے تاریخ بنتی ہے قائدانہ حصہ لیتے ہیں۔ ان عیوب یا محاسن کو بیان نہ کیا جائے جو ان کا واجبی حق ہے اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے کہ ملکے کارناموں پر تنقید کا حق یا ان کی پسندیدگی کا فرض انکے مرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہو جاتا۔"

یہ الفاظ ہیں جو مسٹر لائڈ جارج (سابق وزیر اعظم انگلستان) نے اپنی حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب وار میموئرز (واقعات جنگ کی یادداشتیں) کی تیسری جلد کے دیباچہ میں لکھے ہیں۔ یہ ایک پختہ خیال ہے۔ بشرطیکہ کوئی شخص فی الواقعہ تاریخ لکھ رہا ہو۔ لیکن ہمیں یہ قطعی یقین نہیں کہ تاریخ نویسی کی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے مسٹر لائڈ جارج نے اس کام کو ہاتھ میں لیا ہو بلکہ ہم یہ کہینگے کہ انہوں نے ایک مورخ کے علاقہ میں شاندار جارحانہ پیش قدمی کی ہے۔ تاکہ وہاں اپنے لئے اچھی پوزیشن حاصل کرلیں۔ اور یہی بات اگر زیادہ نہیں تو مساوی طاقت کیساتھ بہت سے مسیحی مشنریوں اور مستشرقین پر عائد ہوتی ہے۔ جنہوں نے دوسری اقوام اور ان کے مذاہب کی تاریخ لکھی ہے۔ وہ کسی عیب یا بھلائی کو اس موقعہ پر بیان نہیں کرتے جہاں اس کی ضرورت ہو۔ بلکہ ان لوگوں پر جن کے عقائد و خیالات ان سے مختلف ہوں ہر ممکن الزام لگاتے اور تمام محاسن اور مدح و ستائش کو اپنے لئے اولیا مخصوص رکھتے ہیں کہ گویا وہ ان کے واحد مالک اور اجارہ دار ہیں یہیں تک نہیں بلکہ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں۔ جو اپنے مذاہب کے نقائص کو نہایت عیاری کیساتھ دوسرے مذاہب کے سر پر تھوپ دیتے ہیں۔ اپنے مذہب کو فطری یا بناوٹی کمزوریوں سے مبرا ثابت کرنے میں ناکام ہونے کی وجہ سے انہیں یہ زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہی کمزوریاں اور نقائص دوسرے مذاہب کے

سرتھوپ دیں۔ تاکہ اپنے دل کو یہ تسلی دے سکیں کہ ان کا مذہب ویسا ہی عمدہ ہے جیسے دوسرے مذاہب، مخالفانہ الزام لگانے کا یہ طریق جو متعصب مصنفین اختیار کرتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے لئے تو نقصان دہ کیا ہوگا۔ خود ان کے اپنے مذہب کی کسی خوبی اور حسن کو بھی واضح نہیں کرتا۔

یہ امر کہ بہت سے مستشرقین جو اسلامی علوم کے متعلق تحقیق و تدقیق کے کام میں لگے ہوئے ہیں مشنری پراپیگنڈا کے بدنما داغ سے مبرا نہیں۔ اس طریق سے بخوبی واضح ہے جو وہ اسلامی تعلیم کو غلط طور بیان کرنے اور اسکے مطالب کو بگاڑ کر پیش کرنے کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً جے۔ این راڈ ویل نے اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن کے دیباچہ میں اسلامی تعلیمات کے ماخذ ان کے مفہوم و مطالب اور ان کے معلم کے کیرکٹر کے بارہ میں ایک نہائیت شر انگیز دروغ گوئی سے کام لیا ہے علمی خدمت کے پردہ میں اس نے نہ صرف اسلام کو بلکہ نسل انسانی کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اور ذیل کے الفاظ میں پراپیگنڈا کا جو طریق اس نے بتایا ہے۔ اس سے تمام حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

" ایک عیسائی مشنری کو محمدی مذہب پر بحث کرتے ہوئے دلائل کا ایسا رنگ اختیار نہ کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اسلام پر اس قسم کا حملہ کرے۔ کہ گویا وہ عیوب اور غلطیوں کا ایک مجموعہ ہے۔ بلکہ اسے یہ بتانا چاہیئے کہ یہ مذہب غیر منسلک صداقتوں کے ٹکڑوں پر مشتمل ہے۔ (یعنی اسکی بنا عیسائیت اور یہودیت پر ہے۔ جن کا کچھ حصہ ہی اسکی سمجھ میں آیا ہے۔ یہودیت بالخصوص اس کا بنیادی پتھر ہے) اور اس مذہب کے اصل اور ذاتی خصائص کی کوئی تعریف نہ کرنی چاہیئے۔ یہی ظاہر کرنا چاہیئے کہ مسیحیت ہی خدا تعالےٰ کا آخری پیغام ہے"

بہت سے یورپین فضلاء نے جنہوں نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے، اس کے متعلق کچھ لکھا ہے اسے اسلام کی بنیاد قرار دیتے ہوئے تین پہلوؤں سے اس پر حملے کئے ہیں (۱) اس کی تالیف پر (۲) اس کے تقدس پر اور (۳) اس کی اصلیت پر ان حملوں سے ان کی اصل غرض صرف اسقدر ہے کہ قرآن کریم کو وہ اپنی مذہبی کتاب بائبل کے درجہ پر لے آئیں۔ پروفیسر ڈی۔ ایس۔ مارگولیتھ نے بھی اپنی کتاب " دی ارلی ڈیویلپمنٹ آف محمڈنزم" میں قرآن کریم پر اس کے اسلام کی بنیاد ہونے کی حیثیت سے حملہ کیا ہے۔ اور اس مضمون میں ہم انہی مسائل پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ جو مذکورہ بالا تین عنوانات کے تحت میں آتے ہیں۔

۱۔ قرآن کریم کی تالیف | بہت سے مستشرقین کا جن میں پروفیسر مارگولیتھ بھی شامل ہے یہ بیان ہے کہ قرآن کریم کی آیات اور سورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں منتشر اور

غیر مترتب صورت میں رہیں۔ اور آپ کی وفات کے بعد صحابہ کی زبانی شہادتوں کی بنا پر انہیں جمع کیا گیا یہ بیان ان کی اپنی جہالت کو واضح کرنے والا ہے۔ یہ کہنا کہ قرآن کریم کی آیات اور سورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جمع ہوئیں۔ صداقت کا خون کرنا ہے۔ کیونکہ اس امر کے ثبوت میں زبردست تاریخی شہادت موجود ہے۔ کہ قرآن کریم کی تمام آیات براہ راست آنحضرت صلعم کی ہدایات کے ماتحت جمع ہوئیں۔ اور اس کی سورتوں کے نام رکھے گئے۔ آیات کو جمع کرنے کا طریق یہ تھا کہ جب کوئی آیات نازل ہوئیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاتبوں کو جن میں سے سب سے بڑے زید بن ثابت تھے۔ حکم دیتے کہ اس قسم کی آیات کو ایک سورت میں رکھیں اور اس سورت کا نام خود رکھتے

بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہوا کہ دو سورتوں کی آیات یکے بعد دیگرے نازل ہوئیں۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاط سے بچنے کے لئے انہیں علیحدہ علیحدہ لکھوا دیا۔ اس طریق سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام تک تمام آیات کو ترتیب دے دیا گیا۔ اور سورتوں کے نام رکھ دئے گئے تھے خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صرف یہ کام کیا کہ آپ نے ان تمام سورتوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے ساتھ لکھوا دیا۔ اس سے زیادہ انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ تیسرے خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف اس نسخہ سے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تیار کرایا تھا۔ ایک نقل سرکاری طور پر شائع کرا دی تاکہ مختلف قراتیں عقائد میں اختلاف پیدا نہ کر دیں جیسا کہ مسیحی کلیسا میں واقعہ ہوا ہے تین سو سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔ اور ایک بھی مسلمان ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے قرآن کریم کی اصلیت اور اس کے معتبر ہونے کو مورد اعتراض ٹھیرایا ہو۔ لیکن تعجب اور حیرانی کی بات ہے۔ کہ مستشرقین نے اس کو مورد اعتراض ٹھیرانا شروع کر دیا۔

ان بہت سی شہادتوں میں سے جو مندرجہ بالا واقعات کی تائید میں ملتی ہیں، چند ایک میں ذیل میں پیش کرتا ہوں:۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ ع۲ آل عمران ع۳ اور نساء ع۷ کی بعض آیات بعض نمازوں میں تلاوت فرمائیں۔

۲۔ حدیث کی معتبر ترین کتاب صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اعراف ع۷ کی بعض آیات نمازوں میں تلاوت فرمائیں۔

۳۔ حدیث کی بہت سی کتابوں میں کئی ایسی روایات ہیں۔ جن سے بغیر شک وشبہ یہ ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان مختلف سورتوں کے نام معلوم تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلیتًا یا جزواً وقتاً فوقتاً نمازوں میں پڑھا کرتے تھے۔

۴۔ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں لکھا ہے کہ قرآن کریم تین مرتبہ جمع ہوا اور کہ پہلی مرتبہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جمع ہوا۔

۵۔ اسی راوی نے ذیل کی روایت زید بن ثابت کے نام سے بیان کی ہے۔

"ہم قرآن کریم کی آیات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جمع کیا کرتے تھے۔ اور بہت سے کاغذ کے ٹکڑوں سے انہیں نقل کرتے تھے" (یہ روایت بالکل معتبر اور صحیح ہے اور بخاری اور مسلم کی ان تمام شرائط کو جو کسی روایت کی صحت کے لئے ضروری ہیں پورا کرتی ہے)۔

(۶) قرآن کریم کی نقل کوئی نئی بات نہ تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسکو نقل کرنے کا حکم دیا۔ . . . اس شہادت کی تائید اور تصدیق خود قرآن کریم کی آیات سے ہوتی ہے۔ ایسی چند آیات ذیل میں درج ہیں:۔

کلا انہا تذکرۃ۔ فمن شاء ذکرہ۔ فی صحف مکرمۃ۔ مرفوعۃ مطہرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ۔ نہیں بلکہ یہ تو نصیحت ہے۔ پس جو چاہے اسے یاد کرے۔ معزز صحیفوں میں، بلند مرتبت پاکیزہ لکھنے والوں کے ہاتھوں میں جو معزز اور نیک ہیں۔

امام رازی کے نزدیک یہاں لکھنے والوں سے صحابہ مراد ہیں۔ لیکن بعض شارحین کے نزدیک اس سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جنہوں نے قرآن کریم حفظ کیا۔

پھر فرماتا ہے۔

انہ لقرآن کریم فی کتٰب مکنون لا یمسہٗ الا المطہرون یقیناً یہ عزت والا قرآن ہے۔ جو محفوظ کتاب میں ہے۔ کوئی اسے چھوئے گا نہیں سوائے پاک لوگوں کے،

ان علینا جمعہ وقراٰنہ فاذا قرانہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ۔ بیشک ہمارے ذمہ ہے اس کو جمع کرنا اور اس کا پڑھنا۔ پس جب ہم اسے پڑھیں تو پڑھنے میں ہماری پیروی کر بیشک ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان کرنا۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم ہی نے اس ذکر کو اتارا ہے۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ۔ خدا کا رسول ان پر پاک صحیفے پڑھتا ہے۔ اس میں معقول باتیں ہیں۔ مندرجہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وقت میں قرآن کریم صرف بکھرے ہوئے اور بے جوڑ ٹکڑوں پر ہی لکھا ہوا نہ تھا۔ بلکہ وہ ایک خوب مرتب کی ہوئی اور محفوظ ترین کتاب تھی۔ اس طرح قرآن کریم کو پہلی مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات میں جمع کیا گیا۔ اور دوسری مرتبہ آپ کے وصال کے فوراً بعد خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت کے پہلے ہی سال میں جب بہت سے صحابہ جن میں وہ بھی تھے۔ جنھوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہوا تھا جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر زید بن ثابت کو ہدایت کی کہ وہ قرآن کریم کو دوسری مرتبہ جمع کریں۔ اور اس کی سورتوں کو ترتیب دیں۔ دوسرے لوگوں کے جمع کئے ہوئے نسخے بھی تھے۔ لیکن وہ حضرت ابوبکرؓ کے نسخہ کی قرأتوں سے مختلف تھے۔ یہ سرکاری جمع شدہ نسخہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کے ہاتھ آیا اور ان کی وفات پر ان کی بیٹی حفصہ کے قبضہ میں چلا گیا۔ حضرت عثمان کے عہد میں جب غیر عرب مسلمان قرآن کریم کو اپنے طرز پر پڑھتے ہوئے پائے گئے۔ تو بعض خاص الفاظ اور حروف کی قرات اور صحیح تلفظ کے متعلق بحث شروع ہو گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے جب یہ سنا تو انہوں نے اس سرکاری نسخہ کو منگوایا۔ جو حضرت ابوبکرؓ نے لکھوایا تھا۔ اور بعد میں حضرت حفصہ کے پاس چلا گیا، اور اس سے چار (بعض کہتے ہیں کہ سات) نسخے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعد بن العاص اور عبدالرحمان بن الحارث نے تیار کئے، اور انہیں اپنی سلطنت کے مختلف صوبوں میں بھجوا دیا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان کو جامع القرآن کہا جاتا ہے ورنہ اسکے علاوہ آیات کے جمع کرنے یا سورتوں کی ترتیب میں ان کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ یہ قرآن کریم کو جمع کرنے کا کام تیسری مرتبہ ہوا۔ یہ تین مرتبہ کی جمع دراصل قرآن کریم کی تالیف کے تین مدارج تھے:

مندرجہ بالا شواہد و دلائل کی روشنی میں کیا مستشرقین کا یہ کہنا مبنی بر انصاف ہے۔ کہ قرآن کریم زبانی روایات کی بنا پر مرتب ہوا ہے۔ اور اسلئے اس کو اصل اور قابل اعتبار قرار نہیں دیا جا سکتا اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ عرب کی اسلام سے پہلے کی تمام نظمیں جو ہم تک پہنچی ہیں۔ ان کو مستشرقین نے عام طور پر

اصل اور صحیح قرار دیا ہے۔ اگرچہ وہ بھی عربوں کی زبانی روایات سے ہی مرتب ہوئی ہیں۔ پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ وہی مستشرقین قرآن کریم کو جسے صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے حفظ کرلیا اور بعض لوگوں نے اسے لکھ بھی لیا۔ اگرچہ بکھرے ہوئے کاغذ کے ٹکڑوں پر ہی سہی۔ اصل اور قابل اعتبار تسلیم نہیں کرسکتے۔ کیا ان کا یہ طریق بھی مشنری پراپیگنڈا کا ایک حصہ قرار نہیں دیا جاسکتا؟

ب۔ قرآن کریم کا تقدس قرآن کریم پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ وہ اس تقدس کا دعوی نہیں کرسکتا جو دوسری الہامی کتب کو حاصل ہے۔ اولاً اس لئے کہ اس کی بنا زبانی روایات پر ہے۔ دوم اس وجہ سے کہ قرآن کریم بالاقساط تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہوا اور دوسری آسمانی کتب انبیائے کرام پر یکلخت نازل ہوئیں۔ یہ اعتراض اس خیال کی بنا پر ہے۔ کہ قرآن کریم کی آیات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عین حیات میں جمع نہیں کیا گیا۔ اور جب ایک دفعہ یہ خیال غلط ثابت ہوجائے تو اعتراض کی ساری عمارت زمین پر آرہے گی۔ مشنری طبع مسیحیوں کا جب وہ کسی مذہب یا دستورالعمل پر حملہ کرتے ہیں عام رجحان یہ ہوتا ہے کہ بعض امکانات کا وہ پہلے سے اندازہ کرلیتے ہیں۔ اور انہی امکانات کی بنا پر ایک تنبیہ وضع کرلیتے ہیں۔ اس کے بعد جو مصنفین اسی قسم کا رجحان طبع رکھتے ہیں۔ وہ اس مزعومہ خیال یا قضیہ کی تقویت کے درپے ہوجاتے ہیں اور کچھ وقت گذرنے کے بعد اس بالکل فرضی قضیہ کی بنا پر ایک وسیع عمارت کھڑی ہوجاتی ہے۔ پس یہ کہنا بے جا نہیں کہ ریت پر بنا ہوا گھر دیرپا نہیں ہوسکتا۔

جہانتک اس دوسرے اعتراض کا تعلق ہے۔ کہ قرآن تھوڑا تھوڑا کرکے اور بالاقساط نازل ہوا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کتاب مقدس کا مقصد و منشا عرب کو اور عرب کے ذریعہ سے تمام دنیا کو ہدایت دینا ہے۔ اہل عرب مدتوں سے شرک و بت پرستی میں غرق تھے۔ اور اس کے علاوہ شراب نوشی، جوئے بازی اور تمام قسم کی بداخلاقیوں میں مبتلا تھے۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا کہ آپ کی بعثت کا مقصد لوگوں کی ہدایت انہیں بدیوں سے پاک کرنا اور ان کی برائیوں کو دور کرنا ہے تو تمام ملک آپ کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ عربوں نے ابتداءً آپ کی بات سننے کی طرف میلان بھی ظاہر نہ کیا چہ جائیکہ آپ کی دعوت کا کوئی جواب دیا جاتا۔ ایسی ضدی اور سخت دل قوم کے لئے قرآن کریم جیسی ضخیم کتاب کا یکلخت نازل ہونا موزوں اور مناسب نہ تھا۔ انہیں وقتاً فوقتاً ڈرانے، جگہ بہ جگہ سمجھانے اور انذار کرنے ایک طویل مدت تک ان کے دروازوں کو کھٹکھٹانے اور ایک لمبے عرصہ تک بار بار اور

متواتر چوٹ لگانے کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کو قرآن کریم نے پورا کیا جس کا الہام اور تعلیم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پیغمبرانہ زندگی کا مرقع ہے۔ قریبًا تیرہ سال زمین کو صاف اور ہموار کرنے اور عرب کی فضا کو خوشگوار بنانے میں قرآن کریم کو صرف کرنے پڑے، اور بعثت نبوی صلعم کے آخری نصف حصہ میں لوگوں کی اکثریت نے آیات قرآنی کو عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا۔ اسطرح بتدریج تھوڑا تھوڑا کرکے اس کا نازل ہونا ہی درحقیقت اس انقلاب عظیم کا موجب ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے عرب میں پیدا ہوا اور جو کسی اور طریق سے اسقدر سرعت کیساتھ پیدا نہ ہو سکتا تھا۔

ایک غیر متعصب مورخ خواہ وہ یورپین ہو یا غیر یورپین، پورے یقین کے ساتھ اس حقیقت کا معترف ہے۔ کہ قریبًا تمام آسمانی کتب میں کچھ نہ کچھ تحریف ضرور ہوئی ہے۔ اور وہ ایک ہی کتاب جس نے کسی قسم کی تبدیلی کو قبول کرنے سے نہایت معجزانہ طور پر انکار کیا ہے اور ہر قسم کی ملاوٹ کو کامیابی کے ساتھ روکا ہے۔ وہ قرآن کریم ہے۔ پروفیسر مارگولیتھ بھی جس نے قرآن کریم پر داہنے اور بائیں سب طرف سے حملے کئے ہیں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکا کہ "موجودہ مصنف نے جو مضمون منتخب کیا ہے۔ اسے قرآن کی تائید قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ وہ طریق ہے۔ جسکے ذریعہ سے اتفاقی باتوں کو اس کے اندر جمع کر دیا گیا ہے۔ اور اس نے ایک ایسی تالیف کا کام دیا ہے۔ جس نے اس زمانہ کی تمام بدیوں کا شاندار مقابلہ کرکے انہیں دور کر دیا"۔

ج۔ قرآن کریم کی جدت ایک اور اعتراض جو قرآن کریم پر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ اس میں کوئی چیز نئی نہیں۔ اس اعتراض کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔ اور وہ لوگ بھی جن کے مونہوں سے یہ اعتراض نکلا ہے۔ اسے زیادہ اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے، اگر اس سے یہ مراد ہے کہ قرآن کریم میں تمام ایسے معتقدات اور اصول ہیں۔ جو دوسری الہامی کتب نے اپنے اپنے وقتوں میں نسل انسانی کو تعلیم کئے تو ہم مسلمانوں کو اس سے قطعًا اختلاف نہیں۔ یہی بعینہ ہمارا ایمان ہے۔ اسلام مذاہب کی زنجیر میں کوئی غیر معمولی کڑی نہیں۔ اصولاً یہ وہی چیز ہے جو آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسٰےؑ۔ مسیحؑ اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ نسل انسانی کو دی گئی۔ اس مفہوم کے لحاظ سے کوئی مسلمان قرآن کریم کے متعلق جدت کا دعوےٰ کرنے میں حق بجانب نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر اس کا یہ مطلب ہو۔ کہ

قرآن کریم میں جو صداقتیں بیان ہوئی ہیں وہ بائبل اور دوسری کتب سے نقل کی گئی ہیں۔ تو ہم بڑے زور سے یہ کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے۔ کیا ایک ایسے شخص کے لئے جو بالکل ان پڑھ ہو یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ان دوسری کتب کو ایسا اچھی طرح حفظ کرے اور ان کی تعلیمات کو اپنے مذہب میں ایسے عمدہ اور ٹھیک طور پر جمع کرے؟ اس کے علاوہ عرب میں یہودی اور نصرانی پہلے سے موجود تھے۔ جو بائبل کی تعلیمات سے پورے طور پر ماہر تھے تاہم ان کا کوئی اثر نہ تھا۔ نہ تو وہ لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کر سکے، اور نہ ہی بدیوں اور برائیوں سے انہیں چھڑا سکے۔ پس یہ کس طرح ہو گیا۔ کہ قرآن کریم نے جسے بائبل کی ناقص نقل سمجھا جاتا ہے۔ تیئیس سال کے قلیل ترین عرصہ میں وہ انقلاب عظیم پیدا کر دیا جو یہودی اور عیسائی اپنی الہامی کتب کے ذریعہ صدیوں میں پیدا نہ کر سکے؛

اصل کی حقیقت یہ ہے کہ مذہب کے دو پہلو ہیں، ایمانیات اور اعمال، جہانتک ایمانیات کا تعلق ہے۔ مثلاً ہستی باریتعالےٰ۔ توحید باریتعالےٰ۔ انبیاء کی بعثت، اور الہامی کتب کا نزول، اس بارہ میں تقریباً تمام مذاہب کی تعلیم یکساں ہے۔ لیکن زندگی کے عملی پہلو میں جہاں تک بعض اعمال کے جواز اور بعض کے عدم جواز کا تعلق ہے۔ مختلف مذاہب نے وقتی ضروریات کے لحاظ سے مختلف ہدایات دی ہیں۔ اسوقت سے جب سے کہ اسلام پیدا ہوا۔ تہذیب اور شائستگی نے بہت ترقی کی ہے اور یہ مذہب بھی آخر کار انسانی زندگی کے ترقی یافتہ حالات کے عین مطابق ثابت ہوا۔ اس سے بھی بڑھکر آئندہ ترقی کے سامان مہیا کرنے کے لئے اسلام کے وجود کے اندر ترقی کا وہ بیج ہے جو گرد و پیش کے حالات کی روشنی میں نسل انسانی کے بہترین فوائد کے لئے نشو و نما پا سکتا ہے۔ اسلام ایک ترقی پذیر مذہب ہونے کی وجہ سے جائز طور پر قدم آگے بڑھانے سے روک نہیں سکتا، اور اس لئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ یہ ہر زمانہ کے حالات سے مطابقت حاصل کر سکتا اور اپنے اندر اس قسم کی لچک رکھتا ہے۔ اس لئے یہ امر موجب تعجب نہیں کہ قرآن کریم کے اندر وہ تمام بہترین عناصر موجود ہیں جو دوسری الہامی کتب میں پائے جاتے تھے (کیونکہ ان تمام کتابوں کا مصنف ایک ہی ہستی ہے یعنی اللہ تعالےٰ) اور نسل انسانی کی ترقی میں اپنی طرف سے بہت بڑی امداد دی ہے۔

مکتوبات

ایک دلی مسلمان

جرمنی

جناب من

میں کئی برس سے اسلامک ریویو کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ بلکہ اس وقت سے جب کہ میں نے خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کو انٹرنیشنل ریلیجس کانفرنس میں جو کہ ۱۹۱۳ء میں پیرس میں منعقد ہوئی سنا۔ اسلامک ریویو کا خریدار ہوں۔

میں ذرہ راسخ الاعتقاد واقع ہوا ہوں۔ اور اس مذہب کو مانتے ہوئے مرنا پسند کرتا ہوں۔ جس مذہب میں کہ میں پیدا ہوا۔ لیکن میں باوجود اپنے اس اصول کے رسول عربی کی سچائی پر کبھی شک نہیں لایا۔ میرا خیال ہے۔ کہ وہ وقت دور نہیں جب کہ یورپ اور نیز امریکہ اس امر کو ماننے پر مجبور ہو جاوینگے کہ ان کی بہبودی اسی میں ہے۔ کہ یا تو اسلام قبول کر لیں۔ اور نہیں تو اسلامی اصولوں پر کاربند ہوں۔ کیونکہ آج تمام دنیا میں ایک تلاطم برپا ہو رہا ہے۔ اور میری رائے ہے کہ فقط اسلام کا روحانی جہاد ہی ان کو بچا سکتا ہے۔ تاریخ اسپات کی شاہد ہے۔ کہ جہالت کے زمانہ کے بعد اسلام نے ہی اپنی تہذیب و تمدن کی ایسی روح پھونکی کہ آج یورپ کی تہذیب و تمدن کو مکمل کرنے کے لئے لوگ دور دراز کے سفر طے کر کے پہنچتے ہیں۔ اور یہ پھر ہو سکتا ہے۔ تاریخ اپنے تئیں دوہراتی ہے۔ لیکن یہ نتیجہ پیدا کرنے سے پہلے مسلمانوں کو دو بڑی مصائب پر فتح حاصل ہوگی اسلام میں یقیناً کوئی "فرقہ" نہیں۔ میں اس لفظ کو ان معنی میں استعمال کر رہا ہوں۔ جن معنی میں کہ وہ یہاں یورپ میں۔ استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اسلام - - - - - - میں اصولوں کا فرق نہیں ہے بہ ایں ہمہ مسلمانوں میں تقسیم ہے۔ مجھے بھی اس واقع کے پڑھنے سے تکلیف ہوئی جو حال ہی میں عید کے موقع پر مسجد ووکنگ میں ظہور پذیر ہوا۔ اس ناگفتہ حالت کا دور دورہ کب تک رہیگا

دوسری مصیبت اسلام کی راہ میں تجارت کا نہ ہونا ہے۔ وہ وقت اب جا چکا ہے جب کہ مسلمان

تجارت میں سب اقوام کے سردار گنے جاتے تھے

اور اُن پر یہ امر واضح رہے۔ کہ فتح حاصل کرنے کے لیئے ان کو کم از کم وہ جدید طریقہ اختیار کرنا چاہئیے۔ جو کہ ان کی صد ہا مقابل اقوام استعمال میں لاتی ہیں۔ اقوام یورپ اپنی پوری طاقت کو استعمال کرتی ہوئیں۔ اس امر کی کوشش میں سرگرداں ہیں۔ دنیا بھر کے تجارتی مراکز پر اپنا تسلط قائم کرلیں۔ مسلمان اگر مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو کم ازکم اپنے تجارتی مراکز پر اپنا قبضہ رکھنے کی کوشش کریں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اسلام اپنے تجارت پیشہ لوگوں کی تبلیغی کوششوں اور حسن اخلاق سے پھیلا۔ کیوں وہ بات پھر عمل میں نہ لائی جائے۔ جو پہلے کارگر ثابت ہو چکی ہے۔

آپ کا سچائی پسند۔ جیرام لائی گریگیس۔

مکرمی بندہ۔ مجھے آپ کا خط اور پارسل ملنے پر ازحد خوشی ہوئی۔ زیادہ تر آپ کے خط سے کیونکہ اسکی وجہ سے مجھے معلوم ہوگیا۔ جس مذہب کا میں مدت سے متلاشی تھا۔ وہ میں نے آخر الامر پالیا ہے۔ پیشتر اس کے کہ میں آپ کے سوالات کا جواب دُوں۔ میں اپنے اعلان قبول اسلام کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں۔ جو کہ آپ نے مانگا تھا۔ اور جو میں اس خط کے ہمراہ آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں۔ اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جنہوں نے اپنے اعلانوں سے مجھے اپنا اعلان کرنے کی جرأت دلائی۔ نہایت خوشی سے آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اسے شائع کردیں۔

آپ کے اس سوال کے جواب میں کہ مجھے کیونکر اسلام سے رغبت ہوئی میں آپ کو ڈوائن اٹیریبیوٹ اینڈ ہیومن کیریکٹر Divine attribute and human character کے صفحہ (۲) کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔

کیونکہ میرے تمام عزیز و اقارب روحانیین کے فرقہ سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اس لیئے مجھے "روشن ضمیری" میں قدرے دخل حاصل ہے۔ اور میری رہبری کا انحصار غیبی طاقتوں کی تکمیل پر ہی مبنی ہے۔ جنہوں نے نہ صرف میری رہبری کی بلکہ مدد دی کہ اسلام کی عظیم الشان اور دقیق و عمیق خوبیوں اور خوبصورتیوں سے مستفیض ہوں۔ آپ کا پتہ میں نے سنڈے نیوز پیپرز میں پایا۔ گویا آپ دیکھ سکتے ہیں کہ انہیں طاقتوں سے پایا جو کہ قرآن کریم میں میری رہبری کے لیئے مفصل بیان

کی گئی ہیں۔ جو وقت کہ مجھے اسلام سے پہلے واقفیت حاصل کیئے ہوئے گذر چکا ہے۔ اس نے میرے اعتقادات کو اور بھی مستحکم کر دیا ہے۔

اب میں آپ کو اپنی ذاتی زندگی کے کچھ حالات سے آگاہ کرتا ہوں۔ نہ تو میں شراب خوار ہوں اور نہ ہی میں اُس پیسہ کو جو کہ میرے بچوں اور بیوی کی خوشحال زندگی میں کام آ سکتا ہے قمار بازی میں اُڑاتا ہوں۔ میری عمر ۵۰ برس کی ہے۔ لہٰذا میرا رُجحان طبیعت زندگی کے سنجیدہ اصولوں کی طرف ہے۔ نہ کہ اس کے برعکس پہلو کی طرف جسکو کہ میں مطلقاً پس پشت ڈالتا ہوں۔ مجھے ایسے مزے اُڑانے پر بھروسہ نہیں جو پیسہ سے خریدے جاویں اور جن کو کہ میں ناپائیدار سمجھتا ہوں۔

میں اب آپ کو ان چند واقعات سے جن میں میں نے چند سال ہوئے۔ قومی حصہ لیا آگاہ کرنا چاہتا ہوں مجھ سے صدر صاحب جمعیت الروحانیین نے گذارش کی ا کہ دینی معلومات کے تجسس کے لئے کارکن بن جاؤں میں نے یہ اس شرط پر عہدہ قبول کر لیا۔ کہ مجھے مسلمان سمجھا جائے اور میرے ان اسلامی اصولوں جنہیں میں نے از خود حاصل کر رکھا تھا۔ کسی طرح بھی ٹھکرایا نہ جائے لہٰذا کلیسائے روحانیین میں لوگ مجھے اسی عقیدہ ہی سے جاننے لگے۔ گرجا کی لائبریری میں ایک قرآن شریف اور ایک سید امیر علی کی "سپرٹ آف اسلام" موجود ہیں۔ رسمی طور سے اسلام قبول کرنے پر میں نے کارکن ہونے سے استعفاء دے دیا۔ لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ اسلام قبول کرنے کے باوجود نہ صرف وہ خوش ہیں۔ بلکہ واقعی چاہتے ہیں کہ میں اپنی نشست و برخاست ان میں اور بڑھاؤں۔ مہربانی فرما کر آپ مجھے واضح طور پر لکھیں کہ آیا میں اس بردبارانہ سلوک کو روا رکھوں؛ یعنی پھر کارکن اصول اور دیگر خیالات کو ہی پھیلاؤں اور اسی طرح بہت سی غلط بیانیوں کو جو کہ رائج ہیں رفع کروں۔ میں مسجد سے کہیں دور ہوں لیکن باوجود اس کے میں اسلامی خدمات کو بخوبی اور بہت خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتا ہوں۔ اور اپنے مذہب کی گویا چوکی کا کام دے سکتا ہوں

آپ کا وفادار

ڈبلیو۔ بی۔ مشتم گیٹس ہیڈ

(نوٹ) آپ کی ارسال کردہ کتب کا شکریہ یہ میرے کام میں بہت مفید ثابت ہوئی ہیں میں اُمید

کرتا ہوں۔ کہ میرے سوال کا جواب جلد تر دیں گے۔

اخویم۔

میں آپ کو یہ خط لکھ رہی ہوں کہ آپ میری مدد کریں۔ کیونکہ میں ایک ایسی مسلمہ ہوں جس کو کہ مذہب سے بہت انس ہے۔ اور مجھے بہت سے ایسے لوگوں سے ملاقات حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے جن کو کہ اسلام میں دلچسپی ہو۔ اور اسی لیئے میں اسلام کے متعلق اور بھی زیادہ جاننا چاہتی ہوں۔ فی الحال مجھے صوم رمضان شریف کے لیئے معلومات حاصل کرنے ہیں۔ گذشتہ رمضان کے موقعہ پر میں چند اپنے احباب کے ہاں ٹھیری ہوئی تھی اور کیونکہ وہ رمضان شریف کی خوبیوں سے بے بہرہ تھے میں نے جو کچھ مجھ سے بن پڑا اُن کو بتایا۔ لیکن اب تک اُن کے دل کو تشفی نہیں ہوئی میں نے اُن سے وعدہ کیا ہے۔ اگر ہو سکے تو اُن کو اس مضمون پر کتب ارسال کرونگی۔ کیونکہ وہ چاہتے کہ کوئی کتب یا رسائل ان کو روانہ کیئے جا دیں۔ کیا آپ مجھے ایسی کتب ارسال کر سکتے ہیں۔ جو اسلام کی راہ دکھائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات بیان کریں اور یہ بتائیں کہ مسلمان کیوں روزہ رکھتے ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ لوگ ہمارے مذہب کو زیادہ سمجھ سکیں گے۔ اگر ان کو رسالوں اور کتب کے ذریعہ سے صحیح واقعات بہم پہنچائے جاویں۔ کئی ایک لوگ مجھ سے اسلام کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ مجھے خبر ملی ہے۔ کہ لندن میں ایک مسجد ہے۔ لندن میں میرا اصلی گھر ہے میں امید کرتی ہوں کہ آپ میری اور اُن کی جو کہ منتظر ہیں مدد کرینگے۔

آپکی مسلمہ بہن
مسز ایتھل فاطمہ کیلم آسٹریلیا

ڈیئر مسٹر لوگرود

میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں آپ کی دلچسپی اور روح پھونک دینے والی تقریر کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کروں جن میں کہ آپ کا شکریہ ادا کرنا موزوں ہو۔ میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی مردانہ صفت ہیئت نے مجھ پر اور دیگر حاضرین پر بہت اثر جمایا۔ دن بھر آپ کی تصویر

میری آنکھوں کے سامنے تھی۔

ہم آپ کے آیندہ لیکچر کے ہمیشہ بیقراری سے منتظر ہیں۔ اور اسی معاملہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے گذارش کرتا ہوں۔ کہ آپ بجائے ۲۸ فروری کے کسی اپنے لیکچر کی تاریخ ۴ مارچ فرمادیں۔ چاہے یہ آپ کو خود غرضی ہی معلوم ہو۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ مجھے اپنے والد صاحب سے ۲۴ فروری کو ملنے جانا ہے۔ اور میں صاف عرض کئے دیتا ہوں کہ میں آپ کی تقریر سنے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اسلئے اگر آپ کو کوئی عذر نہ ہو۔ تو میں مشکور ہوں گا۔ اگر آپ ازراہ کرم تاریخ جدیا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے۔ تبدیل کرلیں۔

جواب دیتے وقت مہربانی فرماکر یہ بھی تحریر فرمادیں۔ کہ آیا آپ بعد از لیکچر میرے غریب خانہ پہ چائے نوش فرمادیں گے؟

مجھے یقین ہے کہ ہمارے پادری صاحب (اگر وہ اس روز شہر میں ہوتے تو) آپ سے تبادلہ خیال کرکے بہت خوش ہونگے۔ میں پھر تہ دل سے آپ کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خصوصاً اس لئے کہ آپ اپنے ہمراہ ایسا اعلےٰ پیغام لائے جس کے سننے سے ہمیں کئی ایک روز کے سوچ بچار کا مسودہ مل گیا۔

آپ کا وفادار

لیزلی۔ الیف۔ ٹرکٹ۔

(نوٹ) مسٹر حبیب اللہ لوگر و جو کہ ہمارے پرانے نومسلمین میں سے ہیں یہ فنڈبری پارک کے گرجہ میں لیکچر دینے کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔

جاوہ سے ایک خط

جناب من! اسلامک ریویو جو قریباً ایک سال سے آپ مجھے بھیج رہے ہیں میرے علم کو وسیع کرنے اور میرے دوستوں کے لئے اسلام کے بلند اصولوں کو سمجھنے کا موجب ہے۔ میں فخریہ اس بات کا ذکر کرتا ہوں کہ جب سے میں اسلامک ریویو کو غور اور احتیاط کی نگاہوں سے مطالعہ کرنے لگا ہوں۔ اسلام کے متعلق کئی مسائل مجھے حل ہوگئے آجکل میں ایک نئی جگہ پر منتقل ہوگیا ہوں۔ جہاں میرا خیال ہے کہ میں خداتعالیٰ کی راہ میں کوئی خدمت بجالاسکتا ہوں جیسا کہ اس نے قرآن کریم میں انسانوں کا فرض قرار دیا ہے امید ہے کہ آپ ازراہ مہربانی میرا نیا پتہ جو ذیل میں مندرج ہے۔ نوٹ کرلینگے۔ تاکہ میں اسلامک ریویو باقاعدہ حاصل کرسکوں۔ اس تکلیف فرمائی کیلئے آپ کا پیشگی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں ہوں جناب

دستخط جے ڈی سیناکا۔ بی میلنگ ڈی جاوہ

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
۲-۵-۳۵	۲	جناب سلطان احمد صاحب مشن	۲۵	۰	
،،	۳	امانت	۲	۰	
۳-۵-۳۵	۵	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب مشن	۳	۰	
،،	۶	،، محمد سعید صاحب ،،	۰	۱	۹
،،	۷	رقم واپسی	۰	۲	
۷-۵-۳۵	۱۴	جناب مس شمس النساء خانم صاحبہ مشن	۰	۳	
،،	۱۷	رقم واپسی	۰	۸	
۸-۵-۳۵	۱۶	جناب غضنفر نواب صاحب منگرول مشن	۹۹	۰	
،،	۲۰	،، میرزا فرحت علی فروخت کتب	۹	۴	
۱۱-۵-۳۵	۳۲	،، قاضی عبدالاحد صاحب مشن		۲	
۱۳-۵-۳۵	۳۳	،، ایس ایم سعید الدین صاحب برائے مفت تقسیم کتب	۸۰		
،،	۳۵	،، عبدالکریم صاحب مشن	۵	۰	
،،	۳۸	بیگم صاحبہ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور مشن	۲	۰	
۱۴-۵-۳۵	۳۹	مہربان میجر نواب عبدالمجید خاں صاحب ۔۔۔۔ ۱۰۰			
،،	،،	سردار محبوب علی خاں صاحب ۔۔۔۔ ۱۰۰			
،،	،،	سردار محبوب علی خاں صاحب ۔۔۔۔ ۵۱			
،،	،،	سیٹھ عبدالرحیم صاحب ۔۔۔۔ ۵۱			
،،	،،	انعامدار صاحب ۔۔۔۔ ۲۵			
،،	،،	ریاض الدین صاحب پلیڈر ۔۔۔۔ ۲۵			
،،	،،	محمد نعمان صاحب ۔۔۔۔ ۲۵			
،،	،،	مقطوم خانصاحب ۔۔۔۔ ۲۵			
،،	،،	عبدالغفور صاحب ۔۔۔۔ ۲۵			
،،	،،	محبوب خاں صاحب ۔۔۔۔ ۲۰			
،،	،،	راجہ صاحب منصور ۔۔۔۔ ۱۵			
،،	،،	باباجان فاروقی صاحب ۔۔۔۔ ۱۰			
،،	،،	منشی صاحب ۔۔۔۔ ۱۰			
،،	،،	ابراہیم خانصاحب ۔۔۔۔ ۱۰			
،،	،،	بدرالدین صاحب ۔۔۔۔ ۱۰			
،،	،،	عبدالقادر صاحب ۔۔۔۔ ۱۰			
،،	،،	عبداللہ صاحب ۔۔۔۔ ۱۰			

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
۱۴-۵-۳۵	۳۹	علی صاحب ۔۔۔۔ ۱۰			
،،	،،	پیرزادہ صاحب پلیڈر ۔۔۔۔ ۱۰			
،،	،،	چشتی صاحب محی الدین ۔۔۔۔ ۱۰			
،،	،،	گولک برادرس ۔۔۔۔ ۱۰			
،،	،،	عبدالقادر صاحب جمعدار ۔۔۔۔ ۷			
،،	،،	عبدالوحید صاحب ۔۔۔۔ ۱۰			
،،	،،	محمد حسن صاحب ۔۔۔۔ ۵			
،،	،،	سوداگر عبدالعزیز ،، ۔۔۔۔ ۵			
،،	،،	محمد حسن صاحب ۔۔۔۔ ۵			
،،	،،	عبدالکریم صاحب ۔۔۔۔ ۵			
،،	،،	محمد عثمان صاحب ۔۔۔۔ ۵			
،،	،،	محمد نوش صاحب ۔۔۔۔ ۵			
،،	،،	بہادر خانصاحب ۔۔۔۔ ۵			
،،	،،	گودو صاحب ۔۔۔۔ ۵			
،،	،،	ایم ڈی بالی والی ۔۔۔۔ ۵			
،،	،،	حسن شریف ۔۔۔۔ ۵			
،،	،،	محمد علی عبدالعزیز صاحبان ۔۔۔۔ ۵			
،،	،،	اومنہا صاحب ۔۔ ۸ ۔۔ ۲			
،،	،،	علی صاحب ۔۔ ۸ ۔۔ ۲			
،،	،،	قادر صاحب ۔۔۔۔ ۲			
،،	،،	امین صاحب ۔۔۔۔ ۲			
،،	،،	محمد صاحب اڈوانی ۔۔۔۔ ۲			
،،	،،	ڈاکٹر سوداگر صاحب ۔۔۔۔ ۲			
،،	،،	بندوق بینر ہبلی ۔۔۔۔ ۲			
،،	،،	کھادر کھا عطار ۔۔۔۔ ۲			
،،	،،	محمد عثمان صاحب ۔۔۔۔ ۲			
،،	،،	حسن صاحب ۔۔۔۔ ۱			
،،	،،	شیخ حسن ،، ۔۔۔۔ ۱			
،،	،،	محمد حسن ،، ۔۔۔۔ ۱			
،،	،،	جبار کھا صاحب ۔۔۔۔ ۱			

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۴-۵-۳۵	۳۹	مقطوم صاحب . — — ۱			
〃	〃	اسمٰعیل صاحب . — — ۱			
〃	〃	بابا صاحب . — — ۱			
〃	〃	محمد حسن صاحب . — — ۱			
〃	〃	حسن صاحب . — — ۱			
〃	〃	بیبک علی صاحب . — — ۱			
〃	〃	رحمان صاحب کرنول . — — ۱			
〃	〃	کاسوسیٹ . — — ۱			
〃	〃	داؤد کھا صاحب جاگیردار . — — ۱			
〃	〃	قاسم صاحب . — ۲ — ۱			
〃	〃	حیات صاحب . — — ۱			
〃	〃	امام صاحب لودجی . — — ۱			
〃	〃	حضرت صاحب ذدنی . — — ۱			
〃	〃	عبدالستار صاحب . — — ۱			
〃	〃	محمد صاحب . — — ۱			
〃	〃	عبداللہ صاحب سوداگر . — — ۱			
〃	〃	پٹھان صاحب پلیڈر . — — ۲۰			
〃	〃	عمر خاں اینڈ سنز . — — ۱۰			
〃	〃	محمد حافظ صاحب . — — ۱۰			
〃	〃	متفرق چندہ . — ۵ — ۱۳			
		مشن	۰	۱	۷۲۵
〃	۳۰	منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۱۰
〃	۳۱	کے۔ ایچ۔ منیار صاحب 〃	۰	۰	۲
۱۶-۵-۳۵	۵۵	محمد سعید صاحب 〃	۷		۰
۱۷-۵-۳۵	۶۵	سمنور راجہ صاحب باپنارہ عید میلاد النبی فنڈ	۰	۰	۵۰
۱۸-۵-۳۵	۸۱	وصول از لائڈ بنک لمیٹڈ مشن	۰	۰	۵
〃	۸۲	محمد بو سعید صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	۸۵	معرفت عبدالقادر 〃	۰	۴	۱۳
۲۱-۵-۳۵	۱۰۸	سید عبدالحکیم صاحب عید میلاد النبی فنڈ	۰	۱۲	۲
۲۲-۵-۳۵	۱۰۶	آغا محمد ابراہیم صاحب مشن	۰	۰	۲

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۳-۵-۳۵	۱۳۳	خان بہادر ایچ محمد عبدالعزیز بادشاہ — — ۱۰۰			
〃	〃	حاجی اے جی عبدالرحیم صاحب . — — ۱۰۰			
〃	〃	دیوان بہادر ایم بلاسن رام صاحب — — ۱۰۰			
〃	〃	ایم نذیر حسین صاحب . — — ۴۰			
〃	〃	جمال محمد صاحب . — — ۵۰۰			
			۰	۰	۸۴۰
۲۴-۵-۳۵	۱۳۶	مس شمسی خانم صاحبہ مشن	۰	۰	۵
۲۵-۵-۳۵	۱۴۱	ظرافت اللہ خاں صاحب سب انسپکٹر آف سکولز برائے مفت تقسیم کتب	۰	۰	۴۰
۲۷-۵-۳۵	۱۴۸	کرم الٰہی صاحب قریشی سب جج مشن	۰	۰	۵
〃	۱۵۱	شیخ گھاسی محمد صاحب مشن	۰	۰	۱
〃	۱۵۴	قاضی منہاج الدین صاحب 〃	۰	۰	۲
۳۰-۵-۳۵	۱۶۴	ملنگ احمد بادشاہ صاحب 〃	۰	۰	۱۰۰
〃	۱۶۳	الیس ایم سعید الدین صاحب برائے مفت تقسیم کتب	۰	۰	۱۰۰
〃	۱۶۵	〃 〃 〃 〃 〃	۰	۰	۴۵
〃	۱۶۸	ڈاکٹر محمد موسیٰ خاں صاحب عید میلاد النبی فنڈ	۰	۰	۲
〃	۱۷۰	ڈاکٹر ابن اکبر صاحب مشن	۰	۰	۱
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۱۱	۵۴۲
		〃 اشاعت اسلام	۰	۵	۱۳۲
		〃 ووکنگ گزٹ	۰	۱	۳۶
		۲۸۹۷ — ۸ — ۶			

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
		مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو						سرمایہ محفوظ			
۱۰-۵-۳۵	۲۷	ایس۔ ایس۔ احمد صاحب				۱-۵-۳۶	۱	خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۸	۲
		۱ کاپی	۰	۰	۵			خواجہ صلاح الدین محمود صاحب	۰	۰	۱
۱۳-۵-۳۵	۳۶	رشید محمد خانصاحب ۱ کاپی	۰	۰	۳			خواجہ جلال الدین صاحب	۰	۰	۱
۱۴-۵-۳۵	۴۲	بیگم صاحبہ حبیب اللہ صاحب	۰	۰	۵			بیگم صاحبہ خواجہ صلاح الدین محمود صاحب	۰	۰	۱
								منشی امانت محمد صاحب	۰	۴	۰
۱۸-۵-۳۵	۸۴	پروفیسر ایچ کے شروانی صاحب						مرزا عبدالحق صاحب	۰	۴	۰
		۱ کاپی	۰	۰	۵			وارث خاں صاحب	۰	۴	۰
۲۱-۵-۳۵	۱۱۷	عبدالمجید۔ عبدالرحمن صاحبان						کیو۔ ڈی خانصاحب	۰	۴	۰
		۱ کاپی	۰	۰	۵			محمد سعید صاحب	۰	۴	۰
۲۷-۵-۳۵	۱۴۷	اقبال اے خاں صاحب						محمد اشرف 〃	۰	۴	۰
		۴ کاپی	۰	۰	۲۱			رشید احمد 〃	۰	۴	۰
۳۰-۵-۳۵	۱۶۴	حنسا اینڈ کو ۲ کاپی	۰	۱۲	۱۲	۳-۵-۳۵	۲	ڈاکٹر وزیر احمد 〃	۰	۰	۵
۳۱-۵-۳۵	۱۷۵	صدیق احمد صاحب ایک کاپی	۰	۰	۵	۳۰-۵-۳۵	۳	سید مجیب الرحمن 〃	۰	۰	۴
میزان			۰	۱۲	۶۱			میزان	۰	۴	۱۶

تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۲۷-۵-۳۵	۱	رقم پیشگی جو ووکنگ ارسال کی گئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۰	۱۱	۶۶۶
〃	۲	〃 〃 دفتر لاہور کو ادا کی گئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	—	—	۱۰۰۰
		میزان	۰	۱۱	۱۶۶۶

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ **لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ** تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہلِ اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے

اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے "اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت ہیں"۔

مذہب کا مقصد

اسلام اپنے پیرؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آسکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے۔ ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں مسلمان یعنی اسلام کے پیرو، ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی۔ راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید

مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے۔ مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دستبرد کی وجہ سے محرف و مبدل ہوگئیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام

ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازہ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آیندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آیندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بد اعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کرلیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے اور تمام نقائص سے پاک کرنے نیز جنتی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر قسمت یا تقدیر کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس ضمن میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازہ ماقبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے برا بنا دیتا ہے۔

ارکانِ اسلام

اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار۔ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ

مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادرِ مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اُس کی مانند نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابلِ تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اعلیٰ اور اکبر ہے۔ جمیل اور قدیم ہے۔ غیر محدود ہے۔ اول اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطورِ خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو۔ مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دُنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات الٰہیہ سے متصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد از روئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ فرشتوں سے بالاتر اور اُلوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساواتِ انسانی اور اخوتِ اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔ نسل، دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں۔ نیکی اور خدمتِ انسان ہی اصلی خوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ و نسل و عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوعِ آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلافِ رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم طلبِ علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصولِ علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیازِ شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مُقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غرباء کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارنامے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان)

کو تحریر فرمائیے

Printed by Mian Maula Dad Muslim Printing Press, Lahore & Published by Khwaja Abdul Ghani, Brandreth Road, Lahore.

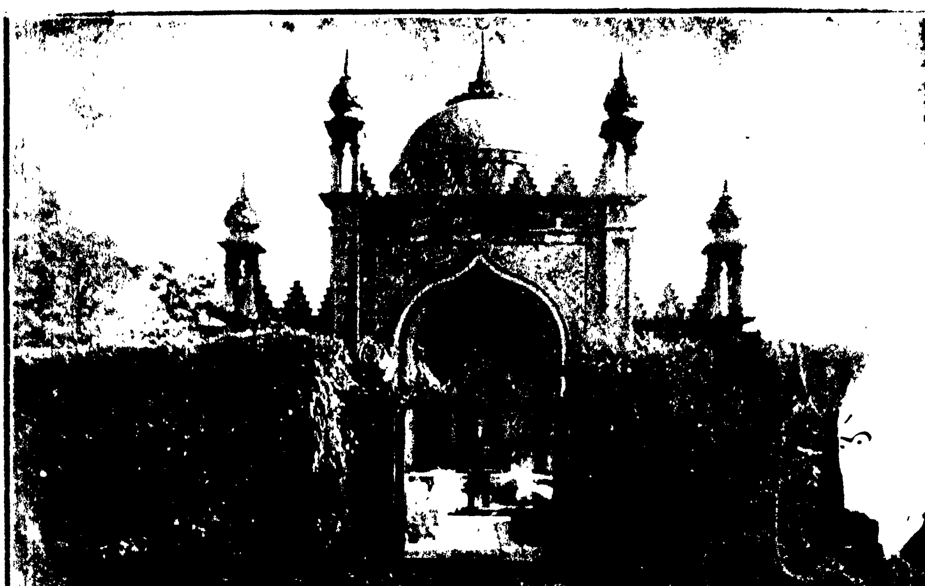
NOVEMBER-DECEMBER 1935. Regd. L. No. 908.

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنے (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانیٔ مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

عہدہ داران

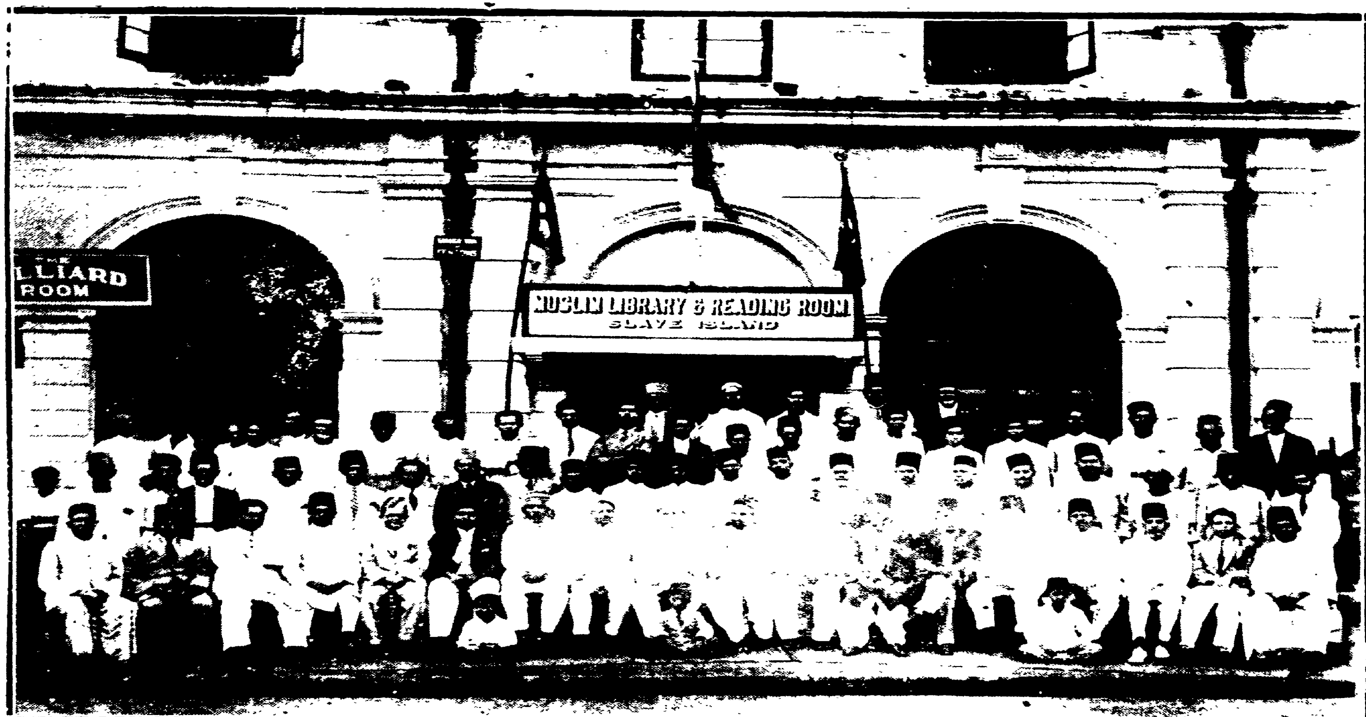
اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہوچکے ہیں

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

عہدہ داران

ضروری نوٹ - تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن - عزیز منزل لاہور - تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ

جناب مولوی عبد المجید صاحب امام مسجد ووکنگ و جناب خواجہ عبد الغنی صاحب سکرٹری
ووکنگ مسلم مشن [illegible] کے اعزاز میں [illegible]
سیلون) کے ایک [illegible] ثابت ہوا [illegible] ۲۳ جون [illegible]
او [illegible] ایک [illegible] عظیم [illegible]



دائیں طرف سے [illegible] جناب خواجہ عبد الغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مشن
بائیں طرف سے [illegible] جناب مولوی عبد المجید صاحب امام مسجد ووکنگ

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ⅓ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے؛

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۱ | بابت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق شعبان رمضان ۱۳۵۴ھ | نمبر ۱۱-۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ نومبر۔ دسمبر ۱۹۳۵ء

شذرات

اسلامی دُنیا سے ایک اپیل

(از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ انگلستان)

آج دُنیا میں ہر جگہ انقلاب رونما ہے۔ اور شاید عنقریب ایک عظیم الشان انقلاب آنے والا ہے۔ ارباب فکر اس انقلاب کا تشویش کیساتھ انتظار کر رہے ہیں۔ کیا اس کا نتیجہ ایک نئی دُنیا ہوگا۔ جس میں ہر بات نئی ہوگی۔ ایک ایسی دنیا جس میں خدا پر ایمان رکھنے والوں کا پتہ نہ ہوگا۔ لاکھوں آدمیوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔ لیکن کیا اسلامی دنیا کے پاس بھی اس سوال کا جواب نہیں۔ جو ایک زندہ مذہب کی مدعی ہے۔ جس پر حوادث روزگار کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

بیشک مغرب انسانی جدّ و جہد کا مرکز ہے۔ لیکن اس میں زوال سریع کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ کیا اس زوال کو نئی شکل دی جا سکتی ہے۔ کیا اسلامی دنیا اس معاملہ میں کسی کوشش کے لئے تیار ہے۔ یہ مسئلہ غور طلب ہے۔ میں یہ بات کسی شاعرانہ انداز میں نہیں کہتا کہ آج ووکنگ مسلم مشن ہی مغرب کے مستقبل کا نشان ہے۔ اور اس لئے کُل دُنیا کی۔ ایک زوال پذیر تہذیب کی ساری امیدیں اسی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مغرب میں زندگی کے آثار ہیں۔ لیکن وہ عقلیت کے ریگستان میں اپنا راستہ بھول گیا۔ اسوقت کسی زندہ مذہب

کی طرف سے تائید کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس ریگستان سے نکل سکے۔ کم از کم اسلامی دُنیا کا یہی خیال ہے لیکن اسلامی دُنیا تو اس اہم مسئلہ کی طرف سے بالکل غافل ہے۔ لیکن اگر اسلام نے یورپ کی اس معاملہ میں کوئی مدد ہمدردانہ طور پر کی ہے۔ تو وہ ووکنگ مسلم مشن کی معرفت۔

ہمارے مخالفین خواہ کچھ ہی کہیں لیکن اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ اسوقت مسجد ووکنگ ہی مغرب میں ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں اسلام کی عالمگیر تعلیمات اور صداقت کے متعلق ایک متلاشیٔ حق کو کوئی صحیح اطلاع ملسکتی ہے مجھے افسوس کیساتھ بیان کرنا پڑتا ہے کہ اگرچہ مسجد مذکور ایک متحدہ اسلام کی وکیل ہے۔ تاہم اسلام کے بعض دوست مشرق میں عموماً اور مغرب میں خصوصاً اس بات کو ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ حقیقی اسلام فرقہ بندی اور اختلاف کا حامی ہے۔ ان دوستان اسلام کی نیت پر حملہ کرنا یا انکی صداقت پر شبہ کرنا میرا مقصد نہیں۔ لیکن یہ بات میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ لوگ اس طرز عمل سے اسلام کو اسکے دشمنوں سے کہیں زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔

اگر اسلام کے برطانوی دوست اس قسم کی ناواجب بات کہیں تو ہمیں اس پر متعجب نہ ہونا چاہیئے کیونکہ مادیت کی جو لہر اس صورت حال کی ذمہ دار ہے۔ وہ مغرب ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ اور لازمی ہے کہ وہ ووکنگ مشن کی روحانی تحریک سے مقابلہ کرے۔ جسقدر اس سے ممکن ہے۔ قبل اس کے کہ وہ فنا ہو جائے۔ موجودہ قسمت آزمائی کرنے والوں کے پاس سب سے بڑا ہتھیار یہی ہے۔ کہ وہ کمزوروں کو بیجا طور پر تنگ کریں۔ علاوہ بریں یہ بھی غور طلب ہے۔ کہ ہمارے مخالفین یہ کہہ سکتے ہیں کہ ووکنگ مشن اور اسکی تحریک نے ہمارے سامنے اسلام کی سچی تصویر پیش نہیں کی۔ پس اس رنگ میں بھی ہمارے لئے خدا کا شکر ادا کرنے کا موقع ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ مسلمان اس افسوسناک صورت حال کا مطالعہ کریں۔ کہ ہر جگہ ان کی قوت، عارضی مقامی اور فرقی معاملات میں صرف ہو رہی ہے۔ اور کوئی ادارہ ایسا نظر نہیں آتا جو اسلام کے عالمگیر مذہبی مفاد کی نگرانی کر رہا ہو۔ اس غفلت اور غیر دانستہ مضرت رساں طرز عمل کے بالمقابل صرف ووکنگ مشن ہی ایک ایسا ادارہ ہے جو دُنیا میں عموماً اور مغرب میں خصوصاً اسلام کی عزت کے لئے کچھ ٹھوس کام کر رہا ہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ طاقت اور دولت اور عقل میں فائق دنیا کے سامنے جو اسلام کو مٹانے پر تُلی ہوئی ہے۔ صرف ووکنگ مشن ہی

اسلام کی عزت کو برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ دنیا اپنی جہالت کیوجہ سے یہ سمجھتی ہے کہ اسلام انسانیت کا دشمن ہے۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ اسلام، اس کے جملہ امراض کی دوا ہے۔

اس کے باوجود، مسلم مشن، جیسا کہ مجھے علم ہے۔ سخت مالی مشکلات میں محصور ہے۔ جو روز افزوں ہو رہی ہیں۔ مَیں نہیں جانتا کہ اس موقع پر مسلمانوں کی مذہبی حس سے کس طرح پُر زور اپیل کروں۔ لیکن اسقدر کہہ سکتا ہوں کہ جو قوم مغرب میں اپنے واحد مذہبی مشن کو نہیں چلا سکتی وہ ایک زندہ مذہب کی نمایندگی کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ جسکے متعلق ہمارا ایمان یہ ہے کہ وہ دنیا کی حالت بدل سکتا ہے۔

گلڈ فورڈ یونیٹیرینسٹ سپریچولیسٹ چرچ میں لکچر ۸ ماہ حال کو جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب نے مذکورہ بالا کلیسا کے ارباب اقتدار کی درخواست پر ایک لکچر دیا۔ جو سوال وجواب کے وقت کو شامل کرکے ½ ۷ بجے شام سے ۹ بجے تک جاری رہا، اور کامل ایک گھنٹہ تو لکچر ہی میں صرف ہو گیا۔ اس ضمن میں یہ امر قابل غور ہے۔ کہ اس کلیسا کی تعمیر کے بعد سے تا ایندم یہ لکچر اپنی نوعیت کا پہلا لکچر تھا۔

امام صاحب نے اپنے لکچر کی ابتدا، بنی نوع آدم میں امن و آشتی سے کی کیونکہ رنگ یا قومیت کی بناء پر کسی قسم کا امتیاز روا رکھنا خالق کائنات کے جذبہ عبادت کے بالکل منافی ہے۔ جو ہمارا سب کا رب اور پروردگار ہے۔ یہ جذبات وہ ہیں جنکو موجودہ فلسفہ کی اصطلاح میں نفس حیوانی کہتے ہیں۔ اور انسان کی روحانی بہبود کے قطعاً منافی ہیں۔ بلکہ خالص مشرکانہ ہیں۔

دنیا کی موجودہ حالت اس اعتراض کا کامل جواب ہے۔ جو اکثر مذاہب کے خلاف پیش کیا جاتا ہے کہ انکی وجہ سے اقوام عالم میں افتراق پیدا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ تمام انبیاء اور مصلحین کی زندگیاں اس امر پر شاہد ہیں۔ کہ تقدس ایذا رسانی کی روح کے منافی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مذہب کی تاریخ میں جو ایذا رسانی کی داستانیں مذکور ہیں۔ وہ دراصل چند متعصب افراد کا ذاتی فعل ہیں۔ فلاسفہ نے اکثر لکھا ہے کہ خدا کو بذریعہ عقل معلوم کرنا چاہیئے، نہ کہ بذریعہ الہام۔ لیکن محض عقل انسانی ان معاملات میں صحیح ہادی نہیں بن سکتی۔ اسی لئے خدا نے مختلف اقوام میں، انسانوں کی معرفت اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ اور اس کا ظہور اور اور مختلف اوقات میں اور مختلف ممالک میں، اس وقت کے لوگوں کی ذہنی اور اخلاقی حالت کے مطابق ہوا۔

چنانچہ امام صاحب نے قرآن مجید کی اس آیت کو پیش کیا۔ "لکل قوم ہاد" یعنی ہر قوم کے لئے ایک ہادی مبعوث ہوا ہے ملائکہ کے متعلق امام صاحب نے فرمایا کہ وہ انسان اور خدا کے مابین ایک واسطہ ہیں۔ جنکا کام بندوں سے متعلق احکام خداوندی کی تعمیل کرنا ہے۔ جو مخلوقات کے تمام شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا کام ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ روشنی اور آواز کے ضمن میں ایتھر اور ہوا کا کام ہے۔ جس کی وساطت سے روشنی آنکھ تک اور آواز کان تک پہنچتی ہے۔ اس ضمن میں لکچرار نے ایک نہایت لطیف نکتہ پیش کیا کہ اسلام کی رو سے مختلف فرشتے، مخلوقات کے مختلف شعبوں کے ذمہ دار ہیں۔ مثلاً حضرت جبریل کا کام خدا کا پیغام لوگوں کو پہنچانا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دلچسپ بات یہ بیان کی کہ بعض نیک لوگوں کی ارواح بھی خدا اور انسان کے مابین پیغام رسانی کا کام کرتی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے ذاتی کمال کی وجہ سے ایک بلند مقام حاصل کر چکی ہوتی ہیں۔ فلسفہ اور الٰہیات میں جو ایک اہم مسئلہ انسانی افعال کی ذمہ داری کا ہے۔ اس کے متعلق امام صاحب نے فرمایا کہ خدا نے انسان کو چند ذہنی اور اخلاقی خوبیوں سے متصف کیا ہے، جن کے ساتھ ہدایت وابستہ ہے اور اس کے بعد اس نے بندوں کو آزادیٔ افعال دی ہے۔ ہر عمل کا ایک لازمی نتیجہ مرتب ہوتا رہتا ہے کیونکہ الٰہی قانون کے نفاذ میں کبھی اختلال رونما نہیں ہوسکتا۔ اس ضمن میں مولوی صاحب نے طبعی اور روحانی عالم میں موازنہ کرتے ہوئے بتایا کہ ان دونوں کے قوانین شکنی کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔ ہر انسان عورت ہو یا مرد، اپنے افعال کا خود ہی ذمہ دار ہے قرآن مجید نے صاف طور پر اعلان کر دیا ہے۔ کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ سچی توبہ بیشک معافی کا موجب ہوسکتی ہے۔ کیونکہ گناہ، دراصل خطا یا راستہ سے بھٹک جانے کا نام ہے۔ نہ کہ خدا کی نافرمانی کا یا کسی ارتکاب جرم کا جو خدا کے خلاف کیا جائے۔ اس نکتہ پر اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے لکچرار نے دوبارہ اس نکتہ پر زور دیا کہ الٰہی اور انسانی حکومت میں نمایاں فرق یہ ہے کہ آخرالذکر میں سزا بطور انتقام دیجاتی ہے۔ اور اول الذکر میں برائے اصلاح۔

آخر میں لکچرار نے اس مسئلہ کی وضاحت کی جو تمام مذاہب میں بمنزلہ سنگ بنیاد ہے۔ یعنی اس دنیاوی زندگی کے بعد انسان کی حالت اس ضمن میں مفصلہ ذیل نکات پیش کئے گئے۔

(۱) وہ تبدیلی جس کا نام موت ہے۔ نکوکاروں کے لئے صرف ایسی ہے جیسے ایک روشن کمرہ میں سے دوسرے روشن کمرہ میں چلا جانا (۲) نکوکاروں کو حیات بعد الموت کا تجربہ ایک دائمی امن وصلح اور خوشی کا تجربہ ہوگا۔ (۳) حیات بعد الموت ہماری روحانیت کا محض ایک تسلسل ہے۔ (۴) خطا کار ارواح کے لئے حالت اصلاح

میں سے گزرنا ضروری ہے۔ اور یہ حالت برخلاف اُس تصویر کے جو متی کی انجیل میں پیش کی گئی ہے، ایک عارضی حالت ہوگی۔ (۵) اسلام میں ہر شخص کی نجات کی تعلیم دی گئی ہے۔

بہی خواہان ووکنگ مسلم مشن کی خدمت میں ایک عرضداشت

(انگریزی مضمون سے ترجمہ کیا گیا)

شریکِ کار کے القاب سے ہم یادآوری کی جسارت کرتے ہیں۔ یقین ہے کہ آپ متعجب نہ ہونگے۔ کیونکہ یہ محض ایک اظہارِ حقیقت ہے۔ مغرب میں آپکی شرکت عمل کے بغیر ہمارا جہاد فی سبیل اللہ ایک مقدس خواب سے تعبیر کیا جاتا۔ ووکنگ مسلم مشن کی بقا آپ ہی کی شرمندۂ احسان ہے۔ آپ ہی کی پیہم حوصلہ افزائی اور کشادہ دستی کے طفیل ہم ایک ایسے نازک ترین زمانہ میں بھی، بلاخوف وخطر سرگرم عمل رہے۔ جس نے متعدد مستحکم اور جلیل القدر تحریکات کا پیش از وقت خاتمہ کر دیا۔ ووکنگ مسلم مشن گذشتہ بائیس سال سے رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ مغرب میں اصول اسلام کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے۔ یہ مبالغہ یا خودستائی نہیں کہ رسالہ اسلامک ریویو ہی صرف مغرب میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ایک امتیازی خصوصیت کا حامل ہے۔

کاش ہم اس عریضہ میں اسلامک ریویو کی اسلامی خدمات پر روشنی ڈال سکتے۔ ریویو کی کامیابی آپ کے پیش نظر ہے۔ یہ دنیائے اسلام کا عنصر ہے۔ آپ خود اس کے ناقد و ناظر ہیں۔ ہم اس کے شاندار ماضی سے بے اعتنائی اس لئے نہیں ظاہر کر رہے۔ کہ اس سے ہماری مراد اس کی تحقیر ہو یا ہمیں اس کا مطلق احساس نہیں۔ قطع نظر ازیں ہمیں اس امر کا خدشہ ہے کہ مبادا ماضی کی شوکت کا نشاط انگیز احساس ہمیں مستقبل کی طرف سے غافل نہ کر دے۔ اور ہم اپنی فتح ونصرت ہی کی ترانہ آفرینی میں مشغول رہیں۔ ہمیں مستقبل میں بھی مشن کے قیام وبقا کا خیال ہے۔ تحریکات پر محض عمل پیرا ہو جانا ہی کسی جلیل القدر کامیابی کے حصول کے لئے کافی نہیں۔ ہمیں میدان ترقی میں گامزن ہونا چاہیئے۔ اور علی ہذا القیاس مستقبل بھی مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔

یہ ایک ایمانی رکن ہے۔ کہ مسلمان دنیا میں تبلیغ اسلام کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔ قرآن شریف نے بارہا اس امر کی یاد دہانی کی ہے۔ ہماری کیفیت قرآن کریم نے اپنے مخصوص انداز میں خوب بالاختصار

بیان کی ہے۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس۔ تم خیر الامم ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

اس کے علاوہ اور کس طرح ہمیں یا آپ کو اطمینان ہو سکتا تھا۔ رسالہ اسلامک ریویو ایک نہایت حقیر اور غیر مکمل کوشش ہے۔ جو اس پیغام خداوندی کی تکمیل میں صرف ہو رہی ہے۔ گزشتہ کامیابیوں پہ قناعت کرنا۔ سہل ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یہ بھی آسان ہے کہ شاندار مستقبل کا خواب دیکھا جائے۔ لیکن ذمہ داری کے احساس کے بغیر اعزاز کا خیال۔ خواب پریشان سے کم نہیں۔ ذمہ داری پر ہی اعزاز کا مدار ہے۔ خیر الامم کے خطاب سے زیادہ اور کیا عزت افزائی ہو سکتی ہے۔

قرآن کریم نے جو نصب العین تجویز کیا ہے۔ وہ ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کے لئے محض ہنر و علم اور ہمدردی ہی درکار نہیں۔ بلکہ پروپاگنڈا بھی۔ جو بدقسمتی سے ہمارے نصب العین کی عظمت و اہمیت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ کوئی فرد واحد یا کوئی منتخب حذب الاعمال مغرب میں اسلام کی صحیح ترجمانی نہیں کر سکتا۔ مغرب میں اسلام کی تبلیغ کا کام اسی صورت میں چل سکتا ہے۔ اگر جملہ برادران اسلام دست اعانت دراز کریں۔

آپ کی حمایت کے طالب

خواجہ نذیر احمد (بیرسٹر ایٹ لا)

عبدالمجید (ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ امام مسجد ووکنگ انگلستان)

مدیران رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

انگریزی اسلامی ادبیات کی تشنگی

کہاں ہیں سقان اسلام جو اس تشنگی کی تسکین کریں

جناب امام صاحب مسجد ووکنگ۔ پیارے جناب۔ میں تہ دل سے ممنون ہونگا۔ اگر آپ رسالہ اسلامک ریویو اور دیگر اسلامی لٹریچر مجھے بہم پہنچا دینگے۔ اگر آپ مجھے اسلامی کتب کی فہرست ارسال فرماویں گے۔ تو میں ممنون ہونگا۔ تاکہ میں ان میں موزوں کتب خرید کر اپنی روحانی تشنگی کی تسکین کر سکوں۔ اور اسلام کا مجھے صحیح علم ہو جائے۔

ہوہرسٹ ہل
ہانٹس

آپ کا مخلص
کلیگ وگنیز

مغرب میں اسلام کی اشاعت

افنسو دو مارکٹ لین - گولڈ کوسٹ (افریقہ -)

جناب من - کچھ عرصہ ہوا میرے ایک دوست حاجی محمد امین صاحب نے اسلامک ریویو کے چند پچھلے پرچے مجھے پڑھنے کے لئے دئے تھے - میں فی الحال ویسلیئن کلیسا کا ایک میتھوڈسٹ مسیحی ہوں - لیکن ریویو کے مطالعہ کے بعد میرے دل میں اسلام کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوگیا ہے - کیونکہ مجھے معلوم ہوتا ہے - کہ اسلام ایک سیدھا سادھا مذہب ہے - جسمیں کوئی پیچیدگی نہیں ہے - اور مجھے خدا کی پرستش کا صحیح طریقہ معلوم ہوتا جاتا ہے -

اسلامی اخوت کا ثبوت مجھے حال ہی میں ایک مسلمان دوست کی وساطت سے ملا ہے مگر افسوس کہ میں اُن کے لکچروں سے مستفید نہ ہو سکا - کیا آپ ازراہ کرم قرآن کریم کے چند اوراق بطور نمونہ مجھے بھیج دینگے - اور اگر ہو سکے تو کچھ اسلامی لٹریچر بھی روانہ کیجئے کیونکہ میرے اندر اسلام کے متعلق تحقیقات کرنے کی غیر معمولی خواہش پیدا ہوگئی ہے - میں امید کرتا ہوں کہ آپ میری اس صاف گوئی سے ناراض نہیں ہونگے کہ میں بغیر تعارف اس طرح آپ کو تکلیف دے رہا ہوں - مجھے افسوس ہے - کہ میری طبیعت میں خیر او شر دونوں ملے ہوئے ہیں - میں اسلامی لٹریچر کو جو آپ بھیجیں گے بہت قدر کی نگاہوں سے دیکھونگا - کیونکہ میں اسلام جیسے روحانی ترقی عطا کرنے والے مذہب کے مطالعہ کا بہت شائق ہوں - آپ کی مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں -

آپ کا خادم - لے لوئی بلیس

ویلی (ہالینڈ) ڈیئر سر! میں ایک روشن خیال پروٹسٹنٹ ہوں میرے باپ اور دادا دونوں پادری تھے - اسلئے مجھے قدرتی طور پر مذہب سے دلچسپی ہے اور بلاشبہ مذہب مقدس ترین چیز ہے - اسلئے میں نے مذہب کے متعلق بہت سا لٹریچر بھی پڑھا ہے -

یونیورسٹی لائبریری میں مجھے آپ کی کتاب "ینابیع المسیحیت" دیکھنے کا اتفاق ہوا - میں نے اُسے دلچسپی کیساتھ پڑھا - کیونکہ اس کے اکثر مقامات سے مجھے اتفاق ہے بعض معاملات میں اختلاف ہے - لیکن ایسا ہونا بالکل قدرتی ہے - کیونکہ دو انسان کسی مسئلہ پر بالکل یکساں طور پر نہیں سوچ سکتے - بہرحال میں اس کتاب کو خرید کر اپنے پاس رکھونگا - کیونکہ آپ کا یہ دعوے بالکل صحیح ہے کہ مسیحیت میں بہت سی مشرکانہ رسوم پائی جاتی ہیں

سی - جونگ

الصّراط المستقیم

(از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان)

قرآن مجید نے صرف اللہ تعالےٰ ہی کو انسان کا مقصود قرار دیا ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ خدا کی معرفت حاصل ہو جائے۔ انسان کے لئے لازم ہے کہ صرف خدا ہی کی اطاعت کرے اور اُسی کی طرف متوجہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میری عبادت کا مقصود سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی ہستی نہیں ہے۔ انسان کو اس بلند مقام پر پہنچانے کی غرض سے قرآن پاک نے لفظ اللہ کو اپنی تعلیمات کا مرکز قرار دیدیا ہے اور اسکی ننانوے صفات حسنہ شمار کرنیکے بعد انکو انسانی افعال کیلئے بمنزلہ معیار قرار دیا ہے یعنی جو افعال ان صفات کے مطابق ہیں وہ اچھے ہیں۔ اور جو انکے خلاف ہیں وہ بُرے ہیں اور انہی اسمائے حسنہ کیمطابق اللہ تعالےٰ نے اوامر اور نواہی کا نظام قائم کیا ہے۔ جو افعال ہمارے اندر ان صفات حسنہ کا رنگ پیدا کریں وہ اچھے ہیں۔ اور انہیں اوامر کہتے ہیں۔ اسکے برخلاف جو افعال ان صفات کے مخالف رنگ پیدا کریں۔ وہ نواہی کے ذیل میں آتے ہیں۔ بالفاظ دگر قرآنی احکام ان اسمائے حسنہ کے صریح نتائج کا نام ہے۔ اور طریق عبادات اور عقائد بھی انہی کی مطابقت میں قائم کئے گئے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے بعض حالات میں ان احکام کو مظاہر فطرت کی مدد سے مبرہن کیا ہے۔ اور قرآن مجید میں ایسے افراد کا تذکرہ ہے جنہوں نے ان اوامر و نواہی پر عمل کر کے یا بالفاظ دگر اپنی زندگیوں کو اسمائے حسنہ کے مطابق بنا کر اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کی، اور ان لوگوں کا بھی ذکر ہے۔ جنہوں نے ان پر عمل نہ کیا۔ اور مغضوبین اور ضالین بن گئے۔

یہ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ یعنی اللہ، اسکی صفات، اور ان صفات کے مطابق عبادت اوامر و نواہی اور اُن پر عامل جنکو صراط المستقیم پر چلنے والے یا وہ جن پر انعام کیا گیا، کہتے ہیں۔ اور جو لوگ ان پر عمل نہیں کرتے وہ مغضوبین اور ضالین کہلاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ سب کا خلاصہ اللہ ہی ہے۔ اور یہی اس قول کا مطلب ہے کہ سارا قرآن شریف سورہ فاتحہ میں آجاتا ہے۔ اور تمام سورہ فاتحہ صرف ایک لفظ "اللہ" میں محصور ہے۔ باقی جو کچھ ہے۔ وہ سب اُسی ایک ذات کے مختلف مظاہر ہیں۔

اور تمام کائنات اسمائے الہٰی کا پرتو ہے۔ پس کیا عجب اگر موحد انسان دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ یہ منشائے ایزدی کے عین مطابق ہے۔ اور یہ حدیث کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی توحید کا اقرار کرے گا۔ بہشت میں جائے گا۔ بالکل سچ ہے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ یہ اقرار محض زبانی جمع خرچ نہ ہو۔ جس کی قیمت ایک مشہور کلمہ کی لفظی تکرار سے زیادہ نہیں۔ یہ تمام اسمائے حسنہ اُن اخلاق عالیہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جن کا پیدا کرنا ممکنات انسانی میں سے ہے اور ہم ایک حد تک اپنی زندگی میں اُن اسماء کا رنگ بھی نمایاں کر سکتے ہیں۔ جنکو بعض صوفیاء نے اسمائے ذات کہا ہے۔ یہ تو مسلّم ہے کہ ہم صرف انہی اشیاء کو جان سکتے ہیں۔ جو ہمارے دائرہ معلومات کے اندر ہیں۔ خدا کی ذات خواہ کچھ ہی ہو۔ ہم صرف اُس کے اُس پہلو کو سمجھ سکتے ہیں۔ جس کے متعلق ہمارا دماغ تصوّرات قائم کر سکتا ہے۔ جب تک خود ہماری فطرت میں صفات رحم عفو۔ ستاری۔ شکر گذاری۔ قدرت اور طاقت مرکوز نہ ہوں ہم اسوقت تک خدا کو بحیثیت رحیم غفور۔ ستار۔ قادرالمطلق اور مہربان کے ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن اس کے یہ معنیٰ ہرگز نہیں ہیں کہ خدا کی صفات کو ہم اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ یا ہم نے انسانی صفات اس کیطرف منسوب کر دی ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو دوسرے لوگوں پر بھی اس حقیقت کا انکشاف ہوتا اور تمام دُنیا کے عقلمند لوگ، وحی اور الہام کی مدد کے بغیر ہی خدا کے متعلق یہ خیالات پیدا کر لیتے۔ انبیاء کی تخصیص باقی نہ رہتی۔ اور یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اُمّی محض تھے، اپنی کوشش سے الوہیت کے متعلق یہ انکشافات نہ فرما سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی صفات، انسان پر اسی حد تک منکشف کی ہیں، جس حد تک انسان نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اور وہ اپنے آپ کو اسی قدر ظاہر کرتا ہے جس حد تک انسان اُسے سمجھ سکے، اور اس کی صفات کا تصوّر کر سکے۔ اور یہ بات ہماری اپنی فطرت کے خواص سے ثابت ہے۔ فطرت میں ہر شے کے اندر مخفی استعدادیں موجود ہیں۔ لیکن ہم اشیائے کائنات کو اسی حد تک سمجھ سکتے ہیں۔ جہاں تک اپنی ہماری لیاقت ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی شے کے متعلق ہمارا تصوّر اس کا پورے طور پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ ایک مخصوص تصوّر، کسی شے کا، کچھ نہیں، مگر وہ ہماری اپنی قابلیت کا آئینہ ہے، اس پر صفات الٰہیہ کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ ہم خدا تعالےٰ کو پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ ہم اس کے صفات کو کسی حد تک سمجھ سکتے ہیں۔ اسی لئے خلاق فطرت

انسانی نے، انسان کے اندر بعض صلاحیتیں ودیعت کر دیں اور اُن کے مطابق اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے ہمارے اندر یہ قابلیت رکھ دی ہے کہ ہم اس کی بعض صفات کو سمجھ سکتے ہیں اور پھر اس کو اپنے سامنے بطور نمونہ کے رکھ لیں۔ جس کی تقلید کی جائے۔ خدا نے اپنی ذات کو ہمارے لئے مطمح نظر قرار دیا تاکہ ہم اپنے اندر شان کمال پیدا کر سکیں۔ اور یہ حدیث کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

ان حقائق کو مدنظر رکھ کر، ہم بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ فطرت انسانی کی تکمیل کے لئے، توحید الٰہی پر ایمان لانا کس قدر ضروری ہے۔

خدا تعالےٰ نے ہمیں بعض استعدادیں عطا کی ہیں جو کہ اسمائے الہیہ سے مطابقت رکھتی ہیں۔ اور ان کو بروئے کار لا کر، ہم اپنے اندر اعلیٰ اخلاقی خوبیاں پیدا کر سکتے ہیں، گویا صفاتِ الہیہ ہمارے اخلاق کے لئے بمنزلہ معیار ہیں۔ اور اخلاقی خوبیاں، اُن جذبات اور احساسات کا دوسرا نام ہے، جو صفات الہیہ کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں اور بدی اُن جذبات کا نتیجہ ہے جو صفات الہیہ کے برخلاف ہوں پس توحید الٰہی پر اعتقاد رکھنا، گویا اپنے آپ کو صفات الہیہ کے ایسے رنگ میں رنگین کرنا ہے، جس میں کسی خارجی عنصر کی آمیزش نہ ہو۔ یہ طریق عمل ظاہر ہے۔ کہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ لیکن جو شخص اس کام میں کامیاب ہو جائے۔ وہ بلاشبہ ملکوتی صفات سے متصف ہو جائے گا۔

اللہ تعالےٰ کی صفات پر، جس طرح کہ وہ قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں، غور کرنے سے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ اگر جماعت انسانی کے افراد، اپنے اپنے طرز عمل سے صفات الہیہ کے خواص کا، دیانتداری کے ساتھ اظہار کرنے لگیں، تو انسانی جماعت، مرتبہ کمال کی انتہائی بلندی پر پہنچ سکتی ہے تب آسمانی بادشاہت، اسی زمین پر قائم ہو جائے گی۔ اور جس طرح اللہ تعالےٰ کی مرضی آسمان میں پوری ہوتی ہے۔ یہاں بھی پوری ہونے لگے گی۔ اور جناب مسیحؑ کی دعا کا جسے خداوند کی دعا کہتے ہیں۔ دراصل یہی مطلب تھا۔ اور یہ دُعا صرف اسی رنگ میں پوری ہو سکتی ہے اور یہ محض تمنا آرزو ہی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اپنی آنکھوں سے اس دُعا کو پورا ہوتے دیکھ لیا تھا۔

مثلاً، ہم عقیدۂ توحید الٰہی کو معاملاتِ سلطنت پر منطبق کرتے ہیں۔ اگر دنیاوی حکومتیں ایمانداری کے ساتھ خدا کی توحید پر ایمان لے آئیں تو تمام پیچیدہ سیاسی مسائل اور بین الاقوامی پیچیدگیاں آنِ واحد میں دور ہو سکتی ہیں، مسلمان اپنے بادشاہوں کو "ظل اللہ" سمجھتے ہیں۔ اور اگر کوئی حکومت یا بادشاہ اپنے معاملات میں، خدائی صفات کا رنگ پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اسکی بادشاہت کو یقینی طور پر دوام نصیب ہو جائے گا۔

واضح ہو کہ جملہ صفات الٰہیہ، ان صفات اربعہ میں محصور ہیں۔ جن کا تذکرہ سورۂ فاتحہ میں کیا گیا ہے۔ یعنی ربّ، رحمٰن، رحیم اور مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن اور اسی لئے ان صفات کو اُمّ الصفات کہتے ہیں، اب غور کیجئے کہ رب العالمین کی حکومت میں، نسل، رنگ، زبان یا قومیت کا کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا۔ اللہ کی نعماء سب انسانوں کے لئے یکساں طور پر نازل ہوتی ہیں۔ کیونکہ اسکی مشیت کا تقاضا ہی یہ ہے۔ اگر اس کے بندے، ہم آہنگی کے ساتھ اس کی پرستش کرتے ہیں، تو اس کی وجہ یہ ہے، کہ اس کی برکات، سب لوگوں پر بغیر کسی امتیاز کے نازل ہوتی ہیں، خدا کی ذات، یقیناً انسان کی ذات سے مختلف ہے۔ لیکن اس کے غیر جانبدارانہ طریق کی وجہ سے ہر شخص اس کی فرمانروائی کو تسلیم کرتا ہے، اور چونکہ اسکی حکومت ہمارے اپنے ہی فائدہ کے لئے ہے۔ اس لئے دنیاوی حکومتوں کو اسکی تقلید چنداں دشوار نہیں ہے کہ وہ اپنے دنیاوی طرز عمل میں اخلاق الٰہیہ کا رنگ پیدا کریں۔ بظاہر تو ساری حکومتیں یہی کہتی ہیں۔ کہ ہم رعایا کے فائدے کے لئے حکومت کر رہے ہیں، لیکن یہ محض ایک سیاسی چال ہے۔ جس میں اب کوئی شخص نہیں پھنس سکتا۔ اگر حکومتیں رب العالمین کے خواص اختیار کر لیتیں، اور ان امتیازات کو جو اُن کے اور رعایا کے مابین پائے جاتے ہیں، دور کر دیتیں۔ تو سوراج کا مسئلہ کبھی کا طے ہو چکا ہوتا۔ اس کے بعد دوسرا قدم یہ ہے کہ مفید ادارے قائم کئے جائیں مثلاً سکول اور کالج اور صنعت و حرفت کے کارخانے بغیر اس کے کہ رعایا درخواست کرے، اور اُن پر مزید ٹیکس کبھی عائد نہ کیا جائے، تاکہ وہ اپنی استعدادوں کو بروئے کار لا سکیں، اور مملکت کے مخفی خزانوں اور معدنی پیداوار کو اپنے بہترین مفاد کے لئے استعمال کر سکیں۔ بلا شک وہ حکومت جو اپنی رعایا کی امداد کرتی ہے۔ خزانہ سرکاری سے روپیہ خرچ کرے گی۔ لیکن ایسا

کرنے میں وہ اپنے اندر رحمانیت کا رنگ پیدا کر سکتی ہے۔ اور اپنی رعایا کیساتھ اسی رنگ میں برتاؤ کرے گی۔ رحمانیت کے معنیٰ ہیں کسی کے ساتھ بلا توقع معاوضہ کے، سلوک کرنا۔ اگر کوئی حکومت مالیہ وصول کرنے کے بعد، وہ رقم رعایا کے بھلے کے لئے استعمال کرتی ہے، تو اس طرح وہ اپنی طرز حکومت میں رنگ رحمانیت پیدا کرتی ہے۔ لیکن ساری مشکل تو یہ آن پڑی ہے، کہ آجکل کی حکومتیں خواہ مذہب اور نسل کے اعتبار سے وہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں، اپنے اپنے ذاتی فائدہ کے لئے حکومت کرتی ہیں موجودہ حکومتوں کی فوجیں، خلیفہ ثانیؓ کی افواج کی طرح دیگر ممالک کو اس لئے فتح نہیں کرتیں کہ ان کے باشندوں کو غلامی سے رہائی دے کر، ان پر انہی کے فائدہ کے لئے حکومت کی جائے آجکل حکومتوں کا طرز عمل تاجرانہ نظر آتا ہے۔ مثلاً پہلے وہ اس امر کا تیقن کرتے ہیں کہ فلاں ماتحت ملک کا خراج اس کی آمد سے زاید ہے یا نہیں۔ اس کے بعد وہ یہ انتظام کرتے ہیں کہ خراج کا کثیر حصہ حکمران قوم کے فائدہ کے لئے خرچ کیا جائے۔ انہیں رعایا کے بہبود کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ آجکل کوئی قوم کسی ملک پر اس کے باشندوں کے فائدہ کے لئے حکومت نہیں کرتی۔ کیونکہ ایسا کرنا تجارتی اصولوں کے خلاف ہوگا۔

صفت رحیمیت کے بموجب اللہ تعالےٰ نکوکاروں کو انکے اعمال کا دس گنا بلکہ سو گنا اجر عطا کرتا ہے اگر کوئی اجنبی حکومت آج اس اصول پر عامل ہو جائے تو وہ یقیناً رعایا کا دل اپنی مٹھی میں لے سکتی ہے لیکن موجودہ حکومتیں اس اصول کی طرف توجہ ہی نہیں کرتیں۔ اور اگر رعایا کی حسن کارگذاری کے صلہ میں وہ کچھ مہربانی کرتی بھی ہیں، تو ان کا یہ طرز عمل نہ لائق تحسین ہے نہ قابل تعریف، مختلف محکموں میں سرکاری ملازموں کو جو تنخواہیں ملتی ہیں وہ ان کی خدمات کا پورا پورا معاوضہ نہیں ہیں اور یہ بات تاسف انگیز ہے۔ کہ مغربی معیار حسن و قبح، مشرقی معیار سے بالکل مختلف ہے۔ ایشیائی افراد حکمرانوں کو خدا کا سایہ یقین کرتے ہیں، اور اس لئے قدرتی طور پر حکمرانوں سے فیض و کرم اور انعام بے پایاں کے جو بلا امتیاز عطا کیا جائے۔ متوقع ہوتے ہیں۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں ہے مشرقی حکمرانوں کی روایات میں اس قسم کی بخشش داخل ہے۔ لیکن مغربی اقوام ہر چیز کو تجارتی نقطہ نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ اور چونکہ بادشاہ، ایک مشرقی قول کے مطابق ظل اللہ ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی معمولی انسان بھی صفات الٰہیہ سے رنگین ہو جائے۔ تو وہ کامل انسان بن جاتا ہے۔ اس لئے یہ تجارتی نقطہ نگاہ، مغربی اقوام

کو کبھی ہرگز رعایا میں ہردلعزیز نہیں بنا سکتا۔

صفت مالکیت کا تقاضہ یہ ہے۔ کہ قانونِ مکافات برابر کام کرتا ہے۔ اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا، یا سزا ملے۔ اس خاص معاملہ میں قانونِ جزا تو برابر کام کرتا ہے۔ لیکن سزا ہی کا اصول یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص ایسا گناہ کرتا ہے جس سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہو تو اُسے فوراً سزا ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ گناہ خدا یا اسکی حکومت کے خلاف ہو، جسے ہم مشیئت ایزدی کہتے ہیں تو خدا تعالئے ملزم کیساتھ مہربانی کا برتاؤ کرتا ہے۔ پس دنیاوی حکومتوں میں رنگ مالکیت پیدا ہو سکتا ہے مگر وہ بھی ان مجرموں کو معاف کردیا کریں، جو حکومت کے خلاف کوئی جرم کرتے ہیں۔ اس قسم کی معافی کو مناسب حدود کے اندر رکھنا مثلاً اگر مجرموں کی نیت، سلطنت کی بیخکنی ہو تو رحم کا دروازہ بند کردینا چاہیئے۔

لیکن میری رائے میں موجودہ حکومتوں میں پہلی تین صفات بالکل نہیں پائی جاتیں۔ اگرچہ چوتھی صفت کسی حدتک اور کسی شکل میں ضرور پائی جاتی ہے۔ لیکن اس صفت مالکیت میں ایک بات اور بھی ہے جسے اگر موجودہ حکومتیں مدِنظر رکھیں تو یقیناً انکی ہردلعزیزی میں اضافہ ہوجائے گا۔ اور خوشحالی اور استقلال حاصل ہوگا، اگر حاکم اور محکوم میں مالکیت کا تعلق ہے تو حاکم جو سزا محکوم کو دیگا، اُس کا مقصد محکوم کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ تاکہ انجام کار اسکو فائدہ پہنچے، لیکن کوئی آقا اپنے غلام کو اسقدر سخت سزا نہ دے گا۔ جس کی وجہ سے وہ غلام خدمت کرنے سے بھی معذور ہو جائے۔ بالفاظ دگر مالک یوم الدین کی سزا میں انتقامی رنگ نہیں ہوتا۔ جس طرح کہ انسان اپنے دشمنوں کے لئے روا رکھتا ہے۔ علاوہ بریں ایک آقا کبھی اپنے خادم کی اپنی بھلائی کے لئے اُسے سزا دیتا ہے۔ تاکہ وہ تلافی مافات کرسکے اور آئندہ کے لئے اپنے طرزعمل میں اصلاح کرلے، اگر سرکاری حکام آج اپنی منتقمانہ روش چھوڑ دیں، اور حکومت کے خلاف مجرموں سے دلمیں کدورت نہ رکھیں اور انہیں ایسی سزائیں نہ دیں جو انجام کار مہلک ثابت ہوں، اس کے بجائے مجرموں کو اُن کے اپنے بھلے کے لئے اور حکومت کے بھلے کے لئے سزا دیں۔ تو وہ رعایا میں ہردلعزیز ہو سکتے ہیں اور اس وجہ سے اجنبی حکومتیں بھی ہردلعزیز ہوسکتی ہیں

ان باتوں کا ہمارے موضوع سے اس حدتک تعلق ہے کہ سب افراد، توحید الٰہی کا عقیدہ اختیار کرلیں۔ اور اس کے بعد اپنے طرزعمل میں اللہ تعالئے کی ان صفات کا رنگ پیدا کریں۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوجائے۔ تو یہ دنیا بہت جلد جملہ مصائب سے نجات پاجائے۔ اور چونکہ

حکومت اور سلطنت، انسانی سوسائٹی کے اجزائے لازمی ہیں، لہٰذا حکومت کے وزرا اور عمّال کو ہمیشہ توحید الٰہی کے عقیدہ پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور دنیا کی تاریخ میں، آج سے بڑھکر اس عقیدہ پر عامل ہونے کی ضرورت پہلے کبھی نہ تھی۔ چونکہ حاکم اور محکوم میں عموماً نسلی امتیاز ہوتا ہے۔ اسلئے اول الذکر کا ہر فعل آخرالذکر کے اندر بدگمانی کا رنگ پیدا کرتا ہے۔ آج ہندوستان میں بھی بڑی بےچینی رونما ہو رہی ہے۔ لیکن ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اسقدر مختلف اقوام آباد ہیں اور اسقدر اختلاف السنہ موجود ہے ایک اجنبی حکومت نسبتاً بآسانی کیساتھ، ہر دلعزیزی ثابت کر سکتی بشرطیکہ اس کے عُمّال اپنے طرز عمل میں رحمدلی، مہربانی اور کرم کا رنگ پیدا کرلیں۔ اور یہ تینوں خوبیاں دراصل خدا تعالےٰ کی صفات ربوبیت رحمانیت اور رحیمیت کا عکس ہیں۔ حکمرانوں کے علاوہ محکوم اقوام بھی ان آیات سے بہت کچھ سبق حاصل کر سکتی ہیں۔ بشرطیکہ وہ ان اسمائے حسنہ پر غور کریں۔ جن کے ماتحت قرآن میں اوامر و نواہی مرتب کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی قرآن مجید کو تمام الہامی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ دوسری کتب اس مسئلہ پر خاموش ہیں لیکن قرآن مجید نے اسبات کو صاف کر دیا ہے۔ کہ اگر کوئی حکومت اپنی مسلم رعایا کے اندر رنگ انقیاد پیدا کرنا چاہتی ہے۔ تو اُسے قرآنی تعلیمات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں، بغاوت طغیان نافرمانی، تنازع، قانون شکنی، اور دوسروں کی حق تلفی سے انتہائی نفرت اور غضب کا اظہار کیا ہے۔ اور اگرچہ قرآن مجید نے قومی یا آزاد حکومت کو پسند کیا ہے۔ تاہم اجنبی حکومت کے ساتھ بھی وفاداری اور اطاعت کو مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے "اطاعت کرو اللہ کی، اور اطاعت کرو اسکے رسول کی اور اُسکی جو تم میں صاحب امر ہو"۔ بلاشُبہ دوسری الہامی کتابوں میں اس تعلیم کی نظیر مشکل ہی سے ملیگی۔ صاحب امر کی تعبیر میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ اور ہے بھی، مثلاً بعض کہتے ہیں کہ مِنْکُمْ سے مراد یہ ہے کہ وہ صاحب امر تم مسلمانوں میں سے ہو، بعض کہتے ہیں کہ نہیں مسلمان ہونے کی شرط نہیں ہے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ بعض کہتے ہیں کہ ہمیں صرف مسلمان حکمران کی اطاعت کرنی چاہئے بعض کہتے ہیں، نہیں حکمران کی اطاعت فرض ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ لیکن اگر ہم دوسری رائے بھی تسلیم کریں تو بھی ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کسی منطقی قضیئہ کا عکس یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ صحیح ہو۔ پس اگر "منکم" سے مراد صرف مسلمان حکمران ہی ہوں تو بھی اسکے یہ معنی تو نہیں کہ غیر مسلم حکمران کی اطاعت نہ کیجائے۔ ایک ایسا مذہب جو عالمگیر ہونے کا مدعی ہو جسکی کتاب خدا کا آخری پیغام ہو۔ وہ یقیناً اپنے پیرؤں کو یہ حکم نہیں دیسکتا کہ جب تم غیر مسلم حکومت کے ماتحت ہو تو اپنی زندگی کے اسلامی اصولوں کو

کیونکہ خود قرآن مجید نے ، بہرکیف ، مسلمانوں کو بغاوت سے منع کیا ہے - اور قانون شکنی اور بدنظمی پھیلانے سے روکا ہے۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ احکامات صرف اسلامی ممالک میں قابلِ عمل ہوں اور غیر اسلامی حکومت میں منسوخ ہو جائیں۔ قرآن مجید نے تو کسی جگہ اسی قسم کی تفریق نہیں کی ہے۔ علاوہ بریں اُس میں صاف طور پر لکھا ہُوا ہے۔ کہ عیسائی اور یہودی قیامت تک دنیا میں باقی رہینگے۔ یعنی مسلم اور غیر مسلم ہمیشہ دوش بدوش زندگی بسر کرینگے۔ حکومت کسی خاص قوم سے مختص نہیں کی گئی ہے۔ بعض اقوام حکومت کی اہل ہیں بعض نہیں ہیں۔ قرآنی آیت " ہم دیکھینگے کہ تم میں سے کون نیک عمل کرتا ہے" اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے ، خدا اس قوم کو حکومت عطا کرتا ہے۔ جو خواہ اس کا مذہب کچھ ہو۔ حکومت کرنے کی اہل ہوتی ہے دراصل وہ قوم اسی حد تک خدا تعالےٰ کے مالک الملک ہونے پر ایمان رکھتی ہے۔ لیکن جب وہ قوم عیاشی اور پستی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اور اخلاقِ حسنہ سے عاری ہو جاتی ہے۔ تو پھر وہ اس آیت کے آخری حصّہ کی مصداق بن جاتی ہے۔ تو جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے"۔ تو جو کتاب ایسے اصول کی تلقین کرتی ہے ۔۔ اور وہ مذہب جو سراپا امن ہے ، اور سلامتی کی اسقدر عزت کرتا ہے کہ اُس نے اپنے پیرووں کو بروقت ملاقات ایک دوسرے سے یہ کہنے کا حکم دیا ہے - "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ" ایسا مذہب بغاوت کی تعلیم کس طرح دے سکتا ہے ؟ ایسا کہنا نہ صرف اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ بلکہ خود مذہب اسلام کی توہین ہے۔

اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ سے مراد اسلامی اور غیر اسلامی دونو حکومتیں ہو سکتی ہیں۔ اگر کسی اجنبی حکومت کے عمال ، خواہ اُنکے مذہبی معتقدات کچھ ہی ہوں نسلی امتیازات کو مٹا دیں تو وہ محکوم اقوام کے مساوی الدرجہ ہو جائینگے ، لیکن وہ حکومتیں جو راعی اور رعایا میں شدید نسلی امتیازات روا رکھتی ہیں ، جو اپنی قوم کے افراد سے بمقابلہ رعایا امتیازی سلوک روا رکھتی ہیں ، وہ اپنے طرزِ عمل سے یہ ثابت کرتی ہیں کہ وُہ "مِنْكُمْ" میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اس آیت پر کافی غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ لفظ مِنْكُمْ میں اسقدر وسعت ہے کہ اس میں مذہب اور نسل کا کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ، حکومت کا بھی خود ایک مذہب ہوتا ہے ، اور وہ انصاف ہے اور جس حکومت کا مذہب عدل و انصاف نہیں ہے ، وہ اس "مِنْكُمْ" میں داخل نہیں ہو سکتی ٭ ٭ ٭

اسلام اور مسیحیت

از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی۔اے امام مسجد ووکنگ انگلستان

مندرجہ بالا موضوع پر جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی۔اے۔ امام مسجد ووکنگ انگلستان نے ایک بصیرت افروز لیکچر لیڈز یونیورسٹی ریفکٹری میں دیا۔ "اسلامک سوسائٹی" انگلستان کی کلیسائی سوسائٹی اور "عیسوی طلباء کی تحریکات" کی ہر سہ مشترکہ مجالس نے اس لیکچر کے انعقاد کا جملہ اہتمام بڑے اشتیاق سے کیا۔ اس لیکچر میں سامعین کی کافی تعداد تھی۔ اور ہر ایک شخص نے ہر دو اہم مذاہب کے موازنہ کو بڑی دلچسپی سے سُنا۔ مترجم

میرا مضمون آج کی شب، اس لئے اور بھی مشکل ہے کہ اسمیں موازنہ مابین مذاہب بھی شامل ہے۔ اور موازنہ جیساکہ آپ جانتے ہیں، ہمیشہ تکلیف دہ ہوتا ہے لیکن چونکہ دونو مذاہب کے وکلاء کی طرف سے، بارہا موازنہ ہو چکا ہے اور تصویر کے ایک رُخ کو بہت زیادہ نمایاں کیا گیا ہے۔ تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے رُخ کو بھی قدرے نمایاں کیا جائے۔

آیئے آغاز اسلام پر غور کریں، ساتویں صدی عیسوی میں، جبکہ بقول سر ولیم میور، فرسودہ بیکار دہ اور مختلف فرقوں میں منقسم مسیحیت نے سچے عقائد کی جگہ توہمات کو جگہ دیدی تھی۔ اسلام کا آغاز ہُوا۔ جے ایچ ڈینیسن لکھتے ہیں "اُس زمانہ کی مہذب دُنیا، تباہی کے کنارہ پر کھڑی تھی، تہذیب مثل ایک بڑے درخت کے، جس کی پتیاں تمام دنیا کو ڈھکے ہوئے تھیں، کھوکھلی ہو چکی تھی اور گر پڑنے کے قریب تھی" ملک عرب تاریک دنیا میں تاریک ترین مقام تھا۔ اس ملک میں وحشی لوگ آباد تھے، جو دینی یا دنیوی کسی ضابطۂ قانون سے آشنا نہ تھے۔ رات دن خونریزی کرتے تھے۔ اور ہر قسم کی ظلمرانی میں مشاق تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، بانیٔ اسلام، اسی قوم میں پیدا ہوئے تھے۔ انہی میں وعظ کیا، اور اسطرح اس مثل کی تردید کی کہ "کسی نبی کی اُس کے وطن میں عزت نہیں ہوتی۔ ملک عرب نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیر قیادت ایک مذہب ضابطۂ زندگی اختیار کر لیا۔ اور پھر اسکی معرفت تمام دنیا نے۔ بالفاظ کارلائل "ایک

صدی کے بعد اگر مغرب میں اسلام کا پرچم غرناطہ پر لہرا رہا تھا تو مشرق میں دہلی پر۔ یہاں شجاعت شوکت اور حکمت کا بازار گرم تھا۔ اور صدیوں سے عرب کا نام دنیا کے ایک معتد بہ حصہ میں عزت کیساتھ لیا جاتا ہے"۔

واضح ہو کہ طلوع اسلام کیوقت، مسیحیت کو سلطنت روما کی اور یہودیت کی روایات کی طاقت حاصل تھی۔ نیز یونانی اور رومن کلچر کی تائید بھی حاصل تھی۔ اس کے باوجود، اسلام سرسبز ہوا۔ اور ہر پہلو سے اسلام کی ترقی کے سامنے مسیحیت کا اقتدار اور اس کی ترقی سب ماند پڑ گئی۔ اور ایک زمانہ ایسا آیا جبکہ زندگی اور دنیا کے ہر شعبہ میں چار دانگ عالم مسلمان ہی مسلمان نمایاں تھے دنیا کی تین عظیم الشان تہذیبوں کا شاندار ورثہ حاصل کرنے کے باوجود، مسیحیت کو اسلام کے مقابلہ میں سخت ناکامی حاصل ہوئی۔ کلچر۔ علم وفن، سیاست اور تدبر ملکی غرضیکہ ہر شعبہ میں اسلام کو مسیحیت پر غلبہ ہوا۔ بدقسمتی سے، بعض وجوہ کی بنا پر، اسلام کا یہ شاندار کارنامہ موجودہ تاریخ کے صفحات میں ایسا پوشیدہ ہوگیا ہے۔ کہ آج مسلم اور غیر مسلم دونوں کی سمجھ میں یہ بات مشکل سے آتی ہے۔ کہ ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جبکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام مسیحیت کا کامیاب مقابلہ کرسکتا تھا۔ مسیحیت کے ہزاروں مبلغین جنکی نظر میں، اس دنیا کی بادشاہت محض اک ابتلا ہے، موجودہ تہذیب کی بناء پر۔ اسلام کے بالمقابل مسیحیت کی فوقیت ثابت کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ لوگ موجودہ تہذیب کو غلط یا صحیح طور پر مسیحیت سے وابستہ کہتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اسلام کی تاریخ میں کوئی شاندار زمانہ گزرا ہی نہیں۔ چنانچہ انہوں نے صدہا کتابیں اس مقصد کے لئے لکھی ہیں۔ کہ اسلام کسی متمدن قوم کا مذہب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ بالفاظ دگر اسلام نے کبھی کوئی تہذیب دنیا میں قائم نہیں کی اور مسیحی اقوام ہمیشہ سے مہذب رہی ہیں، اور موجودہ تہذیب مسیحیت ہی کیوجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ اسلام کے ماضی کی ایک جھلک سامعین کو دکھائی جائے اور مسیحیت اور موجودہ تہذیب کے باہمی تعلقات کے بعض خصائص بھی نمایاں کئے جائیں۔ اسلامی تہذیب کی شوکت دکھانے کے لئے میں آپکو ازمنۂ قدیمہ کی سیر کراؤں گا۔

سندباد جہازی کی طرح ہم دریائے دجلہ کے کنارے شہر بغداد میں وارد ہوتے ہیں۔ جس کا ذکر آپ کی الف لیلےٰ میں ملتا ہے، خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں، بغداد اسلام کا دارالحکومت سلطنت کا پایۂ تخت عراق کی آنکھ اور تہذیب وتمدن اور علم وفن کا مرکز تھا۔ منصور عباسی آئین حکمرانی کے اعتبار سے بھی روشن خیال تھا اور علوم وفنون کی قدردانی کے لحاظ سے بھی۔ اسکے متعلق لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اُسے قاضی مدینہ کی عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ بعض تاجران شتر نے طلبی کرائی تھی۔ چونکہ قانون کی نظر میں سب انسان یکساں ہیں۔ اس لئے خلیفہ

اصالتاً عدالت میں حاضر ہوا۔ صرف اس کا ملازم خاص اُس کے ساتھ تھا۔ وہ قاضی کے سامنے ایک معمولی انسان کی حیثیت سے کھڑا ہوا، اور قاضی نے اسکو دیکھ کر اسکی تعظیم بھی نہیں کی۔ مقدمہ، مدعی کے حق میں فیصل ہوا۔ منصور نے قاضی کی دیانت اور آزادی رائے کو پسند کیا اور بعد ازیں اُسے بہت انعام دیا۔ اس خلیفہ نے بغداد کو علم و فن کا مرکز بنانے میں بڑی کوشش کی اور کتب حکمت و فلسفہ کے تراجم کا ایک محکمہ بھی قائم کیا۔

منصور کے کام کو اُس کے لائق پوتے ہارون الرشید نے، جسے مؤرخین نے دُنیا کے عظیم الشان حکمرانوں میں شمار کیا ہے، جاری رکھا۔ منجملہ اُن علماء اور فضلاء کے جو اس کے عہد میں مشہور ہوئے، اصمعی نحوی، ابراہیم موصلی موسیقی دان اور جبرئیل طبیب کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ہارون چونکہ خود شاعر تھا۔ اس لئے شعراء کا قدرتی طور پر قدر دان تھا۔ اُس نے مغربی ممالک سے بھی مراسلت کا سلسلہ قائم کیا۔ اور مشرق سے بھی، اور وہ پہلا خلیفہ تھا جس کے دربار میں شہنشاہ چین اور شارلیمان کے دربار سے سفارتیں آئیں، اور جو عجیب و غریب گھڑی اُس نے شارلیمان کو ہدیۃً بھیجا تھا۔ وہ آج بھی صنعت و حرفت کا ایک حیرت انگیز کارنامہ خیال کیا جاتا ہے۔

سید امیر علی لکھتے ہیں:" مامون کا عہد حکومت عربوں کی تاریخ میں سب سے زیادہ شاندار زمانہ گزرا ہے۔ اور اسے بجا طور پر اسلام کا عہد اعظمی قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بیست سالہ عہد حکومت نے مسلمانوں کے تمام عقلی کارناموں پر اپنا گہرا نقش چھوڑا ہے اس کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے علوم و فنون کو کس قدر ترقی دی۔ انکی کامیابی علم و فن کے کسی خاص شعبہ تک محدود نہ تھی۔ بلکہ انہوں نے تمام شعبوں کی آبیاری کی۔ فلسفہ اور ادب کی خدمت اسی ذوق کے ساتھ کی، جس کے ساتھ سائنس کی کی۔ ریاضی فلسفہ سائنس ہیئت اور طب وغیرہ جملہ علوم نے نہایت شاندار ترقی حاصل کی اور پھر مسلمانوں نے اپنا علمی ورثہ یورپ کو عطا کیا۔ یعنی ایشیائی تہذیب مسلمانوں کی وساطت سے عربی اسپین میں پہنچی نیز اُس سے مسیحی قسطنطنیہ نے بھی استفادہ کیا۔ اور ان دو کی معرفت موجودہ یورپ اس ابر کرم سے فیض یاب ہوا۔

مامون کی شہرت کے ساتھ اسکی رواداری اور سیاسی دانشمندی کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ اُس نے باقاعدہ ملکی کونسل قائم کی تھی۔ جس میں اس کی ماتحت رعایا کے ہر طبقہ کا نمایندہ موجود تھا۔ مسلم۔ مسیحی۔ صابی۔ مجوسی اور ہنود وغیرہ سب کو اپنی حفاظت ملی کے لئے یکساں حقوق حاصل تھے۔ ضمیر کی اور تقریر کی آزادی ہر شخص کو حاصل تھی۔ لیکن مامون نے اس سے بھی آگے قدم بڑھایا۔ اس کے عہد حکومت میں خانقاہیں گیارہ ہزار گرجے اور صومعے اور صدہا مناور اور معابد موجود تھے، لیکن اُس نے کسی عبادت گاہ سے ملحق جائداد یا وقف کو ضبط نہیں کیا۔

اور نہ کسی مذہبی آدمی کو اس کے حقوق اور مراعات سے محروم کیا۔

عبرانی۔ سریانی کلدانی اور یونانی کتب سے تراجم کا کام قسطا بن لوقا کی نگرانی میں انجام پاتا تھا۔ اور پہلوی تراجم کا، یحییٰ بن ہارون کی، اور سنسکرت تراجم کا کام دوبان برہمنی کی نگرانی میں تھا۔ زمین کا سائز اسوقت ناپا گیا۔ جبکہ مسیحی دنیا اس کے چپٹے ہونے کا اعلان کر رہی تھی۔ ابوالحسن نے دوربین ایجاد کی، اور اسلام میں پہلی رصدگاہ بمقام شمسیہ قائم ہوئی جو کہ تدمور کے میدان میں واقع ہے۔

عربوں نے قطب نما ایجاد کیا جس کیوجہ سے وہ کیتھے مجمع الجزائر ملایا۔ خصوصاً جاوا اور ملٹیویا تک پہنچے جہاں ان کی اولاد آج بھی پائی جاتی ہے۔ جنوب کی طرف وہ مدغاسکر تک گئے۔ اور مشرقی افریقہ میں نوآبادیاں قائم کیں اور ان کی عظیم الشان سلطنت کی یادگار آج بھی دارالسلام کی حکومت کی شکل میں موجود ہے۔ اندرونی طور پر وہ ملتان (ہند) تک آئے اور مغرب میں فرانس اور اسپین تک گئے۔ صقلیہ اور مالٹا وغیرہ تمام جزائر کو انہوں نے فتح کیا۔ اور ان کی عمارتیں آج بھی شکستہ حالت میں موجود ہیں۔

عباسی عہد حکومت میں ہر قسم کی صنعت و حرفت کو ترقی ہوئی۔ بصرہ کی گلاس اور صابن کی فیکٹری اس زمانہ میں دنیا بھر میں مشہور تھی۔ اور وینس جو اس کا ہمسر تھا۔ شہرت کے لحاظ سے کم درجہ پر تھا۔ معتصم نے بغداد سامرہ اور دوسرے بڑے شہروں میں مزید فیکٹریاں قائم کیں۔ مصر سے کاریگر بلائے گئے۔ جنہوں نے بغداد میں کاغذ بنانے کے کارخانے قائم کئے اور چاندی سونے کے کام کی سرکاری فیکٹریاں اصفہان اور تبریز میں بنائی گئی تھیں۔ اور ریشمی۔ ساٹن۔ کمخواب اور قالین کے کارخانے۔ سمرقند۔ بخارا۔ دمشق۔ خراسان اور شیراز میں رات دن مشغول صنعت رہتے تھے،

سلطنت میں خام پیداوار کی بھی کثرت تھی۔ جو گیہوں۔ چاول، کھجور، اور ہر قسم کے پھل بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ روئی۔ حلب بیروت۔ خلات اور ثاثر میں پیدا ہوتی تھی، اور اہواز اور فارس کے شکر کے کارخانوں سے دنیا کے بڑے حصہ کو شکر مہیا کی جاتی تھی۔

تمام بڑے شہروں میں مدارس اور شفاخانے موجود تھے جہاں ہر شخص کو مفت دوا اور تعلیم دیجاتی تھی نظام الملک کا قائم کردہ نظامیہ کالج اور مستنصر باللہ کا مستنصریہ کالج کا حال تمام تاریخ دانوں کو معلوم ہے بنوامیہ کے طفیل اسپین میں بھی یہی شان و شوکت اور تہذیب جلوہ گر تھی ہمیں ان خدمات کا جو اندلسی تمدن نے انجام دیں تفصیلی تذکرہ نہیں کر سکتا لیکن بعض واقعات بیان کرونگا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ دنیا کی تہذیب میں اندلسی مسلمانوں نے کسقدر حصہ لیا

رازی نے چیچک پر ایک مبسوط کتاب لکھی اور اس کتاب کا نواں باب سترھویں صدی تک، یورپ کی درسگاہوں میں بطور نصاب پڑھایا جاتا تھا۔ عربی طب میں سب سے بڑا نام ابن سینا کا ہے۔ جو دُنیا کے سب سے بڑے حکماء اور اطباء میں سے تھا۔ وہ بڑا مصنف تھا۔ نہایت عالم اور نہایت جامعیت کے انداز میں لکھنے والا تھا۔ اسکی تصانیف میں مفصلہ ذیل کتب بہت مشہور ہیں (۱) سائنس کے فواید (۲) صحت اور علاج (۳) مشاہدات ہیئت (۴) علم ہندسہ اور اشکال ہندسی (۵) خلاصۂ اقلیدس (۶) طبعیات اور مابعد الطبعیات (۷) جامع العلوم انسانی جو بیس جلدوں میں ہے۔

ابو القاسم زہراوی نے جو ابو قسیس کے نام سے مشہور ہے۔ فن جراحت پر ایک کتاب لکھی تھی جسمیں اسقدر تفصیلات مرقوم ہیں۔ جو آلات اور عمل سے متعلق ہیں۔ جو عورتوں اور مردوں دونوں پر کئے جاتے ہیں کہ ہم اُسے اس فن کا پیشرو کہہ سکتے ہیں۔

جبکہ مسیحیت علم کیمیا کے طلبہ کو جادوگری اور طلسم سازی کے الزام میں اپنے ظلم کا تختۂ مشق بنا رہی تھی عربوں نے اس فن میں بعض اہم انکشافات کئے۔ ابو موسیٰ جابر ابن حیان، عربی کیمیا کا باوا آدم گذرا ہے۔ اس نے نائٹرک ایسڈ اور ایکوا ریگیا دریافت کیا۔ اُس نے فلزات کی ماہیت بھی دریافت کی اور یہ بات یونانی نظریات پر یقینی اضافہ تھی۔ رازی نے گندھک کا تیزاب دریافت کیا۔ عربوں نے ابو منصور موفق کی سرکردگی میں کیمیاوی فارمیسی دریافت کی۔ موجودہ دواخانوں کی ابتداء بھی عربوں ہی نے کی۔ پروفیسر ہوم یارڈ۔ ان انکشافات کے سلسلہ میں لکھتا ہے ۔

"اُس غیر مربوط مخفی تعلیمات کے انبار میں سے جسکو قبل اسلام، مدرسہ اسکندریہ کے علماء علم کیمیا سمجھتے تھے مسلمانوں نے بڑی کوشش کے بعد ایک معینہ نظام اخذ کیا، جسمیں حقایق تجربی، اور قیاسات نظری کو پہلی مرتبہ صحیح طور پر آپس میں منسلک کیا گیا تھا۔ علم کیمیا کے عملی تجارب کو کل کا ایک اہم جزو تسلیم کیا گیا اور اسکی بدولت یورپ اس قابل ہُوا کہ کیمیاوی تحقیقات کی بنیاد، حقائق ثابتہ اور مربوط نظام تعلیم پر رکھ سکے، اور اس علم کا فائدہ اپنی روزمرۃ زندگی میں حاصل کر سکے، جو سہل الحصول ہو۔ ہمارے بزرگوں کو جو یہ مراعات حاصل ہوئیں اُن کے لئے ہمیں پیغمبر عرب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروؤں کا تہ دل سے شکر گذار ہونا چاہیئے"۔

عربوں نے برف بنانے کی ترکیب معلوم کی اور یہ چیز سولھویں صدی کے نصف آخر تک یورپ میں

کسی کو معلوم نہ تھی۔

عربوں کی تحقیقات سے ریاضی اور ہندسہ میں شاندار اضافہ ہوا۔ انہوں نے اعشاریہ ہندی ریاضی سے مستعار لیا، لیکن اس میں ترقی کی۔ جبر و مقابلہ سرتاپا عربوں کا رہین منت ہے۔ انہوں نے بہت سے نئے فارمولے دریافت کئے۔ ابن موسےٰ نے نویں صدی میں علم مثلث میں قوس کی جگہ خطوط داخل کئے۔ اور کواڈرک ایکویشن دریافت کی۔ الکندی نے مختلف علوم میں دو صد کتب تصنیف کیں مثلاً ریاضی ہندسہ، فلسفہ، علم الہوا، علم المرایا، اور طب وغیرہ۔ ابومعشر (جسے غلطی سے البوماذر کہتے ہیں) اور ابوالوفا کی مرتب کردہ فہرست آج بھی علم ہئیت میں بہت کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ یورپ میں پہلی رصدگاہ بمقام سیوائل ۱۱۹۶ئ میں، گیبر کے زیر انتظام قائم ہوئی تھی۔ دسویں صدی میں قاہرہ کی مدمقابل جماعت نے ابن یونس کو پیدا کیا۔ جسکی تحقیقات کو ابن البندی نے جاری رکھا۔ اور یہ دونوں بہت بڑے ہئیت دان گذرے ہیں۔

البیرونی مشہور جغرافیہ دان نے ہندوستان کا سفر کیا، اور یہاں رہکر ہنود کی زبان، معاشرت رسوم اور مذہب ہر چیز کا مطالعہ کیا۔ اور ان کے ادب فلسفہ، مخصوص توہمات، قوانین ملکی اور عادات سے آگاہی حاصل کی۔ اور اس ملک کی جغرافیائی اور طبعی کیفیات کی تحقیقات کی، اور اپنے مشاہدات کو ایک ضخیم کتاب کی صورت میں لکھا۔ جس میں ہومر، افلاطون اور دیگر حکمائے یونان کے اقوال بھی سند میں پیش کئے ہیں اس عظیم الشان تصنیف کے علاوہ وہ ہئیت ریاضی، تاریخ، اور طبعیات پر بھی لیکچر دیتا تھا۔

اس کے بعد ناصر خسرو مشہور سیاح اور فیلسوف گزرا ہے۔ جس کا سفرنامہ تمام دنیا میں بہت دلچسپی کیساتھ پڑھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اس زمانہ کی دریافت شدہ دنیا کے ایک بڑے حصے میں سفر کیا تھا۔

فن تاریخ میں مسعودی، طبری اور ابن اثیر کے نام بہت مشہور ہیں۔ ابوبکر محمد ابن یحییٰ جسے مغرب میں ابن باجہ کہتے ہیں۔ نہ صرف ایک مشہور مورخ، فلسفی اور سائینسدان تھا۔ بلکہ اس نے موسیقی میں بھی کمال حاصل کیا تھا۔ اور اس نے اس فن میں ایک ایسا طریق رائج کرنے کی کوشش کی، جسکو تمام اقوام یکساں طور پر استعمال کر سکیں، اور وہ طریق، موجودہ طرز تحریر کی۔ جو موسیقی میں مستعمل ہے بنیاد کہا جاتا ہے۔ فقہ میں ابن رشد کا نام اوّل نمبر پر بآسانی رکھا جا سکتا ہے۔ وہ مشہور قاضیوں کی نسل سے تھا۔ اور خود بھی سیوائل اور قرطبہ کا قاضی القضاۃ تھا۔ وہ ابن طفیل کا بہت دوست تھا جو کہ اپنے زمانہ

کا مشہور عرب فاضل گذرا ہے۔ لیکن اسلامی تمدن کا یہ تذکرہ نا تمام رہیگا۔ اگر میں ان خدمات کا بیان نہ کروں جو اس سلسلہ میں مسلمان عورتوں نے انجام دی ہیں۔

ملکہ زبیدہ ایک بڑی فاضلہ عورت تھی اور اعلےٰ درجہ کی شاعرہ بھی۔ مکہ معظمہ کی مشہور نہر زبیدہ اسی کی فیاضی کا ایک ادنےٰ کرشمہ ہے۔ خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں عرب عورتیں گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آتی تھیں اور فوجوں کی کمان کرتی تھیں۔ مقتدر بامہ کی ماں، بذات خود، ہائی کورٹ کی صدارت کرتی تھی۔ مقدمات سنتی تھی۔ اور امرائے مملکت اور سفرائے دول خارجہ کو شرف باریابی عطا کرتی تھی۔ چھٹی صدی ہجری میں شیخہ شہدا بغداد میں تاریخ اور ادب پر لکچر دیتی تھی۔ زینب بنت مؤید ایک نامور فقیہہ تھی۔ جو اس زمانہ کے مشہور فقہاء کی شاگرد تھی۔ اور اُسے فقہ کا درس دینے کی اجازت حاصل تھی۔ بنو امیہ کے زمانہ میں، عورتیں تہذیب و تمدن میں پیش پیش تھیں۔ اور غرناطہ اور قرطبہ میں بہت سی عورتیں علوم فنون میں طاق گزری ہیں۔ مثلاً نزہون۔ زینب۔ حامدہ۔ حفصہ۔ صفیہ اور ماریا وغیرہا۔

یہ معلوم کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ اسلام نے عورت کو خود مختار قرار دیا ہے۔ وہ قانونی طور پر جائداد پر قابض ہو سکتی ہے۔ اور خرید بھی سکتی ہے۔ اور اپنے معاہدات اور نقصانات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔ لیکن مسیحی یورپ میں یہ بات اور یہ حقوق کسی عورت کو حاصل نہ تھے۔ اکثر یورپین ممالک میں زوجہ کی اپنی جائداد، شادی کے بعد خاوند کی ملکیت ہو جاتی تھی۔ انگلستان میں، کامن لا کے بموجب زوجہ اپنے خاوند کی ذات میں مدغم ہو جاتی تھی، اور وہ بذات خود نہ جائداد پر متصرف ہو سکتی تھی اور نہ کوئی معاہدہ کر سکتی تھی۔ لیکن شادی شدہ عورتوں کے ایکٹ مجریہ ۱۸۸۲ء کی رُو سے، ہر شادی شدہ عورت اپنی ذاتی جائداد کے متعلق خود مختار ہو گئی۔ مثلاً وہ اس پر قابض ہو سکتی تھی۔ فروخت کر سکتی تھی۔ اس کے متعلق جملہ امور سرانجام دے سکتی تھی۔ اور معاہدات میں دوسروں پر نالش کر سکتی تھی۔ اور خود اُس پر بھی نالش ہو سکتی تھی۔ لیکن واضح ہو کہ یہ ایکٹ کامن لا پر اثرانداز نہیں ہوتا۔ جس کی رُو سے عورت کے نقصانات کا ذمہ دار خاوند کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ جب تک وہ زوجہ کو نان نفقہ دیتا ہے۔ اسوقت تک عورت سے اگر کوئی نقصان ہو جائے تو مدعی کو اختیار ہے۔ کہ صرف عورت کے خلاف نالش کرے یا اسکے خاوند کو بھی شامل کرے لہٰذا اگر عورت کی جداگانہ جائداد نہ ہو تو مدعی باوجود ایکٹ ۱۸۸۲ء خاوند کو ذمہ دار قرار دے کر اس کے خلاف نالش کر سکتا ہے۔ یقیناً عورت کو خود مختار قرار دینے کا اسلامی تخیل

مغربی قانون سازوں کے اصول سے بہت بالاتر تھا۔ علاوہ بریں کسی مرد یا عورت کو اس کے جائز ورثہ سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ ہر فرد کو اس کا حصہ ملیگا جب ہم اس اسلامی اصول کا موازنہ، انگریزی قانون سے کرتے ہیں جسکی رو سے افراد کو اپنی جائداد کے متعلق وصیت کرنے کا غیر محدود اختیار حاصل ہے تو ہم رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے شکر گذار ہوتے ہیں۔ کہ انہوں نے خاندان کے افراد کے حقوق کو فراموش نہیں کیا۔ میں اس مختصر مضمون میں، تہذیب کے اُس بلند معیار کی تفصیل بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ جو ایران اور ہندوستان کے مسلمانوں نے حاصل کیا تھا۔ تاہم کوئی شخص جو اُس تفصیل سے آگاہ ہے۔ ان کے تمدن کی رفعت پر اظہار حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عربوں کے تمدن کا اثر اسقدر عالمگیر تھا۔ اسقدر مؤثر اور قابل اختیار تھا۔ کہ اگر عرب ہندوستان میں داخل نہ ہوئے ہوتے۔ تو دنیا کی تاریخ بالکل بدلی ہوئی ہوتی۔ پہلے تو محمد ابن قاسم کی زیر کمان عربوں نے سندھ پر حملہ کیا۔ ملتان فتح کیا اور دریائے بیاس تک پنجاب پر قابض ہو گئے۔ اور محمود غزنوی کے عہد میں انکی پوزیشن بالکل مستحکم ہو گئی۔

یہ کہنا داخل مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ اگر ایران اور ہندوستان میں اسلام کا عمل دخل نہ ہُوا ہوتا تو نہ ایران میں عمر خیام۔ نظامی۔ رومی۔ سعدی۔ حافظ۔ فردوسی جیسے شاعر پیدا ہوتے۔ نہ ہندوستان میں بابر۔ اکبر۔ شاہجہان اورنگ زیب جیسے حکمران پیدا ہوتے۔ نہ تاج محل جیسی عدیم المثال عمارت تعمیر ہوتی۔ جو کہ دُنیا کی عمارتوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتی اور ایک بادشاہ کی اپنی بیوی کے ساتھ محبت کا روشن ثبوت ہے۔ اور نہ فتح پور سیکری تعمیر ہوتا۔ جو کہ اکبر کے ذوق عمارت کی بیّن دلیل ہے اور پتھر کے کام کا بہترین نمونہ ہے۔ اور ہندوستان کے لکھوکھہا باشندے آج بھی بُت پرستی میں گرفتار ہوتے اور چھوت چھات کی لعنت بدستور اس ملک پر مسلط ہوتی۔ جمہوریت کے لفظ سے بھی لوگوں کے کان آشنا نہ ہوتے۔ جو کہ ذات پات کی اسدرجہ مخالف ہے اور یہ ذات پات کا امتیاز برہمنی مذہب کی پیداوار ہے۔

آیئے میں آپ کو افریقہ میں بعض خطے ایسے دکھاؤں، جو آج بھی مسلمانوں کی شوکت رفتہ کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ نائیجیریا۔ اشنٹی۔ کینیا۔ ٹنگے نائیکا۔ سوڈان اور صحارا کے ساحلی مقامات اور کانگو بالائی میں آپ کو بربروں اور مسلمان حبشیوں کی ریاستیں ملیں گی۔ ان مقامات کے باشندے اپنی ہمسایہ اقوام سے، بلحاظ تہذیب و تمدن بہت آگے ہیں۔ یہ لوگ قانون کے پابند ہیں۔ انمیں اخلاقی حس موجود ہے اور ان ابتدائی حالت والے قبائل سے بہتر متمدن ہیں۔ جنکی معاشرتی حیثیت، ماقبل و مابعد دور حجری کے

انسانوں سے ملتی جلتی ہے۔ یورپین نو آباد کاروں کو، ان علاقوں کا انتظام کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ کیونکہ کسی نہ کسی طرز کی حکومت وہاں پہلے ہی سے موجود ہے۔ چنانچہ دیوانی ضابطہ بدستور باقی رہتا ہے۔ صرف فوجداری اور جنگی قوانین نافذ کئے جاتے ہیں۔ آپ کسی پادری سے دریافت کریں تو وہ آپ کو بتائیگا۔ کہ ان اضلاع میں اُسے فی الجملہ کوئی کامیابی نہیں ہوتی۔ کیونکہ سفید فام پادریوں کی آمد سے صدیوں پہلے مسلمانوں نے ان قبائل کو اسلام میں داخل کر لیا تھا۔ اسلام کے عہد زریں میں عرب تاجروں نے ان دُور دراز مقامات میں اسلام کا علم بلند کیا تھا۔ اور یہاں کے باشندوں کو امن اور تہذیب کا پیغام سنایا تھا اور وہ لوگ کسی سیاسی یا اقتصادی سکیم کے ماتحت یہاں نہیں آئے تھے۔ جیساکہ آجکل ہو رہا ہے۔ بلکہ خلوص قلب کے ساتھ، انہوں نے اپنے ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ کیونکہ تبلیغ مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ اسجگہ یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ ابتدائی مسلمانوں کی ان کامیابیوں سے اسلام کو کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کامیابی سرتاپا اسلام ہی کی رہینِ منت تھی۔ عہدِ جاہلیت میں ملک عرب جہالت اور بدکاری کی گہرائی میں پڑا ہوا تھا۔ اور عہد اسلام میں، وہ ترقی اور تہذیب کی بلند ترین چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس حیرت انگیز انقلاب کا سبب صرف اسلامی تعلیمات ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"عالم کی دوات کی روشنائی شہید کے خون سے افضل ہے"

اس کی تائید میں ایک یورپین مصنف لکھتا ہے "علم کی کشتی (تھنہ) میں پھنس کر ڈوب گئی ہوتی۔ اگر عربوں نے بروقت اُسے گرداب فنا میں سے نہ نکالا ہوتا۔ ہاں بیشک ہمیں عربوں کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ جنہوں نے اُس کشتی میں جو کچھ سازو سامان (فلسفہ و حکمت یونان) تھا۔ اسکی حفاظت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سو برس بعد ہی اسلامی سلطنت کوہ ہمالیہ سے کوہ فرانیز (فرانس) تک وسیع ہو گئی تھی۔ اور چونکہ وہ حوصلہ مند، عقلمند اور ذی ہمت تھے۔ اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ وہ جسم کے ساتھ روح کو بھی فتح کریں"۔

پس یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر اسلام نے علم کی آبیاری نہ کی ہوتی تو آج تمام دُنیا اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتی ہوتی۔ کیونکہ اسلام سے پہلے لوگوں نے علم کے چراغ کو بہت گہرے گڑھے میں دفن کر دیا تھا۔ اور اسلئے وہ ٹمٹما رہا تھا۔ اور قریب تھا کہ گل ہو جائے۔ اور نہ یورپ میں احیاء العلوم کا دور آتا اور نہ کوئی صورت ازمنۂ مظلمہ کی تاریکی کو دُور کرنے کی ہو سکتی تھی۔ پس اسباب کا سہرا صرف عربوں ہی کے سر ہے کہ

انہوں نے نہ صرف علم کی شمع کو فروزاں رکھا۔ بلکہ حکمت و فلسفہ، تہذیب و تمدن ہر شے میں اضافہ کیا اور اس طرح انسانی علوم اور آسائش میں اضافہ ہوا۔ ان کا کام عارضی اور فانی نہ تھا۔ بلکہ مستقل اور دوامی۔ اب میں اس سوال کے دوسرے پہلو کو لیتا ہوں؛ کیا موجودہ تہذیب اپنے جملہ خوشگوار پہلوؤں میں مسیحیت کی مرہونِ احسان ہے۔ لیکن اس سوال کا جواب دینے سے قبل میں آپ کی توجہ تاریخ کے ایک اہم واقعہ کیطرف مبذول کرتا ہوں وہ یہ کہ مسیحیت ایک بڑی تہذیب کے درمیان پیدا ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ تہذیب بوسیدہ ہو چکی تھی۔ لیکن مسیحیت نے اسکو زندہ کرنے کے بجائے، اسکو فنا کے گھاٹ اُترنے میں مدد دی۔ اور بقول جانسن کئی صدیوں تک تاریکی کی ملکہ بنی رہی، اور مسیحی اقوام اسوقت تک تہذیب کی شاہراہ پرگامزن نہ ہوسکیں۔ جب تک اسلامی تہذیب نے دنیا کو از سر نو زندگی نہ بخشی۔ اسباب کے بتانے کا یہ نہ موقع ہے نہ وقت کہ اسلامی تہذیب نے موجودہ یورپین تہذیب کی نشوونما میں کسقدر حصّہ لیا۔ جو لوگ اس موضوع پر مزید معلومات حاصل کرنی چاہتے ہوں۔ انکو ڈریپر کی "یورپ کی ارتقائے ذہنی کی تاریخ" کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔ موجودہ تہذیب کی ترقی کیطرف مسیحیت کا رجحان بیان کرتے ہیں، میں آپ کو اس خوفناک داستان کی تفاصیل نہیں سُنا سکتا، جس سے ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ کا ہر طالب علم آگاہ ہے۔ میں صرف وہ نتائج پیش کروں گا۔ جو ڈاکٹر لیکی نے اس موضوع پر کافی غور و فکر کے بعد سپردِ قلم کئے ہیں۔

وہ لکھتا ہے کہ سترہویں صدی تک یورپ میں ہر اُس ذہنی میلان کی مخالفت کی جاتی تھی اور اُسے گناہ قرار دیا جاتا تھا۔ جو کہ فلسفہ کی رُو سے جائز تحقیقات کے لئے اشد ضروری ہے۔ اور بہت سی خطرناک ذہنی بُرائیوں کو دیدہ و دانستہ نیکی قرار دیا جاتا تھا۔ جو باتیں بچپن میں بطور حقایق دماغوں میں ٹھونس دیجاتی تھیں۔ اُن کے متعلق اعتراض کرنا، بہت بڑا گناہ تھا۔ اور اُن پر آنکھ بند کرکے ایمان رکھنا نیکی سمجھا جاتا تھا۔ ان خیالات کے متعلق شکوک ظاہر کرنا اور ان پر منطقی نتائج مرتب کرنا یہ بہت بڑا گناہ تھا۔ اور ہر اعتراض کو وسوسۂ شیطانی سمجھکر دبا دینا نیکی کا کام تھا۔ فریقین کے خیالات کو پڑھنا۔ اور موافق اور مخالف آراء پر یکساں توجہ دینا، شہادت کی پیروی کرنا۔ خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی ہو۔ متضاد خیالات میں اُلجھا رہنا غیر تسلی بخش دلائل کو ردّ کر دینا، حتیٰ کہ مخالفین کی ذہنی یا اخلاقی خوبیوں کا اعتراف کرنا، یہ سب باتیں گناہ کبیرہ سمجھی جاتی تھیں۔ الغرض مشکل سے کوئی ایسا مسئلہ ہوگا جو فلسفیانہ غور و فکر کے لئے لازمی ہے۔ یا کوئی میلان طبع جس سے صداقت طلبی

ظاہر ہوتی ہو۔ یا کوئی قاعدہ جسے عقل صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ضروری قرار دیتی ہو۔ جس کی صدیوں تک علمائے مسیحیت نے یہ کہکر مخالفت نہ کی ہو۔ کہ یہ سب باتیں خدا کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں۔ ہر اس کتاب کو جلا کر، جس سے مباحثہ پیدا ہو سکتا تھا، علم کے ہر شعبہ میں خوش اعتقادی کی روح پھونک کر، اور ان لوگوں کو جو علماء سے اختلاف رائے رکھتے تھے۔ ہر ممکن ظلم و ستم کا نشانہ بنا کر، مسیحی علماء نے ایک عرصہ تک یورپ کی عقلی ترقی کو روکے رکھا۔ اور رات دن یہ وعظ لوگوں کو سناتے رہے کہ غور و فکر اور تحقیق و تدقیق بدترین قسم کا گناہ ہے۔ یورپ کو اس خطرناک حالت سے ان عقلی تحریکات نے نجات دلائی۔ جنکی بدولت وہاں اصلاح کا دور پیدا ہوا۔ ان کے ساتھ اُن فلاسفہ کی کوششوں کو بھی شامل کرنا چاہئے۔ جنہوں نے تحقیق کے اصول دریافت کئے۔ اور اگرچہ برونو اور ونینی کا افسوسناک انجام اُن کے سامنے تھا۔ تاہم انہوں نے کمال جرأت سے کام لیکر مسیحیت کے مسلمات پر اعتراض کیا۔ ان لوگوں کی ان تھک کوششوں سے فلسفہ یا صداقت کا رنگ لوگوں کی طبائع پر غالب آگیا۔ اور تحکیم اور اس کے متعلقات کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

جب تک آخر الذکر رنگ غالب رہا ہر طرف ایذا رسانی اور ستمگاری کا بازار گرم رہا۔ لیکن جب اول الذکر رنگ کو غلبہ حاصل ہوا۔ تو تکفیر کا زور کم ہو گیا۔ مذہبی معاملات میں استثنائی اور مشروط صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ الفاظ کے حقیقی معنوں کیطرف کم توجہ ہونے لگی۔ ایذا رسانی کم ہو گئی۔ اور اسکی صورت بدل گئی۔ اور علانیہ اقدام کی جگہ، عام مخالفت کے میلان نے لے لی۔ بلکہ اسمیں معذرت، چشم پوشی اور نرمی کا رنگ پیدا ہو گیا۔ ایک زمانہ تھا جب کلیسا اپنے مخالفین کو آگ میں جلاتی تھی، پھر وہ زمانہ آیا جب کہ اُن کے لئے سخت تعزیری قوانین بنائے گئے۔ تیسرے دور میں اُن کو اعلےٰ عہدوں اور عزت سے محروم کیا گیا۔ آخر میں ان کو سوسائٹی سے خارج کرنے پر اکتفا کیا گیا۔ روبہ ترقی رواداری کی ہر منزل میں، تحکمانہ عقائد کا زوال نظر آتا ہے۔ اور صداقت کی روح، انکی جگہ لیتی جاتی ہے"۔

لیکی کی اس تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ تہذیب کو من کل الوجوہ، مسیحیت سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ موجودہ مسیحیت کی تائید سے نہیں بلکہ اسکی مخالفت کے باوجود قائم ہوئی ہے۔ لیکن اسلامی تہذیب کا حال اس کے برعکس ہے۔ وہ مذہب کی ترقی کے ساتھ ساتھ پھلی پھولی جس کی بدولت وہ پیدا ہوئی تھی۔ اور جب وہ مذہب غیر ترقی کن اور غیر فعال ہو گیا۔ تو وہ بھی مائل بہ انحطاط ہو گئی۔

اسجگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کی زندگی اور طاقت کس وجہ سے جاتی رہی؟ اس کا جواب بہت

آسان ہے۔ ممکن ہے ایک مذہب میں طاقت اور باقی رہنے کی صلاحیت ہو۔ لیکن ایک قوم میں صفت نہیں ہوتی۔ کیونکہ مثل دوسرے مخلوق اجسام عضوی کے، پیدا ہوتی ہے۔ جوان ہوتی ہے اور پھر مرجاتی ہے اگر کوئی مذہب باقی رہنے کا آرزومند ہو تو اُسے اپنی توسیع کے لئے مختلف اقوام میں تبدیل ہوتا رہنا چاہیئے۔ جب تک اسلام اس اصول پر کاربند رہا۔ وہ زندہ بھی رہا۔ اور مؤثر بھی لیکن جب اسکی اشاعت رُک گئی۔ تو اُس میں سستی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ واضح ہو کہ طاقتور جرمن قوم کے مسیحیت قبول کرنے کی بدولت ہی مسیحیت کو موجودہ تہذیب کی شان دیکھنے کا موقعہ نصیب ہوُا ہے۔ کیونکہ یہی قوم تھی جس نے قدیمی مسیحیت کے خلاف احتجاج کیا اور لوگوں کی ذہنیت میں اصلاح کر کے، فلسفہ اور تحقیق کی روح پیدا کی، اور اسی وجہ سے وہ تمام تحریکات پیدا ہوئیں۔ جنکی بدولت تمدن اس عروج کو پہنچا۔ وہ بزرگ زائرین ہی تھے جنہوں نے موجودہ امریکہ کو بسایا۔ پس نئی اقوام کا داخل مذہب ہونا۔ اُس مذہب کی زندگی کے لئے اشد ضروری امر ہے اور مدتوں کی فراموشی کے بعد اب اس حقیقت کُبریٰ کا کچھ مسلمانوں کو احساس ہو رہا ہے۔ وہ اب بیدار ہو کر پھر نشر و اشاعت مذہب کا تہیہ کر رہے ہیں۔ ہندی مسلمانوں کا، جو کہ دوہری غلامی میں مبتلا ہیں۔ مختلف مغربی ممالک میں تبلیغی مشن قائم کرنا اُن کے ارادوں کا مظہر ہے۔ اور اس سے یہ اندازہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اس مقصد کے لئے کہانتک ایثار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مسیحی لوگ اپنے دل سے پوچھیں کیا وہ بھی مذہبی معاملات میں اسقدر ایثار کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اور کیا وہ بھی مسلمانوں کی طرح اپنے مذہب کے مستقبل کے متعلق اسقدر خوش آیند امیدیں رکھتے ہیں؟ پس جو چیز کسی غیر مسلم کی نظر میں حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے وہ مذہب اسلام کی پائداری ہے۔ اور یہ بات فی الحقیقت لائق غور ہے۔ اسی کے متعلق کارلائل لکھتا ہے "سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ اسلام ایسا مذہب ہے جس پر مسلمان کامل اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہ عرب اپنے مذہب کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے اصولوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کسی زمانہ میں بھی عیسائی اپنے مذہب کے اسقدر پابند نہیں ہوئے جسقدر عرب اور مسلمان اپنے مذہب کے پابند ہیں اس پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ اور زمانہ کو اس کے مطابق بناتے ہیں۔ بلکہ اُسے ابدی صداقت مانتے ہیں۔ اللہ اکبر! اسلام لوگوں کی روح میں تاثیر پیدا کرتا ہے۔ بلکہ ان مشرقی مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں داخل ہے"۔ کارلائل نے یہ بات صحیح کہی ہو یا غلط تاہم اسکی تردید آجتک کسی شخص نے نہیں کی ہے۔ خواہ وہ اسلام کا کتنا ہی بڑا مخالف کیوں نہ ہو۔ لیکن جب میں یہ بات کہتا ہوں تو اُس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میری رائے میں جناب مسیح صادق نہ تھے، یا ان کا مذہب سچا نہ تھا۔

نہیں ہرگز نہیں بحیثیت مسلمان ہونے کے میرا یہ ایمان ہے۔ کہ جناب مسیحؑ مامور من اللہ تھے۔ اور انہوں نے کوئی بات خلاف منشائے الہٰی تعلیم نہیں کی۔ لیکن ایک مسلمان کی نظر میں جناب مسیح کی تعلیمات اور مسیحی کلیسا کی تعلیمات دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ موجودہ مسیحی لوگ، جناب مسیح پر ایمان نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ اپنے ذہن کے پیدا کردہ مسیح پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایک مسلمان اس سوال کا کہ مسیحیت کا اپنے پیروؤں کے قلوب پر وہ قبضہ کیوں نہیں، جو اسلام کا مسلمانوں پر ہے۔ یہ جواب دیتا ہے کہ وہ حقیقی مسیح پر ایمان نہیں رکھتے۔

دوسرا سوال یہ ہوسکتا ہے کہ موجودہ مسیحیت میں کیا نقائص ہیں۔ اور اسلام میں کیا خوبیاں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ موجودہ مسیحیت ایک سچے مذہب کی ضروریات کو پورا نہیں کرتی۔ ایک سچے مذہب کے لئے یہ اشد ضروری ہے۔ کہ وہ انسانی زندگی کی مختلف النوع دشواریوں کا ایک معقول اور مربوط حل پیش کرے۔ میرا دعوےٰ ہے کہ اسلام میں جملہ انسانی ضروریات کا صحیح حل مل سکتا ہے۔ لیکن مسیحیت اس معیار پر پوری نہیں اُترتی۔ مسیحیت جس چیز کی تعریف کرتی ہے۔ اُسے تقسیم کر دیتی ہے میں چند مثالوں سے اپنے مطلب کو واضح کروں گا۔

سب سے پہلے خدا کی ہستی کے مسئلہ کو لیجیے۔ کائنات میں جو اختلاف نظر آتا ہے۔ اسکی تشریح کے لئے ضروری ہے کہ ہم خدا کی توحید کو پیش کریں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد :۔ یعنی کہدو کہ خدا ایک ہے۔ اور وہ صمد ہے نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ اُس کو کسی نے جنا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ لیکن مسیحیت خدا کو تین حصوں میں تقسیم کرتی ہے، اور اس مشکل سوال کو اور زیادہ پیچیدہ بنا دیتی ہے۔ کوئی انسان از روئے ایمان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ مسئلہ تثلیث اس کے دل و دماغ کو تسلی بخش سکتا ہے۔

روح اور مادّہ کا مسئلہ لیجیے۔ مسیحیت نے انکو دو متضاد اشیاء قرار دیا ہے۔ جو کہ ایکدوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔ اور روح کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ کہ مادّہ کو فنا کر دیا جائے۔ یقیناً یہ نظریہ اس شخص کو تسلی نہیں دے سکتا۔ جو اشیاء میں ربط دیکھنے کا خوگر ہے۔ اور جو اس دنیا میں خوبیوں کا جویا ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں ذہنی اور خارجی حقائق دراصل دو مخالف قوتیں نہیں ہیں۔ ذہنی زندگی کے یہ معنیٰ نہیں کہ خارجی زندگی سے یکسر قطع تعلق کر لیا جائے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وحدت حیات، قوائے متضادہ میں منقسم ہوجائیگی بلکہ زندگی نام ہے۔ ذہنی کیفیات کو خارجی حقائق سے مطابق کرنے کی ایک مسلسل کوشش کا۔ تاکہ خارجی حقائق ذہنی کیفیات میں جذب ہوتے رہتے ہیں۔ اور ذہنی زندگی، خارجی زندگی میں تبدیلی

ہوتی رہے اور اس طرح انسانی حیات منور ہوتی رہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام کے نزدیک مادہ بھی روح ہی ہے۔ جو کہ بقید زمان و مکان اپنی حقیقت کا احساس کر رہا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ "زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے وہ خدا ہی کا ہے۔ اور وہ عزیز اور حکیم ہے"۔ نیز فرمایا "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے۔ سب کو خدا نے تمہارا خادم بنا دیا ہے"۔ اسلام کی اس عظیم الشان صداقت ہی کا اعتراف تھا جس نے مشہور جرمن فلاسفر نیٹشے کو یہ کہنے پر مجبور کیا "اگر اسلام مسیحیت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تو وہ اسمیں حق بجانب ہے۔ کیونکہ اسلام میں انسان کی حقیقت مسلّم ہے"۔

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے (۱) یکمشت عطیہ کیصورت میں کچھ امداد دیں (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کیلئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں چندہ سالانہ ۱۲/ ہے (۵) یورپ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ تبلیغ اسلام کیخاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کریں اس رسالہ کے ذریعہ انکی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہیگا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اسکا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اسکا سالانہ چندہ ۸/ روپے ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جسقدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں ٹریکٹوں اور رسائل کیصورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں یورپ وامریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کیلئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں جنکو آپ کیطرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے اور اسکی ترسیل کی رسید ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دیجاویگی (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں جن میں بارہ صد لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے۔ نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کیطرف سے دعوت دیجاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریبًا اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جسمیں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو تو اس کا سود اشاعت اسلام کیلئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اسکے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کیخلاف استعمال کرینگے۔

مسلمان

یوگوسلافیہ میں

(از جناب اسماعیل آغا سیمالووچ)

یوگوسلافیہ میں مسلمانوں کی آبادی نہ صرف ایک اہم سیاسی اور مذہبی عنصر ہے۔ بلکہ اس سے ملک میں ایک مشرقی جھلک نظر آجاتی ہے۔ جس سے وسطی یورپ ریاستہائے بلقان اور مشرق قریب سے مل جاتا ہے۔ جہاں تک قدیم روایات اور لباس کا تعلق ہے۔ یوگوسلافیہ میں یہ چیزیں اس حد تک قائم ہیں جو یورپ میں اور کہیں نہیں ملتیں۔ جب سے کمال پاشا نے ترکی نقاب اور ٹوپی کو ممنوع قرار دیا ہے اسوقت سے مسلمانوں کی آبادی ۱۶ لاکھ ہے۔ ۱۹۳۱ء میں سرکاری مردم شماری کی رو سے ان کی تعداد ۱۶۲ اور ۵۹۹ وا تھی۔ اور ۱۹۲۱ء میں تقریباً ۱۳ لاکھ چالیس ہزار۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دس سال کے عرصہ میں آبادی دو لاکھ پچاس ہزار بڑھ گئی ہے۔

یوگوسلافیہ میں مسلمان زیادہ تر بوسینا اور ہرزوگونیا میں اور کچھ مانٹی نگرو۔ سنجک اور جنوبی سرویا میں آباد ہیں۔ وہ لوگ جو البانوی اور ترکی نسل سے ہیں۔ جنوبی سرویا اور کچھ مانٹی نگرو میں رہتے ہیں۔ یوگوسلافیہ کے مسلمان اسی ملک کے اصلی باشندوں میں سے ہیں۔ اور قومی و نسلی اعتبار سے غیر مخلوط۔ ان میں باشندگان یوگوسلافیہ کی تمام وطنی اور قومی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ بلقان میں مسلمانوں کی آمد سے قبل ہی وادئ وردار کے جنوبی اضلاع میں جو اب یوگوسلافیہ ہے مسلمانوں کے چند ترکی النسل گروہ آباد تھے۔

پندرہویں صدی کے قبل ہی عثمانیوں کی آمد کے ساتھ ان ممالک کے موجودہ مسلمانوں نے اسلام قبول کیا۔ اگرچہ وہ عثمانیوں کیوجہ سے مسلمان ہوئے تھے۔ مگر وہ قومی اور وطنی لحاظ سے بالکل غیر مخلوط رہے کیونکہ انہوں نے اپنی روایات، زبان، قومی گیت، رسم الخط اور انفرادیت کو باقی رکھا۔ اور یہ سب چیزیں عثمانیوں سے بالکل مختلف تھیں۔

بوسینا اور ہرزے گونیا کے مسلمانوں نے بھی انیسویں صدی کے آغاز تک اپنی مقامی آزادی کو برقرار رکھا۔ اور جب سلطان محمود ثانی نے ۱۸۳۱ء میں ان پر حکومت کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے حسین بیگ گریڈدک کی سرکردگی میں عثمانیوں کے خلاف بغاوت کرائی۔

قومی اعتبار سے البانوی النسل مسلمان بھی البانیہ ہی کے باشندے ہیں جنہوں نے عثمانیوں کی آمد کے بعد اسلام قبول کیا۔ بعض شہروں میں ترکی زبان اختیار کر لی گئی۔ ہم میں ہمیشہ قدیم النسل ترک کم رہے ہیں۔ ان کی تعداد بہ نسبت اور اضلاع کے مقدونیہ میں زیادہ ہے۔

تمدنی اور معاشی نقطہ نظر سے مسلمانوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یوگوسلافیہ کے مسلمان اور ترکی البانوی جماعت۔ یوگوسلافیہ کے مسلمان اپنے ہم مذہبوں اور دوسری قوموں سے تمدنی اور معاشی اعتبار سے بہت بلند ہیں۔

مسلمانانِ یوگوسلافیہ اپنے ملک کی تمدنی تحریکوں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ چند مسلمان ایسے ہیں جن کی یوگوسلافیہ کے ادب میں نمایاں جگہ ہے۔ مثلاً ڈاکٹر صفت بیگ لبساجگ، ڈاکٹر حمزہ ہیومو۔ احمد مراتب گوروک، عثمان نوری حاجک، حمید قارابے گوڈک اور عثمان جی کک، وغیرہ مصوری اور سنگ تراشی کی اکاڈمی میں بھی مسلمان موجود ہیں۔ جن کے کاموں کو اچھے نقادوں نے پسند کیا ہے۔ ۱۹۱۸ء سے مسلمان عورتوں نے بھی حکومت کے نظم و نسق اور مدرسوں میں کافی حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ مدرسوں، ہسپتالوں، عدالتوں اور ڈاکخانوں وغیرہ میں مسلمان عورتیں کام کرتی ہیں۔

مسلمانان یوگوسلافیہ بہت سے تمدنی اور تعلیمی جرائد بھی شائع کرتے ہیں۔ ان میں سے قابل ذکر یہ ہیں گیرات، نبارہ، مجلۂ انجمن اتحاد ملی۔

یوگوسلافیہ میں بہت سے اسلامی کتب خانے بھی ہیں۔ ان میں سب سے مشہور غازی اشرف بیگ کا سراجیو میں اور قاراجوس بیگ کا مستار میں ہے۔ ان میں بہت سے قیمتی مخطوطات ہیں۔ بعض بہت نایاب پندرھویں صدی سے انیسویں صدی تک کی تاریخ بلقان کے مطالعہ میں ان سے بہت مدد مل سکتی ہے۔

جہاں تک البانوی اور ترکی نسل کے مسلمانوں کا تعلق ہے۔ ان کی نسبت اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ابھی ترقی کے ابتدائی دور میں ہیں۔ اور یوگوسلافیہ کے پست شہری ہیں۔

مسلمانان یوگوسلافیہ کی اقتصادی حالت آجکل بہت خراب ہے، ۱۹۱۸ء میں اس ملک نے آزادی حاصل کی۔ جب مسئلہ زرعی کا فیصلہ ہوا تو اسکی وجہ سے مسلمان بڑی بڑی املاک سے محروم ہو گئے اور یکایک ان کی آمدنی کا بڑا ذریعہ جاتا رہا۔ یہ فیصلہ اس وقت ہوا جب جنگ کے بعد کے اثرات اور عام معاشی حالت نے دنیا کے نظام کو درہم برہم کر رکھا تھا۔

یہ حادثہ ان کے لئے سخت تھا۔ کیونکہ صدیوں سے وہ حکمرانی کے عادی ہو چکے تھے۔ انہوں نے کچھ اپنی جاگیرداری روح اور کچھ اپنے پیشوایان دین کی غلطی سے جو اس منصب کے اہل نہیں تھے اپنے آپ کو تعلیم اور صنعت سے الگ کر لیا تھا۔ بوسینا اور ہرزے گوینیا میں اہل اسٹریا کی آمد سے اس ذہنیت میں اور اضافہ ہو گیا۔ حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ مسلمانوں کو تعلیم نہ دی جائے۔ کیونکہ ان کا قدامت پرستانہ رویہ حکمران لوگوں کیلئے مفید تھا اگرچہ خود مسلمانوں کے لئے نقصان دہ۔

مذہبی نظام میں یوگوسلافیہ کے مسلمان ملک کے دوسرے حصّوں کے بھائیوں سے آگے نکل گئے تھے۔ کیونکہ مذہبی آزادی کو حاصل کرنے کے لئے حکومت اسٹریا کے خلاف دس سال کی لڑائی کے بعد ۱۹۰۹ء میں انہوں نے آزادی حاصل کی تھی۔ اس لڑائی کا سبب سیاسی ہی تھا۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے اہل سرویا کا جو ارتھوڈکس کلیسا سے تعلق رکھتے ہیں ساتھ دیا تھا۔ یہ کشمکش بڑی سخت تھی، اس میں کئی قربانیاں دینی پڑیں۔ کیونکہ ان کے خلاف ایک تو اسٹریا ہنگری کی طاقتور سلطنت تھی اور دوسرے رومن کیتھولک کے پادریوں نے بوسینا اور ہرزدگوینیا کے مسلمانوں پر طرح طرح کے اتہامات لگائے تھے۔ اسٹریا کے خلاف مسلمانوں کی شکایات یہ تھیں کہ ایک تو سلطنت زبردستی اوقاف ضبط کر لیتی تھی۔ اور دوسرے کیتھولک پادریوں کا جوش تبلیغ جس کا سرغنہ آرک بشپ اشٹڈلر تھا اور جو مسلمانوں کے حرم، ان کی مساجد اور نوجوانوں کا سخت مخالف تھا۔

۱۹۱۸ء کی آزادی کے بعد حالات بدل گئے۔ حکومت کی مرضی سے اور اسلئے بھی کہ ہر دین و ملت کو ایک آئین دیا جائے۔ ایک دستور "اتحاد اسلام" کیلئے بھی منظور ہوا جو مسلمانان یوگوسلافیہ کی نمائندہ جماعت ہے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ یوگوسلافیہ اور ترکی و البانوی مسلمان ایک ہی مشترکہ مذہبی نظام کے تحت میں آ گئے۔ "اتحاد اسلام" کے دستور کی رُو سے ایک ایسی مذہبی جماعت بنائی گئی جس کے صدر رئیس العلماء ہوں۔ اور وہ بلغراد میں رہیں۔

رئیس العلماء کا مرتبہ ایک وزیر کے برابر ہے۔ قانون کی رُو سے رئیس العلماء کو یہ حق ہے۔ کہ قاضیوں کی جو درخواستیں آئیں، ان کو منظور یا نامنظور کر دے، اگرچہ قاضی حکومت کے ماتحت ہیں۔ اور اس کے خزانہ سے تنخواہ پاتے ہیں۔ مگر وہ رئیس العلماء کی اجازت کے بغیر مقرر نہیں ہو سکتے۔

۱۹۳۰ء کے آخری ادارہ کے تحت میں علماء کی دو مجلسیں قائم کی گئیں۔ ایک البانیہ اور ہرزے گوینیا

کے مسلمانوں کے لئے سراجیو میں اور دوسری جنوبی سرویا میں سکوپلیہ اور مانٹی نگرو کیلئے اسکاپلیج میں سراجیو کی مجلس کا حلقہ سراجیو، مستار، بنجالوکا اور تزلا کے چار مفتیوں پر مشتمل ہے۔ بادشاہ ملک نے ان مفتیوں کو فراہمیٔ ٹیکس کے لئے ایک ایک علاقہ دے رکھا ہے۔ جس کی تعیین مجلس علماء اور شریعت کی عدالت عالیہ کرتا ہے، اور جس کا حاکم رئیس العلماء ہے، اسکاپلیج کی مجلس کا حلقہ مشتمل ہے۔ پانچ مفتیوں پر یعنی اسکاپلیج، پرزرن، بتولج۔ نووی بازار اور پلولج نظارت عالیہ مذہب کی درخواست پر امور دین کا خاص طور سے خیال رکھا جاتا ہے۔ ابتدائی مذہبی تعلیم مکتب جسیان اور ابتدائیہ میں ہوتی ہے۔ جہاں بچے اسلام کے بنیادی اصول سیکھتے ہیں۔ بعد میں ان کو ثانوی مدرسوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ مذہبی تعلیم حکومت کے ابتدائی ثانوی اور خاص مدارس میں بھی ہوتی ہے۔ مذہبی پیشواؤں کی تعلیم کے لئے بوسینا اور ہرزوگونیا کے اضلاع میں میانیش مدرسے ہیں۔ ان میں سب سے مشہور مدرسہ غازی بیگ کا سراجیو میں ہے۔ اس میں آٹھ جماعتیں ہیں اور یہ ثانوی مدرسہ کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ اس وقت اس میں ۸۰ طلباء ہیں۔ اُستناد ثانوی مدارس سے مقرر ہو کر آتے ہیں۔ یہ سب کے سب مسلمان ہیں۔

اس مدرسہ سے جو طلباء فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ وہ حکومت کے "منشی امام" مقرر ہو سکتے ہیں۔ ان اماموں کو مختلف اماموں میں منقسم کر دیا جاتا ہے جن کی ترتیب علاقہ وار ہوتی ہے۔ ہر امامت میں تقریباً تین سو مکانات ہوتے ہیں۔ اماموں کا صرف یہی کام نہیں ہوتا کہ مسجدوں کے اندر اور باہر مذہبی احکامات کو جاری کریں، بلکہ انکی امامت کا نظام بھی ٹھیک ہو۔ ان کا یہ بھی فرض ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں اموات اور ولادتوں کا باقاعدہ حساب رکھیں۔ یہ کام مسلمانوں کے لئے بالکل نیا ہے۔ حالانکہ یہی کام دوسرے مذہبی فرقے ترکوں کی حکومت میں کرتے تھے۔ سراجیو کی مجلس علماء کے حلقہ اقتدار میں ۹۹۹،۰۳۰ ۱۴۳ گھر، ۱۲۶ اور ۵۷ مسلمان اور ۱۴۲۹ مذہبی پیشوا ہیں۔ جن میں ۳۱۲ "منشی امام" ہیں۔ اسکے علاوہ اسی حلقہ میں ۱۲۰ امسجدیں اور قرآن کی تعلیم کے لئے ۳۴۰ ا مکتب ہیں۔ جہاں ۵۲۳،۸۰۴ بچے تعلیم پاتے ہیں۔ سکاپلیج میں ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۶۰۴۶۹۶ و ۱۴۳۸ مسلمان یا ۱۳۱۱۰۶ مکانات ۱۴۱۱ امساجد اور ۳۱۹ "منشی امام" ہیں۔

علاوہ ازیں فوج کے ہر حصہ کے لئے ایک خاص فوجی امام ہوتا ہے۔ جس کا عہدہ کپتان کے برابر ہے اور جسکی تنخواہ حکومت دیتی ہے۔ وزارت جنگ میں ایک "فوجی اعلےٰ امام" ہے جس سے تمام مسائل میں مشورہ لیا جاتا ہے۔ سراجیو میں ایک مذہبی مدرسہ (ریافستگہ) ہے۔ اس میں آٹھ جماعتیں ہیں۔ عام تعلیم کے علاوہ

عربی اور اعلےٰ دینیات بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس مدرسہ کے فارغ التحصیل طلباء حکومت کی کسی درسگاہ میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

اسی شہر میں چالیس سال سے ایک مذہبی مدرسہ قاضیوں کے لئے بھی ہے۔ ملک میں ان کی تعداد ۱۸۵ ہے۔ سکاپلیج میں آزادی کے بعد ۱۹۱۸ء میں مدرسہ شاہ الگز نڈر اول کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ اس میں آٹھ جماعتیں ہیں۔ اور حکومت اس کا انتظام کرتی ہے۔ جامعہ بلغرا میں مشرقی لسانیات اور قانون شریعت کا بھی ایک شعبہ ہے شادی بیاہ اور اسی قسم کے دوسرے معاملات میں اسلامی شریعت پر عمل ہوتا ہے۔ یورپ بھر میں اس کی صرف ایک ہی مثال ہے۔ انجمن اتحاد دین تمام مذہبی ملازموں کو تنخواہ دیتی ہے۔ جس میں حکومت کے ڈیڑھ کروڑ دینار بھی شامل ہیں۔ انجمن دین کی آمدنی میں وہ ٹیکس بھی جمع ہوتا ہے جو مسلمان ادا کرتے ہیں (براہ راست ٹیکس پر ۱۰ فیصدی) علیٰ ہٰذا اوقاف کی آمدنی جس کا تخمینہ کئی ملین دینار ہے۔

وقف کی سالانہ آمدنی آجکل کم ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس کا اندازہ املاک کی موجودہ حیثیت سے لگایا جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک تو جائداد کا بڑا حصہ زمین کی صورت میں ہے۔ جسکی کاشت ٹھیک سی نہیں ہوتی۔ اور دوسرے نظم و نسق کی خرابی ہے۔ سراجیو کے وقف کی سالانہ آمدنی کل ۱۳۳۰۷۷۵ ۱۱ دینار ہے۔ اور اسکاپلیج کے وقف کی آمدنی ۷۷۴۰۶۶۶ ۱۱ دینار ہے۔ بوسینا اور ہرزگونیا کے آزاد وقف کی آمدنی ۰۰۰ و ۰۰۰ و ۳۱ دینار اور سرویا، مانٹی نگرو، نووی بازار کے وقف کی سالانہ آمدنی ۰۰۰ و ۵۰۰ و ۳ دینار ہے۔ ان سب کو ملا کر اور حکومت کی امداد شامل کر کے کل آمدنی ۱۰۱ و ۱۴۴ و ۷۰ و ۵۶ دینار ہوتی ہے۔ اوقاف کا نظم و نسق سراجیو اور سکاپلیج میں ہے۔

بوسینا ہرزیگونیا، جنوبی سرویا اور سنجک کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں مسلمانوں کی مطلق یا اضافی اکثریت ہے۔ گاؤں میں وہ زراعت، گلہ بانی، تمباکو اور افیون کی کاشت اور ریشمی کیڑوں کو پالنے وغیرہ کا کام کرتے ہیں شہروں میں تجارت اور دستکاری، صنعت و حرفت میں بھی ان کا حصہ ہے۔ لکڑی اور کھال کے کام، پارچہ بافی اور دھات کے کاموں مثلاً زرگری میں اکثر مسلمان نظر آتے ہیں، ان کا اپنا مطبع ہے۔ اور ان سب میں مشہور بنک "تکبیرات" ہے۔ جس کا سرمایہ ۰۰۰ و ۰۰۰ و ۲۴ دینار ہے سراجیو میں مسلمان بچوں کے لئے ایک یتیم خانہ بھی ہے۔ جس کا انتظام وقف کے سپرد ہے۔ یہ یتیم خانہ جدید اصولوں پر چلایا جاتا ہے۔ بچوں کو تعلیم کے علاوہ مختلف پیشے بھی سکھائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا ایک مدرسہ صناعانہ دستکاریوں کے لئے بھی ہے۔ جو بقول ڈاکٹر آرنلڈ پروفیسر لندن یونیورسٹی اپنی طرز کا ایک ہی مدرسہ ہے۔

جہاں تک مسلمانوں کی تمدنی حیثیت کا تعلق ہے۔ اسکی ابتدا "گیارت" سے ہوتی ہے۔ جو ایک تعلیمی اور تمدنی انجمن ہے۔ ۱۹۰۳ء میں جب یہ انجمن قائم ہوئی تھی تو ایسے مسلمان بہت ہی کم تھے۔ جنہوں نے کسی ثانوی مدرسہ میں تعلیم پائی ہو اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تو کوئی تھا ہی نہیں۔ جب اس کا اثر بوسینا اور ہرزگوینا میں پہنچا۔ تو مسلمانوں کی تمدنی اور تعلیمی حالت سرعت سے اچھی ہوتی گئی۔ اسوقت "گیارت" ملک کی نمایندہ جماعت ہے اور اس کے باقاعدہ اراکین کی تعداد ۲۰ ہزار ہے۔ پہلے یہ انجمن صرف تمدنی تحریکوں تک محدود تھی لیکن جب عثمان جی لگ قومی گیارت کے سیاسی فلسفہ کے بانی اس کے ناظم مقرر ہوئے تو قومی نقطہ نظر سے اس کی اہمیت میں بہت اضافہ ہوگیا۔ ۱۹۱۰ء میں انجمن کے مقاصد کی توسیع کی گئی۔ اور اس نے مسلمانوں کی ترقی و بہبود کے لئے کام شروع کردیا۔ آج "گیارت" کے ماتحت نو دارالاقامے میں جن میں ثانوی درجہ کے چھ سو لڑکے لڑکیاں رہتی ہیں۔

علاوہ ازیں گیارت ثانوی اور ابتدائی مدارس کو باقاعدہ مدد دیتی رہتی ہے مسلمان عورتوں کے لئے ایک صنعت گاہ بھی ہے جس میں سینے پرونے کا کام قالین سازی اور کپڑوں کا کاڑھنا سکھایا جاتا ہے۔

ہر ضلع میں گیارت کا نام یہ ہے کہ وہ ان پڑھ لوگوں کو تعلیم دے، اور امور خانہ داری سکھائے ہر سال اپنے خرچ پر یہ انجمن چند طلباء کو قاہرہ اور الجزائر کی مشہور اسلامی درسگاہوں میں بغرض تعلیم بھیجتی ہے، سراجیو کی گیارت کے علاوہ بلغرا میں بھی ایک گیارت ہے، جس نے سال گذشتہ ہی ایک اپنا دارالاقامہ مکمل کیا ہے۔ جہاں تقریباً ۱۵۰ ایسے طلباء اور طالبات کا قیام ہے جو جامعہ بلغراد میں تعلیم پاتے ہیں

گیارت کے علاوہ ایک اور انجمن جمعیت اتحاد طلبہ اسلامیہ ہے۔ جو سراجیو میں ثانوی مدارس کے دارالاقاموں کی نگرانی کرتی ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے معلوم ہو جائے گا کہ یوگوسلافیہ میں کتنے مسلمان حکومت میں ملازم ہیں اور کتنے دوسرے کام کرتے ہیں۔

قانون دان	۲۸	پروفیسر	۸۹
ڈاکٹر	۶۷	قاضی	۲۳۵
انجینیر	۴۱	استاد	۱۲۸

دوسرے محکموں میں سرکاری ملازم ۱۰۷۸ ہیں۔ اسکے علاوہ چند ادارہ ریلوے، اور مالی اداروں میں کئی مسلمان بطور افسر اور ماتحت ملازم ہیں۔

موجودہ قانون کے مطابق حکومت کے نظم ونسق میں مسلمان ہر عہدہ پر پہنچ سکتا ہے۔ آج کل ضلع عدالت کا جج، سرکاری وکیل، کورٹ آف اپیل کا ایک جج اور ایک مشیر حکومت مسلمان ہیں۔

۱۹۱۸ء سے اس وقت تک یوگوسلافیہ کی فوج میں معمولی اور غیر کمیشن یافتہ افسروں کے طور پر کئی مسلمان بھرتی ہوئے۔ جن کو ذمہ دار عہدوں پر رکھا گیا ہے۔ مثلاً جنرل اسٹاف میں دو افسر مسلمان ہیں۔ گاگو کے شہر میں جنبدارمہ کا افسر و محافظ بھی ایک مسلمان ہے۔

یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ میں ڈاکٹر فہیم برکت آرووک علوم شرقیہ کے اعزازی پروفیسر ہیں۔ شعبہ قانون شریعت کے ڈاکٹر محمد بیگ اوووک ہیں۔ زغرب میں صالح لیوبک ال مدرسہ تعلیمات اعلیٰ کے پروفیسر ہیں۔

اس کے علاوہ ۱۹۱۸ء ہی سے ہر وزارت میں ایک نہ ایک مسلمان ضرور شامل رہا ہے ۱۹۲۴ء میں تین مسلمان تھے۔ اسوقت تک کئی مسلمان وزیر رہ چکے ہیں۔ موجودہ وزارت میں بھی ایک مسلمان وزیر موجود ہے یعنی ڈاکٹر کرم احمد داؤد مگر ان کو پورٹ فولیو نہیں ملا۔

کئی سال سے مسلمانوں نے پارلیمنٹ میں بھی حصہ لینا شروع کردیا ہے۔ اس میں ہمیشہ ان کے بیس تیس نمائندے موجود رہے ہیں۔ آجکل گیارہ نمائندے قومی پارلیمنٹ میں اور سینیٹ میں سات اراکین ہیں۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ یوگوسلافیہ کے مسلمان اسلامیان یورپ میں سب سے آگے ہیں۔ اور دنیا کی عام خراب حالت کے باوجود ترقی کی منزلیں طے کر رہے ہیں۔

دنیائے اسلام کی نشاۃ الثانیہ

(از جناب ایم اے-سی-ایم-صالح صاحب)

جس موضوع پر آج میں نے قلم اٹھایا ہے۔ اس سے وہ حضرات گہری دلچسپی کا اظہار کرینگے جو اقوامِ عالم کی آئیندہ امن و ترقی دامنِ اسلام سے وابستہ سمجھتے ہیں۔ مسٹر برنارڈ شا نے بہت ٹھیک کہا ہے کہ اسلام ایک دن تمام دنیا پر چھا جائے گا۔ اسی کے ساتھ وہ لکھتا ہے۔

مَیں نے اسلام کو اس کے زبردست اثر و قوت کیوجہ سے ہمیشہ احترام کی نظروں سے دیکھا ہے صرف یہی ایک مذہب اخذ و اکتساب کی صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو دنیا کے حالات بدلنے پر بھی ہر زمانہ میں لوگوں کو متاثر کر سکتا ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ مجھ جیسے بڑے آدمیوں کی پیشینگوئیوں کی قدر کرے۔ میں پیشینگوئی کرتا ہوں۔ کہ مذہب اسلام موجودہ یورپ کے لئے قابل قبول ہوگا۔ عہد متوسط کے پادریوں نے اسلام کو تعصب یا لاعلمی کیوجہ سے بہت برے رنگ میں پیش کیا ہے۔ درحقیقت ان کو یہ سبق دیا گیا تھا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مذہب سے نفرت کی جائے۔ ان کے نزدیک پیغمبرِ اسلام حضرت عیسٰی کے دشمن تھے۔ میں نے آپ کے حالات کا مطالعہ کیا ہے۔ اور مَیں کہہ سکتا ہوں کہ آپ حضرت عیسٰی کے دشمن نہیں تھے۔ آپ انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اگر اس زمانہ میں آپ جیسا کوئی انسان دنیا کا "مختار کل" بنا دیا جائے تو وہ مسائلِ حاضرہ کا حل اس طرح کرے گا۔ جس سے امن و مسرت کی فضا پیدا ہو جائے گی۔ یورپ اسلام کیطرف مائل نظر آتا ہے، اگلی صدی میں اس مذہب کے اور فوائد معلوم ہو جائینگے۔ اور اسکی مدد سے اہم مسائل کا حل ہوگا۔ اور میری پیشینگوئی بھی اسی خیال کو مدِ نظر رکھ کر ہے۔ اس زمانہ میں یورپ کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اس براعظم میں اسلام کا آغاز ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر لتھروپ سٹاڈرڈ نیو ورلڈ آف اسلام میں لکھتے ہیں،۔

انسانی تاریخ میں اسلام کا عروج ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔ اس کا آغاز اس ملک اور ان لوگوں

سے ہوا۔ جن کی اس سے پہلے کوئی حقیقت نہیں تھی۔ لیکن یہ ایک ہی صدی میں نصف دنیا میں پھیل گیا۔ اس نے بڑی بڑی سلطنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور ان مذاہب کا خاتمہ کر دیا۔ جو ایک مدت سے مروج تھے، اس نے قوموں کے قلوب کو بدل ڈالا اور ایک نئی دنیا قائم کر لی۔ یعنی دنیائے اسلام۔

ان بیانات سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ ان سے اس مخفی حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ نہضت الاسلام کا آغاز ہو گیا ہے۔ مختلف خیالات اور ثبوت اس امر کی خبر دیتے ہیں۔ کہ اسلام عالمگیر مذہب ہوگا۔ اہل علم و سائنس یہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ وہ مسائل جو آج دنیا کو مصیبت میں ڈالے ہوئے ہیں۔ ان کا حل صرف اسلام کے پاس ہے تمام بین الاقوامی شہرت رکھنے والے حضرات اسلام کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ اسلئے وہ زمانہ دور نہیں۔ جب یہ عالمگیر مذہب ہو کر دنیا کے واسطے امن و مسرت کا ذریعہ بنے گا۔ جس کی جنگ عظیم کی تباہی و بربادی کے بعد سخت ضرورت ہے۔

عالم اسلام میں بھی حالات بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں۔ مسلمان کم از کم یہ دیکھنے لگے ہیں۔ کہ ان کے چاروں طرف کیا ہو رہا ہے موجودہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ترک اور مصری دین اسلام کی از سر نو تعبیر کر رہے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے انہوں نے شریعت اور اس کی لچک کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ افغانستان اور ایران اپنے مغربی عیسائیوں سے ٹکرا کر اسلام کے عقائد و اصول کے ماتحت اصلاحات نافذ کر رہے ہیں، اسلام کا مولد اور اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز عرب بھی گہری نیند سے چونکا ہے، واقعات خود بخود ایسی شکل اختیار کر رہے ہیں۔ جو اسلام کی قدیم شان و شوکت اور عزت کے مطابق ہیں۔ ڈاکٹر اسٹاڈرڈ اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"آج دنیائے اسلام ایک زبردست جوش اور حرکت میں ہے۔ مراکش سے چین اور ترکستان سے کانگو تک پیغمبر اسلام کے پچیس کروڑ پیرو نئے خیالات، نئے جذبات اور نئی امیدوں سے متاثر ہو رہے ہیں۔ ایک عظیم الشان تبدیلی ہو رہی ہے۔ جس کا اثر تمام انسانوں پر ہوگا یہ تبدیلی بڑی حد تک گذشتہ جنگ کا نتیجہ ہے، لیکن اس کا آغاز بہت پہلے ہو چکا تھا۔ ایک سو سال ہوا۔ جب اس انقلاب کی تخم ریزی کی گئی تھی۔ اور اس وقت سے اس میں بتدریج ترقی ہو رہی ہے۔ شروع شروع میں اس کا پتہ نہیں چلا۔ لیکن اب لوگ نہایت تیزی

کے ساتھ اس سے متاثر ہو رہے ہیں۔ جدید محرکات کی بدولت اس وقت یہ انقلاب اپنی انتہائی شدت پر ہے"۔

مادیت پر مغربی تہذیب و تمدن کی عمارت کھڑی ہے، لیکن اسلام کے سادہ عقائد اور اسکے نصب العین زندگی نے جو انسان کو روحانی تکمیل اور ابدی نجات کی طرف لے جاتا ہے، اسکی بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ اسلامی عقائد نے زندگی کے میکانیکی نشو و نما کو ایک لحظے کے لئے بھی تسلیم نہیں کیا، اسلام میں خدا کا تصور بطور ایک خالق اور صانع کے کیا گیا ہے۔ اور اس سے یہ ماننا لازم آتا ہے۔ کہ انسان کے اعمال و افعال ارادی ہیں۔ پر وفیسر ٹی۔ ایچ۔ ہکسلے کہیں صدیوں کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں، کہ انسانی اخلاق اور اس کی فلاح و بہبودی کیلئے نظام عالم کا میکانیکی تصور سراسر غلط ہے۔ علی ہذا برٹنڈ رسل جو اپنے متناقص بیانات کے ساتھ ایک اخلاقی اور معاشرتی مصلح بن رہا ہے۔ اور عریانی، آزادانہ محبت اور اس اصول کا حامی ہے کہ انسان جو جی چاہے کرے۔ اسلام کو دنیا میں آئے تیرہ سو سال گذر گئے۔ لیکن ٹالسٹائے، کروپاٹکن اور ان کے متبعین اب کہہ رہے ہیں۔ کہ دنیا کو کسی حکومت کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر مرد اور عورت اخوت انسانی کے عالمگیر اخلاقی احکام پر کامل ضبط اور دانائی کیساتھ عمل کرے گا۔

ولیم کمڈوگل نے "مذہب اور علوم حیات" میں لکھا ہے کہ ہ دیقین کے آخری عہد سے لیکر نیوٹن، والٹیر پریسٹلے کوزل فنک، عصر حاضر میں ہینڈرسن اور جوزیف نیڈہام تک فلسفہ کی تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ سائینسدان اس بات کو بلا چون و چرا تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں۔ کہ نظام عالم کی ابتدا کسی غایت کے ماتحت ہوئی۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو وہ انسانی اداروں کو ملت کے لئے کیوں ناکافی سمجھتے ہیں۔ دوسری جانب مسیحیت کا اثر دن بدن زائل ہو رہا ہے۔ اور تعلیم یافتہ دنیا کو کسی ایسی چیز کی تلاش ہے، جو اسلام کے سادہ اور فطرت احکام کے مطابق ہو۔ حیاتیات میں مسئلہ ارتقا کو اب کوئی تسلیم نہیں کرتا اور اس نزاع سے بہت پہلے جو فرانسیسی عالم حیوانات لامارک (جس نے عہد حاضر میں اس نظریے کی بنا رکھی کہ جو ترمیمات کسی ذی حیات نے اپنے جسم میں پیدا کرلی ہیں انکی تبدیلی ممکن ہے) اور ڈاروِن کے درمیان ہوا کہ انواع حیات کی علت انتخاب طبعی ہے اور یہ کہ انسان کے اسلاف حیوان تھے۔ اس خیال کی تغلیط ہو چکی تھی کیونکہ اگر انسان نے جیسا کہ علمائے حیات کہتے ہیں ترقی کی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ عمل ہمارے زمانے میں جاری نہ رہے انسان کی ابتدا کے متعلق اس قسم کے جو متناقض متضاد نظریات قائم کئے گئے ہیں۔ ان سے کہیں بالاتر پیغمبر اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ خداتعالیٰ قادر مطلق اور ہر چیز پر [illegible]

ہادیٔ اسلام نے انسان کے اجتماعی او سیاسی ادارات کی اساس ہی کو بدل ڈالا۔ اور صدیوں سے پہلے اپنی روشن اور درخشندہ مثال سے نہ صرف ان خیالات کو پورا کیا۔ جو راسو اور مارکس نے ظاہر کئے ہیں۔ بلکہ اس زمانے میں اشتراکی مصلح لینن نے جو کام کیا ہے، اس کے اور اس کے پیشروؤں کے سیاسی نظامات میں جو بھی چیز اچھی تھی اس کی تعلیم اسلام میں پہلے ہی سے موجود ہے۔ لیونارڈو ڈاونچی نے جن الفاظ میں خدا پر اپنا ایمان ظاہر کیا ہے۔ وہ بہت دلچسپ ہیں۔ وہ کہتا ہے "متعصب اور ضدی لوگوں کو بکنے دو۔ اور ان کی طرف توجہ بھی نہ کرو۔ مطالعہ قدرت سے اللہ میاں خوش ہوتا ہے اور یہ عبادت کے قریب تر ہے قوانین قدرت سیکھ کر ہم خدا، خالقِ عالم کی مدح کرتے ہیں۔ ہم خدا سے محبت کرنا سیکھتے ہیں کیونکہ زیادہ علم سے زیادہ محبت پیدا ہوتی ہے۔ تھوڑے علم سے آدمی میں محبت بھی کم ہو جاتی ہے" مندرجہ ذیل مکالمہ سے معلوم ہوگا کہ دنیا کس رفتار سے اسلامی اصولوں کی طرف جارہی ہے۔ ایک جگہ گوئٹے سوال کرتا ہے۔ "اگر اسلام یہی ہے تو کیا ہم سب مسلمان نہیں ہیں"۔ اس کا جواب کارلائل یوں دیتا ہے "وہ لوگ جو اخلاقی زندگی رکھتے ہیں بلاشبک مسلمان ہی ہیں"۔ پیغمبر اسلام نے انسان کو اس کی صحیح جگہ عطا فرمائی ہے اور اس کو خلیفۃ اللہ کا لقب دیا ہے۔ اسلام کا تصور بہت مناسب اور موزوں ہے۔ خدا کے اسی تصور نے مختلف جنگجو، راہزن، بدمعاش اور متعصب قبیلوں کو ایک نیک اور رحم دل اور بہادر قوم بنا دیا تھا۔ اسی قوم نے ایک ایسی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اسی سلطنت کی سرپرستی میں علم و سائنس کو انتہائی ترقی ہوئی۔ اس وقت جبکہ مغربی یورپ نے آزادی کے محضر نامہ کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس سے کہیں پہلے حجاز میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی جمہوریت کا بیج بو دیا تھا۔ جس کے برگ و بار اب سینکڑوں سلطنتوں کی تباہی کے بعد انسان کی اس آرزو سے کہ صحیح جمہوریت قائم ہو، جیسا کہ ہادیٔ اسلام نے تعلیم دی تھی اب ظاہر ہو رہے ہیں۔ پروفیسر لیک ایک جگہ لکھتے ہیں "یہ ایک قابلِ ذکر حقیقت ہے۔ کہ جب ساری دنیا غلامی میں مبتلا تھی۔ اسوقت اسلام نے آزادی، اخوت، اور مساوات کا سبق دیا تھا۔ پیغمبر اسلام نے خوب فرمایا ہے "تمام مخلوق خدا کی ہے، وہ بندہ خدا کا سب سے پیارا ہے۔ جو اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا ہے"

اسلام قانون فطرت ہے وہ انسان کے قلب کو پاک کرتا ہے۔ اور اسکی نجات کا ذریعہ ہے۔ ضرور ہے کہ وہ دنیا کو امید اور اطمینان کا پیغام دے تاکہ انسان کی بیداری اور اصلاح کا عمل شروع ہو جائے۔ مسلمان

جہاں کہیں بھی ہوں ان کا فرض ہے، کہ وہ خدا کے اس پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیں۔ اور خود بھی اسکو دیانتداری سے پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پہ یہ زبردست احسان ہے کہ اس نے ان کو معقول حد تک آزادیٔ عمل کی اجازت دی۔ یہ خدا کی مشیئت ہے۔ کہ اسکی صفات کے باہم عمل کرنے سے ہمیں اسلام میں چین اور اطمینان نصیب ہو۔ بیشک رضائے الٰہی کی اطاعت شرط ہے۔

ہم لوگ جو اسلام کی برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ قرآن کریم کو غور سے سنیں۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے بذریعہ وحی انسانوں کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ ہم اسلام کا پیغام جگہ جگہ پہنچا دیں۔ مختصر الفاظ میں۔ اس کا مفہوم یہ ہے۔ وہ ایک عالمگیر پیام ہے۔ جس کا مقصد توحید کی اشاعت ہے، اس نے اخوت انسانی کی تعلیم دی ہے، اور اس یقین سے انسان کی قوت عمل میں ہر لحہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ کہ وہ ہر چیز پر غالب آسکتا ہے، باقی جو کچھ ہے دنیا کا پیدا کردہ ہے۔ اسلام کا ضروری جزو نہیں۔ آیئے ہم ارادہ کرلیں۔ کہ ہمارا بہترین ترکہ دنیا کے لئے یہ ہو کہ ہم ان تمام غلط فہمیاں کو دور کردیں۔ جو اسلام کے نکلتے ہوئے، آفتاب کی ضیا کو مدھم کررہی ہیں۔ اور اسطرح دنیا کی ہولناک رقابتوں کا خاتمہ ہو جائے۔ ہمیں ان کی بجائے اتحاد و انصاف اور محبت کو دنیا میں پھیلانا ہے۔ جسکی اسلام نے ہمیں اپنے سادہ اصولوں کے ذریعہ تعلیم دی ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ قبر میں جانے سے پہلے جو کچھ ہوسکتا ہے کرلیں۔

اسلام میں عورت کا درجہ

از جناب حاجی عبدالمجید صاحب

کچھ دنوں سے یہ اعتراض عام ہو چلا ہے کہ اسلام میں عورتوں سے بڑی بدسلوکی کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک عورت کی حیثیت محض اتنی ہے کہ جب چاہا گھر میں ڈال لیا۔ جب چاہا الگ کر دیا۔ وہ ایک بے روح مخلوق ہے۔ لہذا نہ اس دنیا میں اس کا کوئی حق ہے نہ آنے والی زندگی میں۔ بغرض محال اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بعض مسلمان مردوں کا فی الواقعہ یہی عقیدہ ہے۔ تو اس کے باوجود قرآن پاک پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ جس میں صراحتاً مذکور ہے۔

ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات والقٰنتین والقٰنتٰت والصٰدقین والصٰدقٰت والصٰبرین والصٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصّآئمین والصّٰئمٰت والحٰفظین فروجہم والحٰفظٰت والذّٰکرین اللہ کثیراً والذّٰکرٰت اعد اللہ لھم مغفرۃً وّ اجراً عظیماً ○ ۲۲ : ۱

اپنے آخری خطبے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"عورتوں سے حسن سلوک کرو۔ وہ تمہارے پاس خدا کی امانت ہیں"۔

غالباً یہ امر بہت کم معلوم ہے کہ اسلام نے شروع ہی میں عورت کو یہ حق دلایا کہ وہ اپنی ذاتی جائداد کی مالک ہو جس میں اس کا خاوند یا بھائی بھی دخل نہیں دے سکتا۔ اسلامی قانون وراثت کے مطابق ایک باپ بھی اس کا مجاز نہیں۔ کہ اپنی بیٹی کو خواہ وہ اس سے کسقدر ناراض ہو عاق کر سکے اسلئے کہ احکام قرآن کی رو سے ہر لڑکی کو حق پہنچتا ہے کہ اسکو اپنے باپ کے ترکے میں سے اسقدر حصّہ ملے جو اس کے ہر بھائی کے ½ حصے کے برابر ہو۔ علیٰ ہذا شریعت نے اس امر کا لحاظ رکھا ہے۔ کہ کوئی عورت اپنے متوفی شوہر کی جائداد سے محروم نہ ہونے پائے۔ قرآن میں بیوہ کا حصّہ کھلے الفاظ میں مرقوم ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ لڑکیوں کا حصّہ لڑکوں سے نصف رکھا گیا ہے۔ جس کا شاید یہ مطلب سمجھا جائے۔ کہ اسلام میں عورت کو بہرکیف وہ درجہ نہیں دیا گیا۔ جو مرد کو حاصل ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شادی

ہونے پر عورتوں کا نان نفقہ ان کے خاوندوں کے ذمے ہوتا ہے۔ اور اس سے قبل وہ اپنے بھائیوں کے ہاں رہتی ہیں۔ اسی طرح اسلام میں اس بیوہ کا حصہ کم رکھا گیا ہے۔ جو بال بچوں کی ماں ہو۔ بہ نسبت اس بیوہ کے جس کی کوئی اولاد نہ ہو۔ کیونکہ یہ ایک فطری امر ہے کہ جس عورت کے بچے ہیں۔ وہ اپنی بیوہ ماں کا ضرور خیال رکھینگے۔ لیکن اب کہینگے۔ کہ طلاق کا ہمارے پاس کیا جواب ہے، طلاق کو بیشک اسلام نے جائز رکھا ہے۔ مگر اسکو پسند کبھی نہیں کیا۔ اسلام میں طلاق کا مفہوم صرف اسقدر ہے۔ کہ اگر کوئی خاوند اختلاف طبیعت محبت کی کمی یا کسی اور وجہ سے یہ پسند کرے کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائے۔ تو بجائے اسکے کہ دونو کے لئے زندگی عذاب ہو جائے۔ وہ ایکدوسرے سے علیحدہ ہو سکیں۔ اگر کوئی خاوند بغیر کسی معقول وجہ کے اپنی بیوی کو طلاق دے گا۔ تو اس کا کوئی عمل اللہ تعالےٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا۔ اور یہاں تک رائے عامہ اس کے مخالف ہوگی۔ کہ اس کیلئے شادی کرنا مشکل ہو جائے گا۔ بہرکیف اگر کوئی عورت یہ چاہے کہ وہ اپنے آپ کو مردوں کے لاابالی پن سے محفوظ رکھے تو یہ بھی ممکن ہے۔ کیونکہ طلاق سے قبل وہ ایک بہت بڑے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو بہت سے خاوندوں کو جلد بازی سے روک دے گی۔ قرآن نے طلاق کا جو قاعدہ مقرر کیا ہے۔ وہ بہت پیچیدہ ہے۔ اور اول اس کی بہت سی شرائط کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ پھر عورت کو بھی طلاق کا ویسا ہی حق حاصل ہے۔ جیسا مرد کو۔

مسئلہ نکاح اور تعدد ازدواج

اسلام نے نکاح میں اس اصول کو مدِنظر رکھا ہے کہ عورت مرد سے کمزور ہے۔ لہٰذا مرد کا یہ فرض ہے کہ ہ۔۔ت کو مہر ادا کرے، علیٰ ہذا یہ کام مرد کا ہے۔ کہ وہ زندگی کی سختیاں برداشت کرے۔ کسب معاش اور گھر بار کی حفاظت سب اس کے ذمہ ہے، عورت کے فرائض برعکس اس کے صرف اسقدر ہیں۔ کہ وہ بیمار اور زخمیوں کی نگرانی کرے۔ جیسا کہ غزوات کا حال پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، عورت کا کام بہرکیف گھر کا انتظام کرنا ہے۔ نہ یہ کہ وہ روزی کمائے۔

اسلام کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ شادی سے پہلے دولہا اور دولھن ایک دوسرے سے عشق و محبت نہیں کرتے۔ مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ شادی سے پہلے جو لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کی خوبیاں معلوم کرنے کے لئے آپس میں میل جول رکھتے ہیں۔ اس میں صرف جذبۂ "محبت" کام کرتا ہے۔ اس لئے کہ محبت ایک والہانہ صفت ہے۔ جس کا اظہار صرف ایثار ہی سے ہو سکتا ہے۔ یعنی کسی بے غرض عمل

جس میں صلہ یا اجر کا مطلق خیال نہ ہو۔ اب یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ کوئی لڑکا یا لڑکی ایکدوسرے سے بغیر کوئی توقع رکھے، شادی کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ لہذا تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ نکاح کا رشتہ محبت کی سنہری قیود سے الگ ہے۔ بلکہ اس کا تعلق اس حقیقی اور واقعی معاہدے سے ہے جس کا مسلمانوں میں والدین اور اعزا و اقربا کیطرف سے پہلے ہی سوچ سمجھکر فیصلہ کر لیا جاتا ہے،

لیکن اس سے یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ دولہا دولہن کو اپنے رشتے میں مداخلت کا کوئی حق نہیں اسلام نے اس امر کی اجازت دی ہے۔ کہ وہ اپنے اعزا کی موجودگی میں ایک دوسرے کو دیکھنا چاہیں۔ تو بلاشک دیکھ لیں۔ اور اس کے بعد اپنی رضامندی کا اظہار کریں۔ اس طرح جو لوگ زندگی میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں، ان کی محبت باہمی صفات اور خوبیوں کو دیکھ کر دن بدن بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور اسطرح ان میں والہانہ محبت کا وہ صحیح جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کا تقاضہ ہے۔ کہ جب کبھی موقع آئے وہ ایک دوسرے کے لئے ایثار سے کام لیں۔ اس محبت کا دائرہ اس تعلق اور خاطرداری کے ساتھ بتدریج وسیع ہوتا رہتا ہے۔ جسکو وہ ایک دوسرے کے عزیز رشتہ داروں۔ احباب بلکہ ایک وطن کے لئے ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ آخرکار اسکی تکمیل ایک عالمگیر محبت کی شکل ہوتی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ "النکاح سنتی" کیونکہ نکاح کے ذریعے انسان کو اس کا موقعہ ملتا ہے۔ کہ وہ ایثار و خلوص سے کام لے۔ جو گویا محبت بنی نوع انسان کا جوہر ہے۔ لہذا اگر شادی سے اس قسم کا رجحان پیدا ہونا ممکن ہے۔ تو یہ کہنا کسقدر غلط ہوگا۔ کہ شادی خدا تعالےٰ کی عبادت کے راستے میں حائل ہے، حالانکہ اس کا حکم ہے کہ ہم اس کے بندوں سے ایسی ہی محبت کریں جیسی خود اس سے کرتے ہیں۔

رہا تعدد ازدواج کا مسئلہ سو اہل مغرب سوائے بدی کے اور کچھ نہیں دیکھتے حالانکہ انجیل نے نہ کہیں اسکی ممانعت کی ہے۔ نہ تحدید۔ یہ صرف نیسین کونسل (جو ۳۲۰ء میں منعقد ہوئی) اور موجودہ تہذیب کا نتیجہ ہے کہ اسوقت وحدت ازدواج کا اسقدر چرچا ہے۔

کوئی عورت خواہ اس کا تعلق مشرق سے ہو خواہ مغرب سے اس بات کو کبھی پسند نہیں کرتی۔ کہ اس کا خاوند اسکے ہوتے ہوئے اور شادی کرے۔ بایں سبب اسلام نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے یہاں اس امر کا خیال رکھا جائے کہ اسلام نے صرف اسکی "اجازت" دی ہے۔ "حکم" نہیں دیا۔ پھر اس اجازت پر بھی قید لگا دی ہے کہ "اگر تمہیں یہ ڈر ہے کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر کفایت کرو۔"

مفسرین نے لفظ عدل یا انصاف کے مختلف معنی کئے ہیں۔ ہماری رائے میں عدل یا انصاف کا یہ مطلب نہیں کہ خاوند سب بیویوں کو ایک سا خرچ دے سکے یا اپنے وقت کا ایک سا حصہ ان کے ہاں صرف کرے۔ اس صورت میں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ خود اللہ تعالےٰ بھی عادل نہیں کیونکہ اس نے کسی کو غریب بنایا ہے کسی کو امیر کسی کو آنکھ نہیں دی۔ اور کسی کو کان، امام ابوحنیفہ کا خیال ہے کہ اس قید کا مطلب اصل میں امتناع ہے۔ کیونکہ کوئی شخص صحیح معنوں میں عدل نہیں کر سکتا۔ اسپرٹ آف اسلام میں سید امیر علی نے اسی عقیدے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ رائے قائم کی ہے۔ کہ "اسلام صرف ایک بیوی کی اجازت دیتا ہے۔

بہرکیف حقیقت جو بھی ہو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس قید کا مطلب امتناع تھا تو پھر اسکی ضرورت ہی کیا تھی۔ علیٰ ہذا اگر اللہ تعالےٰ کو جو علیم و بصیر ہے۔ پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کہ کوئی شخص عدل نہیں کر سکتا تو بہتر ہوتا کہ ایک ہی بیوی کی اجازت دیجاتی۔ لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ چار بیویوں کی اجازت کو کسی طرح اس شرط کے ماتحت ایک امتناعی حکم نہیں دیا جا سکتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کوئی نئی شادی کرتے اوّل اپنی ازواج مطہرات سے اجازت حاصل کر لیتے۔ اس سے یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے۔ کہ ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کا سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ گھر کے امن وسکون میں فرق نہ آئے۔ سب سے بڑا عدل یہ ہے کہ اس امن وسکون کو قائم رکھا جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ چیز موجود نہیں تو کسی خاوند کا اپنی بیویوں کو اپنے وقت یا روپے کا یکساں حصہ دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس صورت میں یہی بہتر ہے کہ وہ ایک بیوی پر قانع رہے۔

بہت کم عورتوں کو یہ احساس ہوتا ہے، کہ اگر انہوں نے اپنے خاوندوں کو اپنے علاوہ دوسری شادی کی اجازت دے دی تو ان کا ایسا کرنا گویا جہاد کرنے کے برابر ہوگا۔ کیونکہ اس طرح وہ اپنی بہت سی بہنوں کو ان خراب اور مضر نتائج سے محفوظ رکھینگی جو مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی زیادتی سے بالخصوص جنگ کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

ایک ساتھ ہی اس امر کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے کہ بعض مرد اس طرح پیدا ہوئے ہیں۔ اور ان کے حالات بھی ایسے ہیں کہ وہ ایک شادی پر کبھی اکتفا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ان کے لئے وحدت ازدواج کا قانون بنانا گویا ان بداعمالیوں کا راستہ کھولنا ہے۔ جس کا نتیجہ عورتوں اور بچوں کی تذلیل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے تعدد ازدواج کو ان خاص حالات کے لئے وضع کیا ہے تاکہ ملت حرامیوں اور

داشتاؤں سے محفوظ رہے۔ اس بات کا فیصلہ آدمی کے حسنِ فہم پر ہے، کہ اسے ایک دو۔ تین یا چار بیویوں کی ضرورت ہے۔ جیسے بھی اسکے حالات ذرائع آمد اور سکون و اطمینان کا تقاضا ہو۔ اور اگر کوئی عورت اس بات کو پسند نہیں کرتی، تو وہ شرائط نکاح میں پہلے ہی اس کا فیصلہ کر سکتی ہے ::

ہدیہ تشکر

جزاکم اللہ واحسن الجزا

آج ووکنگ مسلم مشن کو انگلستان میں قائم ہوئے تیئیس ۲۳ سال گذر گئے۔ اللہ تعالےٰ کا محض فضل و احسان ہے کہ جس نیک تحریک کی بنیاد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانیٔ مشن نے آج سے تیئیس سال پیشتر رکھی۔ اللہ تعالےٰ نے اسے سرسبز فرمایا۔ اور مسلم احباب نے اس کا خیر مقدم دلی شوق اور گرمجوشی سے کیا۔ اور آج تک اس اسلامی درد و محبت سے برابر کر رہی ہے۔ اور آج اگر ہم کو اس بات کی خوشی ہے کہ بانیٔ مشن کی مغرب میں اسلام کی اشاعت کی دیرینہ آرزو بالآخر پوری ہوئی۔ تو یہ صرف مسلم بھائیوں کے ایثار اور اتفاق و توجہ کی وجہ سے ہے کہ مسلمانانِ عالم نے جس محبت سچے خلوص اور ہمدردی کے ساتھ ووکنگ مسلم مشن کی بلادِ غربیہ میں کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھتے ہوئے ہر ممکن طریق پر دستِ اعانت بڑھایا۔ اس کا ہمارے قلوب پر گہرا اثر ہے اللہ تعالےٰ اُن سب کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ در اصل انہی کی حوصلہ افزائی نے ہمیں اس قابل کیا کہ ہم اس عظیم الشان کام کو ہر قسم کی مشکلات کے اندر انگلستان جیسی مہنگی سرزمین میں آجتک قائم رکھ سکے ہیں۔ ادب مانع ہے کہ یہاں پر ہم اُن محبت آمیز و حوصلہ افزا خطوط کا ذکر کریں۔ جو بہی خواہان مشن نے کارکنانِ مشن اور مشن کی خدماتِ جلیلہ کے متعلق استعمال کئے اور جنہوں نے وہم و گماں سے بڑھکر ہماری جرأت و ہمت کو بڑھایا۔

۱۹۱۳ء میں جب اس مشن کے مقدس بانی نے اسلام کی اشاعت کی تحریک کو انگلستان میں جاری کیا تو ہمارے بعض کرم فرماؤں کا بیشک یہ خیال تھا کہ اس ملک کی فضا اسلام کی تبلیغ کے لئے موزوں نہیں۔ اور ہو بھی تو ہر شخص اس کا اہل نہیں۔ لیکن اس مبارک تحریک کے مقدس روحِ رواں اور اسلام کی تبلیغ کے شیدا اور جو ایک مخصوص طرزِ عمل اور مستقل نظریہ رکھتے تھے۔ مدت مدید تک سرگرم عمل رہے۔ اُن کی شبانہ روز مساعیٔ جمیلہ آخر کار مثمر ہوئیں۔ اور آج خدا کا شکر ہے کہ یورپ میں مختلف حالات اس قسم کے پیدا ہو رہے ہیں

جن کی وجہ سے مغربی اقوام کی توجہ مذہب اسلام کی طرف مائل ہوتی جاتی ہے۔ اگرچہ غلط بیانی اور فریب کاری کا زمانہ اب تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ اور وہ مذہبی پروپاگنڈا جو دراصل سیاسیات پر مبنی تھا۔ اور جس نے صدیوں تک یورپین اقوام کو اسلام سے بدظن کئے رکھا۔ اب محض برائے نام رہ گیا ہے۔ تاہم ابھی تک اسلام کے خلاف بہت کچھ غلط فہمیاں اور دروغ بافیاں موجود ہیں۔ جن کے دور کرنے کی ازبس ضرورت ہے۔

معاندانِ اسلام نے جو لٹریچر اسلام کے خلاف گذشتہ تین چار صدیوں میں طیار کیا۔ وہ ابھی تک موجود ہے۔ اور واضح ہو کہ اس لٹریچر کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ اسلام کے خلاف نفرت اور دشمنی کے جذبات پیدا ہو جائیں۔ بہرکیف لوگ ابھی تک اباطیل کے اس انبار اور دروغ بے فروغ کے اس طومار کو اپنی تحریر و تقریر میں استعمال کر رہے ہیں۔ بایں ہمہ مرور ایام سے اسقدر تبدیلی ضرور ہو گئی ہے۔ کہ فی زمانناً لوگ صداقت کو قبول کرنے کے لئے آمادہ تر نظر آتے ہیں۔ اور ان کو اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف جو کچھ دشمنانِ اسلام نے لکھا ہے۔ اس کے غلط اور غیر معتبر ماخذ کا علم ہونے لگا ہے۔

آخر میں پھر ہم مسلم بھائیوں کی مسلسل مروّت خلوص نیّت اور مخلصانہ کوششوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے آجتک اس تبلیغی ادارہ کی مسلسل امداد فرمائی ہے، انکی قدردانی کے لئے جو جذبۂ تشکر ہمارے دلوں میں موجزن ہے۔ ہم اس کو تذکرہ لفاظ میں ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو اس کارِ خیر میں حصہ لینے کا اجر عظیم عطا فرمائے ؛

خواجہ عبدالغنی
سکرٹیری ووکنگ مشن ٹرسٹ

۱۴ نومبر ۱۹۳۵ء عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب

روزہ

اسلام کی ہر ایک تعلیم میں دراصل تعمیر اخلاق ہے۔ اس نے اپنی پاک تعلیمات سے اپنے پیرؤوں کو نہ صرف ناجائز کاموں سے محترز رہنے کی ترغیب دی ہے۔ بلکہ جائز امور یا ذاتی مقبوضات کو بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کی تعلیم دی ہے۔ تاکہ دوسروں کو فائدہ پہنچ سکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو شخص قرآنی تعلیمات کے ماتحت اپنے اور دنیا کے مابین تعلقات کو اس رنگ میں ملاحظہ کرنے کا عادی ہو چکا ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں اپنی دولت اور اپنا آرام خرچ کرنے سے کبھی جان نہیں چرا سکتا۔ کیونکہ اگر ایک شخص کو اس بات کا حق الیقین ہو جائے کہ جو کچھ وہ کماتا ہے۔ اور جس پر قانونی اور شرعی طور سے اُسے تصرف رکھنے کا

حق ہے۔ اُسے ان مکسوبات کو کسی نہ کسی وقت راہ خدا میں خرچ کرنا پڑے گا۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ ایسا آدمی کیونکر کسی ناجائز طریق سے دولت جمع کر سکتا ہے۔ گویا اسلام نے انسان کو ناجائز طریق سے بچنے کے لئے حکم دیا ہے۔ کہ وہ اپنی دولت راہِ خدا میں صرف کرے۔

ہر شخص کے لئے جائز ہے کہ حسب حیثیت کھائے پیئے۔ لیکن جب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وہی شخص سال میں ایک مقررہ عرصہ کے لئے جملہ ماکولات و مشروبات سے بطیب خاطر محض خوشنودی باری تعالےٰ کے لئے دست بردار ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ بات کس طرح قرین قیاس ہو سکتی ہے۔ کہ وہ شخص کبھی بھی ان دنیاوی دلچسپیوں کو اپنا مطمح نظر بنانا پسند کرے گا۔

اسی طرح ہر شخص کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی بی بی سے متمتع ہو۔ لیکن اگر وہ پورے ماہ رمضان بغیر کسی خارجی دباؤ کے اُس سے محترز رہے۔ تو کس طرح ہم یہ خیال کر سکتے ہیں۔ کہ وہ جا و بیجا کسی غیر محرم عورت پر بری نظر ڈالنا پسند کرے گا۔ بلکہ یہ قیاس کرنا بالکل مناسب ہے کہ اسمیں ایسی روح پیدا ہو جائے گی۔ کہ وہ کسی عورت کی طرف شہوت کی نظر سے کبھی ہرگز نہ دیکھیگا۔

گویا روزہ وہ زینہ ہے جس کی مدد سے ایک مسلم روحانی مدارج طے کرتا ہوا علو نفس کے بلند مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ جس کا جی چاہے غور کر کے دیکھ لے۔ حق تو یہ ہے کہ نوّے فیصدی جرائم جن کی وجہ سے ہماری سوسائٹی مورد آلام ہوتی ہے۔ یک لخت کافور ہو جائیں اگر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان واجب الاذعان پر عمل پیرا ہو جائیں۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اگر لوگ اُن جوارح کا جو اُن کے ہونٹوں اور ٹانگوں کے درمیان واقع ہیں صحیح استعمال کرنے پر مداومت کریں تو میں ان کے داخلۂ بہشت کا ضامن بننے کیلئے طیار ہوں" حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام اُن جرائم کا جو ان جوارح سے سرزد ہو سکتے ہیں۔ سدباب روزہ کو قرار دیتا ہے۔ جس کا مقصد تن آزاری ہی نہیں بلکہ اصلی غرض یہ ہے۔ کہ ہم اُن لذات سے محترز رہنا سیکھ جائیں جو شرعاً ممنوع ہیں۔

خواجہ عبد الغنی سکرٹری مشن قرست

یہ امر موجب مسرت ہے۔ کہ برٹش مسلم سوسائٹی لندن نے سر عمر ہیوبرٹ سٹیورٹ رنکین کو عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ مرحوم و مغفور کی جگہ اپنا پریسیڈنٹ مقرر کر لیا ہے۔ اور اس سوسائٹی کی سرپرستی عالیجناب پرنس محمد علی صاحب مصر نے قبول فرمائی ہے۔ سکرٹری مشن۔

نمایندگان ووکنگ مسلم مشن جنوبی ہند اور سیلون میں

(از جناب خواجہ عبدالغنی سکریٹری ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ)

اسلامیان جنوبی ہندوسیلون کی پرخلوص مہماں نوازی اور پُرجوش خیر مقدم سے اس امر کی یاددہانی ہوتی ہے۔کہ گو لاہور اور ان مقامات میں بعد المشرقین ہے تاہم اسلام کی برکت سے اتحادِ قلوب کا ثبوت ملتا ہے۔اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔کہ گویا ہم واحد مکان میں سکونت پذیر ہیں۔جذبۂ اخوت کا صحیح اور جلیل القدر احساس تمام مسلمانانِ عالم کے قلوب میں ساری نظر آتا ہے۔

دیگر مذاہب میں اس عالمگیر اخوت کا نشان تک نہیں۔ہندویت اور عیسائیت کو لے لیجئے۔فرقہ دارانہ فسادات سے مجروح ہیں۔عیسائیت میں چار سو سے زائد فرقے ہیں۔نہ یہ فرقے متحد الاحساس ہیں۔نہ ان میں رواداری کا مادہ ہے۔ان میں سے متعدد فرقوں کے دامن تعصب کی لعنت سے داغدار ہیں۔زید۔بکر کو حقیر خیال کرتا ہے لیکن اسلام میں معاملہ برعکس ہے۔تمام مسلمانانِ عالم ایک سلکِ اخوت میں منسلک ہیں۔

ہم جملہ مسلمانانِ جنوبی ہندوسیلون کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔کیونکہ نمایندگانِ مشن کے دورہ کی کامیابی کا باعث یہی بابرکات ہستیاں ہیں۔مختلف اسلامی جماعتوں۔انجمنوں اور اداروں کے بھی ہم شرمندۂ احسان ہیں۔ہمارے نمایندوں کو ان کی بے لوث کوششوں سے ہر قسم کی امداد میسر ہوئی ہے۔

دیگر مصروفیات کے علاوہ جن کا مذکور ان صفحات میں پیشتر ازیں آچکا ہے۔جناب امام صاحب مسجد ووکنگ نے حسب ذیل مقامات میں تقریریں کیں۔

ٹرنکومالی۔سیلون

۱۶ جون ۱۹۳۵ء۔باشندگان ٹرنکومالی کا ایک عظیم الشان جلسہ مورخہ ۱۶ رجون ۱۹۳۵ء بتقریب یوم النبی لب ساحل منعقد ہوا۔مسٹر ٹی۔بی۔جایا۔بی۔اے پرنسپل ظاہریہ کالج۔کولمبو نے صدارت فرمائی۔مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ نے ساڑھے پانچ بجے تقریر کی۔موضوع تقریر۔موجودہ دنیا کی سیاسیات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی اہمیت تھا۔

ماترا ۔ سیلون

۲۱ جون ۱۹۳۵ء (الف) "مساجد میں مقصدِ نماز" کے موضوع پر بعد از نماز جمعہ جناب امام صاحب مسجد ووکنگ نے وعظ فرمایا۔ حاضرین کثیر التعداد تھے۔

(ب) مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۵ء براڈوے ہال میں بروز جمعہ جناب امام صاحب مسجد ووکنگ نے "مذہب امن" کے موضوع پر ساڑھے چھ بجے شام ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ سی۔ ای۔ ڈی نیپٹو اسکوائر۔ سی۔ سی۔ ایس۔ ڈسٹرکٹ جج ماترا صاحب صدر مقرر ہوئے۔ فاضل صدر نے اخیر میں اسلام کے محاسن پر روشنی ڈالی۔ اور اس کی توصیف کی۔

۲۲ جون ۱۹۳۵ء (ج) جناب امام صاحب مسجد ووکنگ نے جامع مسجد ماترا میں بوقت ۹ بجے صبح ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیوں کا خلاصہ بیان کیا۔

(د) ماترا کی ایک مسجد میں ۱۰ بجے شام مسلم خواتین کا اجتماع ہوا۔ امام صاحب موصوف نے "اسلام میں عورت کا مرتبہ" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

اس ضمن میں ہم جناب الحاج ایس۔ اے۔ سی پینچی ایم۔ اے جناب داؤد مارکیر اور مسٹر لے کے بُہاری کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ صاحبانِ موصوف نے نہایت تندہی سے مختلف جلسوں کا لائحہ عمل مترتب کیا۔

کولمبو ۔ سیلون

۲۳ جون ۱۹۳۵ء (الف) کولمبو میں میمن کے سوداگرانِ بر نج نے بروز اتوار مورخہ ۲۳ جون ۱۹۳۵ء بوقت ۱۲ بجے دوپہر امام صاحب مسجد ووکنگ اور سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ کو مولود شریف کی تقریب دعوت میں مدعو کیا۔

(ب) صدر و ممبرانِ مسلم لائبریری و ریڈنگ روم بروز اتوار بمقام لائبریری ہال مولوی عبد المجید صاحب امام مسجد ووکنگ اور خواجہ عبد الغنی صاحب سکریٹری ووکنگ مسلم مشن سے ملاقی ہوئے مبلغ دو سو دس ۲۱۰ روپیہ کی ایک گرانبہا رقم امام صاحب کو بطور امداد مشن پیش کیگئی جناب صدر مسٹر اے۔ ای۔ ایم سلیمان نے ایک مختصر تقریر میں الحاج لارڈ ہیڈلے کی وفات حسرت آیات پر نہایت غم و اندوہ کا اظہار کیا مسٹر ٹی۔ بی جایا نے ایک تعزیتی ووٹ پیش کیا۔ ڈاکٹر ایم پی ڈرہمان نے اسکی تائید کی اخیر میں مرحوم کی یاد میں فاتحہ خوانی کیگئی۔ اس ماہ کے رسالہ کو لائبریری و مسلم ریڈنگ روم کے ممبران کے فوٹو سے ہی زینت دیگئی ہے کرسی نشینوں میں دائیں طرف نمبر ۵ پر جناب خواجہ عبد الغنی صاحب سکریٹری ووکنگ مشن اور نمبر ۹ پر جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم اے بی۔ ٹی امام مسجد ووکنگ ہیں۔ مولوی عبد المجید صاحب نے ووکنگ مسلم مشن کی کارگذاریوں کا خلاصہ بیان کیا۔

مسلم لٹریری ایسوسی ایشن کولمبو کا ایک افتتاحی جلسہ بمقام ویاس پیلس نمبر ۳۹ مورخہ ۲۳ جون ۱۹۳۵ء ساڑھے چھ بجے شام منعقد ہوا۔ مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ نے محاسنِ اسلام پر تقریر فرمائی۔ ڈاکٹر ایم سی۔ ایم خلیل صاحب نے فرائضِ صدارت انجام دئے۔ معزز صدر نے الحاج لارڈ ہیڈلے کے انتقال پُر ملال پر اپنی مختصر تقریر کے دوران میں اظہار افسوس کیا اور نیز مرحوم کی یاد میں فاتحہ خوانی کی گئی اور ایک تعزیتی ووٹ پاس کیا گیا۔

کینڈی۔ سیلون

۲۶ جون ۱۹۳۵ء۔ مسلم ایسوسی ایشن کینڈی کے زیر اہتمام بروز بدھ مؤرخہ ۲۶ جون ۱۹۳۵ء سوا پانچ بجے شام بمقام ایسوسی ایشن ہال ایک عام جلسہ منعقد ہوا۔ مولوی عبدالمجید صاحب نے جناب حاجی۔ ایم ایم اے حبیب لیبی کی زیر صدارت "بنی نوع انسان کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات" کے موضوع پر ایک بصیرت افروز لیکچر دیا۔

کولمبو۔ سیلون

۳۰ جون ۱۹۳۵ء۔ بتاریخ ۳۰ جون ۱۹۳۵ء بوقت ۴ بجے شام جناب امام صاحب مسجد ووکنگ نے ایک الوداعی تقریر فرمائی موضوع تقریر "مسلم ریوائیول اور ووکنگ مشن" تھا۔ مسٹر ٹی۔ بی جایا بی۔ اے۔ صدر سیلون مسلم لیگ کولمبو نے صدارت فرمائی۔

نیگر کوائل ریاست ٹراونکور۔ جنوبی ہند

۴ جولائی ۱۹۳۵ء۔ بمقام منیام بیکہ تھیٹر ہال۔ میرا کشی پورم میں جناب عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ نے پیغام اسلام کے موضوع پر تقریر کی۔ صاحب صدر مسٹر نیلا کانتا   بی۔ اے بی۔ ایل۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نیگر کوائل تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ فاضل مقرر دو سال تک جرمن میں مبلغ اسلام رہے ہیں۔ دورانِ تقریر میں اپنی مذہبی اور روحانی زندگی کے مختلف تجارب سے حاضرین جلسہ کو روشناس کیا۔ اخیر میں بیان کیا کہ پیغامِ اسلام روحانیت کے نقطۂ نگاہ سے انفرادی آزادی کا نام ہے۔

لیکچر کے خاتمہ پر حاضرین نے متعدد سوالات کئے جن کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔

دی ہندو۔ مدراس۔ سنیچر۔ ۶ جولائی ۱۹۳۵ء

ٹریونیڈرم - ریاست ٹراونکور - جنوبی ہند

پیغام اسلام پر لیکچر

۴ جولائی ۱۹۳۵ء - ٹراونکور مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کی سرپرستی میں بمقام وائی ایم سی - اے ایک عام جلسہ ہؤا مسٹر عبدالمجید صاحب ایم اے - بی - ٹی امام مسجد ووکنگ انگلستان نے پیغام اسلام کے موضوع پر لیکچر دیا - مسٹر ٹی - کے ویلو پلائی - ڈپٹی پریذیڈنٹ سریموولم اسمبلی نے صدارت فرمائی -

دوران تقریر میں مسٹر عبدالمجید صاحب نے فرمایا کہ تمام مذاہب کا نصب العین اور مخرج واحد ہے شعائر مذاہب کی یکسانیت کا یہی باعث ہے - لیکن یہ امر قابل تسلیم ہے، کہ ہر شخص بذات خود فرقہ بندی کی قید میں گرفتار رہے - اور علیٰ ہذا القیاس روحانی ارتقا کے لئے سد راہ ہے - جمہوریت ناکام ثابت ہوئی - کیونکہ اس میں روحانی آزادی اور انفرادی ترقی کا کوئی علاج نہ تھا - اسلام میں اسود و ابیض میں کوئی امتیاز نہ تھا - لہذا پیروان اسلام سربلند رہے - انفرادی سرمایہ داری کا اسلام میں نام تک نہ تھا - اسلام میں سرمایہ داری یا سلاطین کو وقعت نہیں دیجاتی تھی - ہر شخص برابر خیال کیا جاتا تھا - سرمایہ قوم کے مفاد کے لئے وقف تھا - اور اس کی بجا تقسیم کی جاتی تھی - اصل پر سود نہیں لیا جاتا تھا - روحانی ارتقاء کے لئے جدّ و جہد پیغام اسلام کا اصل مقصد تھا - امام صاحب موصوف نے ہر شخص کو اس پہلو پر غور کرنے کی تلقین کی -

اپنی تقریر کے آخری جملات میں - مسٹر ٹی - کے - ویلو پلائی نے فرمایا - کہ اسلام ہندویت کی طرح توحید پرست ہے - صاحب موصوف نے خیال ظاہر کیا کہ اگر دیگر مذاہب کے پیرو قرآن کریم کا بہ احسن الوجوہ مطالعہ کریں تو یقیناً عیسائیت ہندویت اور اسلام کے بہت سے عقاید میں اتفاق نظر آئے گا - صاحب صدر نے اخیر میں فاضل مقرر کا شکریہ ادا کیا - اور جلسہ برخاست ہؤا - (ہندو - مدراس جولائی ۱۹۳۵ء)

مادورا - جنوبی ہند

۵ جولائی ۱۹۳۵ء - بمقام امریکن کالج مادورا بروز بدھ ساڑھے پانچ بجے مسٹر فخرالدین صاحب میونسپل کونسلر کی زیر صدارت امام صاحب موصوف نے "اسلام - مذہب امن" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا - لیکچر اسلامک کلچر ایسوسی ایشن نے طلبائے کالج کے لئے تجویز کیا تھا - فاضل مقرر نے دوران تقریر میں فرمایا - جب کہ دیگر مذاہب صلح و امن کی باتوں میں مشغول تھے - اسلام اس سلسلہ میں کامیاب بھی ہو چکا تھا - اسلام میں اس قسم کے ادارے تھے جو خواب امن کو حقیقت میں تبدیل کر دیتے تھے - لیکچر کے خاتمہ پر طلباء نے متعدد سوالات

پیش کئے جن کا شافی وکافی جواب دیا گیا۔

کوڈائیکینال ۔ مادورا ۔ جنوبی ہند

۶ جولائی ۱۹۳۵ء ۔ بمقام کوڈائیکینال ۔ مورخہ ۶ جولائی ۱۹۳۵ء بوقت ساڑھے پانچ بجے میلاد کمیٹی کے زیر اہتمام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی تقریب میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جناب امام صاحب ووکنگ مسجد نے پیغام اسلام پر لیکچر دیا۔ ڈاکٹر رائیڈس ڈائرکٹر رصدگاہ کوڈائیکینال صدر تھے۔

نقل سپاسنامہ جو امام صاحب موصوف کو پیش کیا گیا۔

السلام علیکم ۔ معزز برادر اسلام ۔ کوڈائیکینال کے اسلامی باشندگان کی جانب سے ہم صدر و ممبران میلاد کمیٹی جنوبی ہند کی اس کوہستانی ملکہ ۔ کوڈائیکینال میں آپ کی تشریف آوری کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں۔ آپنے مغرب میں جو شاندار اسلامی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ہمیں اس کامیابی کی نہایت مسرت ہے۔ حالانکہ بہت سی دشواریاں آپ کی راہ میں حائل تھیں۔

اسقدر قلیل مدّت میں جو کامیابی آپ نے حاصل کی ہے ۔ اس سے آپکے استقلال ۔ صحیح جذبہ اسلام کا ثبوت ملتا ہے۔

لہٰذا ہم متفقہ طور پر اس امر کا اعلان کرتے ہیں۔ کہ آپ کے اندر جذبہ قربانی کی نایاب صفت کارفرما ہے۔ اپنی روح افزا اور ہدایت آموز تقاریر سے آپ نے ہمارے قلوب میں جو روح پھونکی ہے ۔ اس کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی۔

آپ کی زندہ مثال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم بھی حتی الوسع تبلیغ اسلام میں حصّہ لینگے۔ خواہ ہم کہیں ہوں آپ کے ورود مسعود کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم جناب باری تعالےٰ میں دُعا کرتے ہیں۔ کہ آپ کی زندگی خوشحالی اور تندرستی میں بسر ہو تاکہ آپ اسلام کی اور زیادہ شاندار خدمات انجام دے سکیں۔

دھراپورم جنوبی ہند

۷ جولائی ۱۹۳۵ء ۔ میلاد شریف کمیٹی دھراپورم کے زیر اہتمام مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ نے "بنی نوع انسان کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات" کے موضوع پر انگریزی میں لیکچر دیا۔ مسٹر وجایاگیرن نے فرائض صدارت انجام دئے ۔ جلسہ بروز اتوار میلاد النبی کے موقعہ پر بمقام دھاراپورم پولس اسٹیشن سٹریٹ منعقد ہوا ۔ (باقی آئندہ)

مکتوبات

مَیں نے اسلام کیوں قبول کیا

اکثر اصحاب نے مجھ سے دریافت کیا ہے۔ کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا۔ ذیل میں اپنے قبول اسلام کی چند وجوہات لکھتی ہوں۔ اوّلاً میں یقین نہیں کرتی کہ موجودہ زمانہ کے مسیحی۔ جناب مسیح کی اصلی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے۔ کہ انہوں نے وہی تعلیم دی ہوگی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام، اور موسیٰ (علیہ السلام) اور دیگر انبیاء نے دی تھی۔ اور وہ تعلیم اسلام کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ اسلام کے معنی ہیں اللہ تعالےٰ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ اور تمام انسانوں کو بلا امتیاز قومیت و رنگ اپنا بھائی سمجھنا۔

ثانیاً یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہماری نجات کے لئے خدا کو بشکل انسان دُنیا میں آنے کی کیا ضرورت لاحق تھی؟ بلا شبہ یہ بات زیادہ قرین عقل ہے۔ کہ ہم خود ذاتی کوشش اور نماز کی مدد سے خدا تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اور یہی صورت ہماری نجات کے لئے کافی ہے۔ علاوہ بریں اگر جناب مسیح (علیہ السلام) خود خدا تھے۔ تو پھر وہ یہ کیوں کہتے تھے کہ "اے ہمارے آسمانی باپ" نیز "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو گی"۔ آنجناب نے بارہا اپنے شاگردوں سے کہا کہ باپ کی مرضی کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہوں نے تمام رات گیتسمنی کے باغ میں ہمت اور طاقت حاصل کرنے کیلئے خدا سے دعائیں کیں۔ اور بعد ازاں انہوں نے یہ بھی کہا کہ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ علاوہ بریں کہا جاتا ہے کہ اب جناب مسیح خدا باپ کے دائیں ہاتھ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر جناب مسیح خود قادر مطلق خدا تھے۔ تو پھر ایسے الفاظ کیونکر ان کی زبان سے نکلے؟ یہ تو کوئی معقول بات نظر نہیں آتی۔ میں تو خدا کو برتر عالمگیر اور بہت رحیم یقین کرتی ہوں۔ جناب مسیح اُس کے ایک رسول ہیں۔ اسلام میں خدا تعالےٰ عالمگیر خدا ہے۔ جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اسی نے جناب مسیح کو رسول بنا کر بھیجا۔ تاکہ وہ بندوں کی رہنمائی کریں۔ جس طرح اُن سے پہلے حضرات ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور دیگر انبیاء نے کی تھی۔ ان سبھوں پر خدا کا سلام ہو۔ آنحضرت صلعم بھی خدا تعالےٰ کا وہی پیغام لائے جو دوسرے انبیاء لائے تھے۔ اور میرا ایمان

ہے۔ کہ تمام انبیاء جن میں جناب مسیح بھی شامل ہیں۔ اسلام ہی کا پیغام لائے تھے جس کے معنی ہیں۔ خدا کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ اور یہ کہ ایک آدمی اسلام قبول کرکے بہتر مسیحی یا یہودی بن سکتا ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو آجکل مسیحیت یا یہودیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ بحیثیت مسلمان میرا زاویہ نگاہ اب یہ ہے کہ میں سب انبیاء کی عزت کرتی ہوں اور ان پر درود بھیجتی ہوں۔ کیونکہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدائے واحد لاشریک ازلی وعالمگیر کی اطاعت کا حکم دیا۔ اسی طرح ان سب ہوں نے رواداری اور صلح کا سبق پڑھایا۔ اور ظلم سے باز رہنے کی تلقین کی۔ اور خدا تعالےٰ پر ایمان لاکر مضبوطی سے قائم رہنے کی تعلیم دی۔ کیونکہ اللہ ہی واقف ہے کہ ہماری بھلائی کس چیز میں ہے۔ بچوں سے محبت کرنا۔ اور صداقت کے لئے تکالیف اٹھانا۔ یہی باتیں سب انبیاء نے لوگوں کو سکھائیں تھیں۔ آج مختلف اقوام میں جو اختلاف رونما ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگ مذہب سے غافل ہیں۔ اور ایمان میں کمزور ہیں۔ لوگ باہم لڑتے جھگڑتے ہیں محض اس لئے کہ وہ اپنے ہادیان برحق کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے۔ اسلام رواداری اور اخوت انسانی کا سبق پڑھاتا ہے۔ پس میں نے اسلام اس لئے قبول کیا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ اور اسکی مشیئت نافذہ کے متعلق میرے ذاتی خیالات کے بالکل مطابق واقع ہوا ہے صرف یہی ایک ایسا مذہب ہے جو اچھی طرح عقل میں آسکتا ہے۔ اور دراصل اس کی سادگی اور خوبی کا یہ عالم ہے۔ کہ ایک بچہ بھی اسکی تعلیمات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ ربنا ولک الحمد۔ دستخط امینہ لی فلیمنگ

منجانب نور الدین اکودو۔ پوسٹ بکس ۱۰۴ ۔ ہار کورٹ بندر۔ نائجیریا

بخدمت امام صاحب مسجد ووکنگ۔ ڈیئر امام ۔ میں آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اسلامک ریویو کا تازہ نمبر مجھے ارسال فرمایا۔

میں ریویو کا مطالعہ باقاعدہ کرتا ہوں۔ اور ہمیشہ دوستوں کو اسلام کے متعلق مزید معلومات بہم پہنچاتا ہوں۔ اور مجھے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ صرف اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے۔ اگرچہ میں پیدائشی مسلمان ہوں۔ تاہم اسلام کی خوبیاں صرف آپ کا لٹریچر پڑھ کر ہی مجھ پر منکشف ہوئی ہیں۔ اب میں اس قابل ہوں کہ اسلام کی خوبیاں دوسرے لوگوں کو بتا سکتا ہوں جو کہ مسیحی یا غیر مسلم ہیں۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ کسی زمانہ میں یہاں اسلام کی تبلیغ کا مرکز قائم ہو جائیگا۔

مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس اسلامی کتب کا ذخیرہ کافی نہیں ہے۔ اس لئے میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ مجھے کچھ کتب برائے مطالعہ ضرور روانہ کریں۔ تاکہ میں اسلام کے مخالفین کو جواب دے سکوں۔ میں دوبارہ آپ کی نوازش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ براہِ کرم مجھے کچھ فارم "اعلان اسلام" کے اور کچھ لٹریچر ضرور روانہ کیجیے۔ میں اپنا فوٹو عنقریب آپ کو روانہ کروں گا۔ اگر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "لا نبی بعدی" کے متعلق مجھے کچھ روشنی دے سکیں تو میں آپ کا بہت شکر گذار ہونگا۔ والسلام۔

آپ کا بھائی - این - ڈی اکودو

الیسٹ بورن - مکرمی امام صاحب۔

میں یہ چند سطور آپ کی نوازش کے جو گذشتہ اتوار کو ظہور میں آئی۔ شکریہ میں لکھ رہا ہوں اور یہ خیال کرتا ہوں۔ کہ میری وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی ہوگی۔ جو کچھ میں نے ووکنگ میں دیکھا اور سنا اس سے مجھے بہت دلچسپی ہوئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے میری خاطر بہت تکلیف اٹھائی یہ آپ کی مہربانی کی دلیل ہے۔

مجھے افسوس ہے۔ کہ بعض وجوہ کی بناپر میں اپنے اسلام کا اعلان نہیں کرسکا۔ ہرچند کہ میں ایسا کرنا چاہتا ہوں، تاہم میں جلد بازی سے اجتناب کرتا ہوں۔ کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے دنیا میں ایک اہم مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود بھی محسوس کیا ہے۔ مجھے قدرے فراست حاصل ہے۔ اور بعض اوقات مجھے کچھ باتیں منجانب اللہ القا بھی ہو جاتی ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میں اس دنیا میں کوئی بڑا کام انجام دونگا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے بظاہر میرا مسیحی رہنا ضروری ہے۔ تاہم خدا تو دلکو دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ کہ در اصل میں مسلمان ہوں۔ مجھے عرب اور اسلام سے بے حد الفت ہے۔ اور اگر مجھے موقع ملا تو میں تبلیغ اسلام میں ضرور حصہ لوں گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں نے اپنا مافی الضمیر صاف طور سے بیان کر دیا ہے اور ایسا کرنے میں کسی گستاخی کا ارتکاب نہیں کیا۔ میں بھی آپ کی طرح ایک اخلاص پسند انسان ہوں۔ میرا دل اور زبان ایک ہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے تعلقات برابر قائم رہینگے۔ اور آپ میرے رموز کو بخوبی ذہن نشین کر سکیں گے۔ والسلام

آپ کا مخلص

جے - جی - ایس

۲۷ ایبرنتھ سٹریٹ - بریڈرک روڈ - یو ایس - اے

ڈیئر امام صاحب - السلام علیکم - مجھے آپ کے خطوط موصول ہوئے - میں نے بغور ان کا مطالعہ کیا ہے - اور جو معلومات حاصل ہوئیں - اُن کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں - کیونکہ اُن سے ہم مسلمانوں کو جو امریکہ میں رہتے ہیں - بہت فائدہ حاصل ہؤا -

اپریل ۱۹۳۵ء کا اسلامک ریویو مجھے موصول ہؤا - مجھے اس رسالہ سے اسقدر دلچسپی ہوگئی ہے - کہ میں بغیر اس کے رہ نہیں سکتا - اور میری تمنا ہے کہ تمام امریکن مسلمان اس رسالہ کا باقاعدہ مطالعہ کریں کیونکہ اس میں اسلام کے متعلق نہایت عمدہ مضامین شائع ہوتے ہیں - اور پتہ چلتا ہے کہ آئندہ زمانہ میں اسلام دنیا کی کسقدر عظیم الشان خدمات انجام دے گا - انشاء اللہ تعالےٰ -

میں اس رسالہ میں باب المراسلہ بھی بہت غور سے پڑھتا ہوں - کیونکہ اسکی بدولت مختلف ممالک کے مسلمانوں کے خیالات سے آگاہی نصیب ہوتی ہے، اور اس سے اسلام کی ہمہ گیری اور دیگر مذاہب پر تفوق کا پتہ بھی چلتا ہے -

مَیں یہاں اپنے مسیحی دوستوں سے اسلام کی برتری کا تذکرہ کرتا رہتا ہوں - اور مسیحیت پر جو فوقیت اُسے حاصل ہے - اُسکو بھی ظاہر کرتا ہوں - عرصہ بیس سال کا ہؤا - پادری ایل ڈبلو میسن نے ایک لکچر بعنوان "امن عالم کا طریقہ" ہمارے شہر میں دیا تھا - اس میں اُس نے بتایا تھا - کہ مسیحیت ایک قبائلی مذہب تھا - اور وہ دنیا میں امن قائم نہیں کر سکتا - اسکے لئے ایک عالمگیر مذہب درکار ہے -

میں امید کرتا ہوں کہ آپ کا رسالہ باقاعدہ مجھے ملتا رہیگا - اور آپ کے مشن کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہوں - والسلام - آپ کا بھائی سعید اکمل

اخی المکرم فی الاسلام - السلام علیکم -

میں ایک عرصہ سے آپ کو خط نہ لکھ سکا - میں غالباً چند ماہ کے بعد سویڈن سے چلا جاؤں گا - غالباً آپ نے مسٹر کوآلز کی وفات کی خبر سن لی ہوگی - اُن کی وفات ۱۲ نومبر ۱۹۳۴ء کو ہوئی - اللہ تعالےٰ انکی مغفرت کرے - جہاں تک ان سے ہو سکا - انہوں نے سویڈن میں اشاعت اسلام کے لئے کوشش کی - کیا وہ مسودات جو میں نے آپ کو بھیجے تھے - ابھی تک آپ کے پاس ہیں - اگر ہوں تو اب انہیں واپس

کر دیجئے۔ میں کوشش کروں گا کہ ان کا ترجمہ عربی میں ہو سکے اور میں ایک نئی کتاب بھی لکھ رہا ہوں جو کہ مسیحی دینیات اور مشن کے متعلق ہو گی۔ میں نے اس میں مسیحی طرز تبلیغ پر شدید نکتہ چینی کی ہے۔

سویڈن کے پرچوں میں۔ایک عرصہ سے میں یورپین ملوکیت کیخلاف مضامین لکھتا رہا ہوں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ مشرقی ممالک میں بھی لوگ میرے ہمنوا بہت کم ہونگے کیونکہ مشرقی حکمران بوجہ اپنی مسوشل حالت کے یورپین ملوکیت کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہیں کر سکتے۔ میرے لئے اگرچہ میں مغربی نژاد ہوں اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔کہ مغربی ملوکیت کیخلاف آواز اٹھاؤں میں سمجھتا ہوں کہ نصرانی تہذیب ناکام ثابت ہوگی میں تو خدا کا شکر کرتا ہوں کہ میں نے اپنی قومیت کو فنا کر دیا ہے۔ اور اب میں اسلامی برادری کا ایک ادنیٰ رکن ہوں۔

میں مدت العمر سے اسلام کے لئے قربانی کرتا رہا ہوں۔ اور انشاء اللہ اگر ضرورت ہوئی تو میں اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ اگرچہ اسلام امن کا حامی ہے۔لیکن آجکل چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں ہے ۔اسلام تشدد کا حامی نہیں ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔کہ مسیحی ملوکیت مغلوب ہوگی۔ اور اسلام پھلے پھولیگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے مشرقی ممالک مسیحی طاقتوں کے زیر اثر ہیں۔ میں نے "انٹرنیشنل ریویو فار مشن" بابت ماہ جنوری ۳۵ء میں مصر کے متعلق یہ پڑھا تھا" اگرچہ مصری اخبارات مسیحی مشنوں کے خلاف برابر کہتے رہتے ہیں۔لیکن حکومت کا خیال ہے۔کہ یہ طرز تحریر امن عامہ کے خلاف ہو گی۔ تاہم ان اخبارات میں مسیحی طرز تبلیغ کے خلاف اشارات ضرور ہوتے ہیں۔ اور مسلمانوں سے اپیل کی جاتی ہے۔کہ وہ مسیحیوں میں تبلیغ کا انتظام کریں۔"

میں ہر یورپین مسلمان سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں" مشرق میں یورپین تشدد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا تم مشرق کی حفاظت میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو۔

مجھ سے کسی انسان نے مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں کبھی بھی عیسائی نہیں رہا۔ بچپن ہی سے میں اپنے آپ کو ایک مسلمان اور ایک عرب تصور کرتا تھا۔ چونکہ میں نے مغرب کو، اسلامی ممالک پر حملہ آور دیکھا ہے، اس لئے میں مشرق کی حفاظت کرنے کا حق رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے صراط مستقیم پر قائم کیا ہے اور اس نے مجھے ایک اسلامی اور مشرقی دماغ عطا کیا ہے۔

اگر میں زندگی بسر کرنے میں خود مختار ہوتا تو یقیناً الازہر میں جا کر اسلامی علوم حاصل کرتا لیکن

ممکن ہے کہ اسجگہ میرا کام زیادہ اہم ثابت ہو۔ اگرچہ میں عربی نہیں جانتا۔ لیکن میری روح مجھ سے عربی ہی میں کلام کرتی ہے۔

میں اسلام سے ناواقف نہیں ہوں۔ بلکہ روحانی طور پر میں نے ہمیشہ اسلامی زندگی بسر کی ہے مجھے اسلامی تاریخ سے پوری واقفیت ہے۔ اور جیسا کہ معترض عیسائیوں نے مجھ سے کہا ہے۔ میں بھی جانتا ہوں کہ اسلام پر بعض اوقات بہت نازک زمانہ بھی آیا ہے۔

میں نے ان تمام باتوں کی تصریح اس لئے کردی ہے کہ آپ مجھے تشدد کا حامی نہ سمجھ لیں۔ میں تو اپنے آپ کو ایک عرب تصور کرتا ہوں بلکہ عرب قوم پرور۔ (آپ کا بھائی۔ جی علی)

---

۲۰ / اپریل ۳۰ء		انگلش پوسٹ ٹینجیر (مراکو)

ڈیئر سر۔ لیڈی کابولڈ کی کتاب اور اپریل کا ریویو دونوں چیزیں مجھے مل گئیں لیکن کتاب صوفیائے اسلام ہنوز موصول نہیں ہوئی۔ براہ کرم مجھے مفصلہ ذیل کتب بھیجدیجئے۔ تصوف اسلام ایک جلد۔ فلسفۂ اسلام ہر دو جلد۔

میں عربی متن والا قرآن مجید خریدنا چاہتی ہوں۔ میری مراد محمد علی کے ترجمہ سے نہیں۔ بلکہ خالص عربی متن چاہتی ہوں۔ جس میں عربی عبارت لکھی ہو۔ مثلاً قل هو الله احدؐ اگر ایسا قرآن مجید مل سکتا ہے تو بہت خوب ہوگا۔ ورنہ آپ میرا مشورہ قبول کریں۔ کہ نومسلموں کے لئے عربی متن والا قرآن زیادہ موزوں ہوگا۔ میں خود بھی عربی متن والا قرآن خریدنا چاہتی ہوں کیونکہ اس کو سامنے رکھکر مسٹر پکتھال کے ترجمہ کو پڑھنا چاہتی ہوں۔ اس طرح مجھے عربی آجائے گی۔ اور وہ دن میرے لئے بہت خوشی کا ہوگا۔ جب کہ میں عربی زبان میں قرآن مجید پڑھ سکوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ اپنی عرب سہیلیوں کو عربی میں قرآن سناؤں۔ کیونکہ انکو عربی میں قرآن پڑھنے کی وہ سہولت حاصل نہیں ہے۔ جو عرب مردوں کو ہے۔ حدیث میں ہے۔ کہ عورتوں کو بھی علم حاصل کرنا چاہیئے۔ اور میں خدا کے لئے عرب عورتوں کی خدمت کرنی چاہتی ہوں۔ تاکہ وہ بھی قرآن کے مطالعہ سے وہ مسرت حاصل کر سکیں۔ جو میں نے کی ہے۔

اگرچہ میں ۱۸ / فروری ۳۰ء کو مسلمان ہوئی ہوں۔ لیکن ابھی سے میرے دل میں تبلیغ اسلام کا

شوق موجزن ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ مسلمان عورتیں رسماً مسلمان ہیں۔ اور اس خوبصورت مذہب کی بعض خوبیوں سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور چونکہ میں قرآن مجید پڑھ سکتی ہوں۔ اس لئے وہ خوبیاں مجھ پر منکشف ہو گئی ہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ جس قدر ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرینگے۔ اسی قدر ہمارا ایمان مضبوط ہوگا۔ آپ کی مخلص بہن۔ خانم سلیم

یکم مئی ۳۵ء

میرے عزیز دوست

میں آپ کے ۲۴ر اپریل کے خط کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ ابھی تک مسٹر پکھتال نے میرے خط کا جواب نہیں دیا۔ میں نے اُن کو لکھا تھا۔ کہ وہ اُن مسائل پر جو ایک نومسلم کے دماغ میں لازمی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً روشنی ڈالدیا کریں۔ میں اسجگہ صرف دو ایک مسلمانوں سے واقف ہوں۔ جو انگریزی دان ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ ان کی مذہبی معلومات کچھ نہیں۔ اگرچہ میں قاضی شہر کی فیملی سے واقف ہوں۔ لیکن جب تک کوئی ترجمان نہ ہو۔ اسوقت تک ان سے استفادہ نہیں کر سکتی۔

میں نے لیڈی کا بولڈ کو بھی اُن کے پبلشرز کی معرفت خط لکھا تھا کہ وُہ مجھے سفر حج کے متعلق کچھ ہدایات دیں۔ کیونکہ اُن کی کتاب سے معلوم ہوُا کہ سلطان حجاز یورپین نومسلموں کو آسانی مکہ میں داخل کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن ہنوز ان کا جواب بھی موصول نہیں ہوُا ہے۔

میں ایک سچی مسلمان عورت بننا چاہتی ہوں۔ لیکن یہاں اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں مجھے بڑی دشواریاں درپیش ہیں۔ پس میں چاہتی ہوں کہ آپ بذریعہ مراسلت مجھے ضروری معلومات بہم پہنچاتے رہیں۔ میں ایک امریکن عورت ہوں۔ میری عمر ۳۹ سال کی ہے۔ اور تین سال سے اس شہر میں تنہا رہتی ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا ہے۔ میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اُس نے مجھے اعلیٰ درجہ کا آفاقی شعور عطا کیا ہے۔ جو کہ امریکن لوگوں میں عموماً پایا جاتا ہے۔

میں نے اسلام کو ایک صحیح مذہب سمجھکر قبول کیا ہے۔ جسکی بدولت مجھے لازوال حکمت حاصل ہوگی۔ بلاشبہ ایک دن میں حکمت حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن اب مجھے صحیح راستہ مل گیا ہے۔ اور خدا خود میری رہنمائی کر رہا ہے۔ اور وہ یقیناً میری کمزوریوں پر پردہ ڈالیگا۔

لیکن لوگوں کے اعتراضات کی وجہ سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اگرچہ میں ایک مخلص اور

روشن دل لیکر اسلام میں داخل ہوئی ہوں لیکن بہرحال پیدائشی عادات یک لخت ترک نہیں کر سکتی۔ میں نے مغربی تہذیب میں پرورش پائی ہے۔ اور حریت کا مغربی تصور میرے دماغ میں جاگزیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ باتیں اسلام سے مطابقت نہیں رکھ سکتیں۔ اور میں نہیں جانتی۔ کہ اُن کو کیونکر ترک کروں۔ میں امید کرتی ہوں کہ خدا میرا راستہ آسان کر دے گا۔ لیکن فی الحال میں بہت پریشان ہوں۔

میں نے شراب اور لحم خنزیر دونو کو ترک کر دیا ہے۔ پنجوقتہ نماز پڑھتی ہوں اور زکوٰۃ بھی دیتی ہوں۔ لیکن لوگ مجھے مطعون کرتے ہیں۔ کیونکہ میں بُرقع نہیں پہنتی۔ اگرچہ مسجد کو جاتے ہوئے اور عرب سہیلیوں سے ملنے کے وقت پہن لیتی ہوں۔ اور میں یورپین دوستوں کے ساتھ ہوٹل میں جاتی ہوں۔ اور سگرٹ پیتی ہوں۔ اور شادی نہیں کی ہے۔ اور مکان کی چار دیواری میں محصور نہیں ہوں۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ انگلستان کے مسلمان ان باتوں پر معترض نہیں ہونگے۔ اور اس لئے مجھے تسلی ہے۔ کہ میں بُری مسلمان نہیں ہوں۔ میں آپ کی مزید تکلیف کی موجب نہیں بنتی۔ اور سمجھتی ہوں کہ آپ میری مشکلات سے آگاہ ہو گئے ہونگے، میں ان دشواریوں کے لئے خدا کا شکر ادا کرتی ہوں۔ کیونکہ ابتلاء موجب ازدیاد ایمان ہوتا ہے، اور اسطرح مجھے ایمان اور حکمت میں ترقی کرنے کا موقع ملیگا۔ اس لئے فی الحال ٹینجیئر کو چھوڑنا۔ ان برکات سے محرومی کا باعث ہوگا۔ اگرچہ میں جانتی ہوں کہ مجھے روز بروز ایمانی طاقت حاصل ہو رہی ہے۔ لیکن ابھی تک میں اپنی قبل اسلام عادات کو ترک کرنے پر قادر نہیں ہو سکی۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ کہ دین میں کسی پر جبر نہیں ہے۔ اور خدا کسی شخص کو اسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ لیکن کیا آپ مجھے ایسی نصائح دے سکتے ہیں۔ جنکی مدد سے میں لوگوں کے اعتراضات سے محفوظ ہو جاوں۔ بعض لوگ تو مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن میں روحانیت میں ترقی کرنے کے لئے شب و روز کوشاں ہوں۔ اسی لئے آپ کو یہ طویل خط لکھ رہی ہوں۔

میں نہیں کہہ سکتی کہ میں مکہ جانے کی اہلیت رکھتی ہوں یا نہیں اور یہ کہ حج کرنا میرے لئے روحانی فوائد کا موجب ہوگا یا نہیں؟

آپ کی بہن

خانم سلیم

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۹/۳۵	۸۹۴	ایم عبدالقادر مولوی صاحب برائے تصاویر رسالہ	۰	۰	۱۰
۳ ۹/۳۵	۸۹۷	جناب سلطان احمد صاحب مشن	۰	۰	۲۵
۴ ۹/۳۵	۹۱۱	″ مرتضیٰ خانصاحب ″	۰	۸	۰
″	۹۱۴	″ بدرالحسن صاحب ″	۰	۰	۳
″	۹۱۰	″ رحمت اللہ خانصاحب برائے مفت تقسیم کتب	۰	۰	۲۵
۵ ۹/۳۵	۹۲۰	خان بہادر محمد یوسف خانصاحب مشن	۰	۰	۵
۷ ۹/۳۵	۹۴۶	عالیجناب حضور نواب صاحب بہادر منگرول	۰	۰	۹۹
″	۹۴۷	جناب خان بہادر منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۱۰
″	۹۴۸	″ شمشیرالدین احمد صاحب ″	۰	۱۲	۸
۹ ۹/۳۵	۹۶۸	″ خان بہادر عبدالکریم صاحب ″	۰	۰	۴۰
″	۹۶۷	″ خان بہادر منہاج الدین صاحب امانت	۰	۰	۲۵۰
۱۰ ۹/۳۵	۹۸۳	″ اے حمید صاحب برائے مفت تقسیم کتب	۰	۰	۲۵
″	۹۸۵	جنابہ شمسی خانم صاحبہ مشن	۰	۲	۰
۱۱ ۹/۳۵	۱۰۰۴	جناب عبدالکریم صاحب ″	۰	۰	۵
″	۱۰۱۲	″ ڈاکٹر ایم اے نعمانی صاحب ″	۰	۰	۵
″	۱۰۱۵	″ مولوی محمد اظہر الحق صاحب ″	۰	۰	۴
۱۴ ۹/۳۵	۱۰۲۰	″ شیخ احمد حسین صاحب ″	۰	۰	۱۰
۱۶ ۹/۳۵	۱۰۴۲	″ قاضی منہاج الدین صاحب ″	۰	۰	۲
۱۷ ۹/۳۵	۱۰۷۹	″ کے۔ ایچ مینار صاحب ″	۰	۰	۲
۱۸ ۹/۳۵	۱۰۹۴	″ آغا محمد ابراہیم صاحب ″	۰	۰	۲
″	۱۰۹۴	″ ڈاکٹر این اکبر صاحب ″	۰	۰	۱
۱۹ ۹/۳۵	۱۱۰۴	سیٹھ داؤد حبیب صاحب کی رقم ۶۰۰ روپیہ موصول ہوئی برائے مفت تقسیم کتب ۵۵۰/- اور ۵۰/- برائے اسلامک ریویو			۶۰۰
″	۱۱۰۳	منافع ریزرو فنڈ مشن	۰	۰	۴۰۰
۲۱ ۹/۳۵	۱۱۱۰	عالیجناب حضور نواب صاحب جنجیرا ″	۰	۰	۲۷۰
″	۱۱۱۷	جناب سید امجد علی شاہ صاحب ″	۰	۱	۱
″	۱۱۲۸	″ اسحٰق نثار محمد صاحب ″	۰	۰	۱
۲۶ ۹/۳۵	۱۱۵۰	رقم واپسی	۰	۰	۱۸
۲۸ ۹/۳۵	۱۱۶۱	واپسی چیک از منشی عبدالحق صاحب ۶ ٹرسٹ بحوالہ بل نمبر ۸ اندراج سابقہ	۶	۱	۲۱
″	۱۱۶۲	″ از سکریٹری صاحب بحوالہ بل نمبر ۸ اندراج سابقہ ″	۰	۸	۴۹
″	۱۱۶۳	″ ″ ″ ″ بحوالہ بل نمبر ۹۱-۹۲ اندراج سابقہ	۹	۱۴	۴۵
″	۱۱۶۴	″ ″ از سکریٹری صاحب ٹرسٹ بحوالہ بل نمبر ۹۵-۹۶ اندراج سابقہ	۹	۷	۲۱۸

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۳۰ ۹/۳۵	۱۱۶۵	جناب میجر سلامت اللہ صاحب مشن	۰	۰	۲۵
″	۱۱۶۶	رقم واپسی	۰	۸	۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۷	۸۴۴
		″ ″ اشاعت اسلام	۰	۸	۹۵
		فروخت کتب	۶	۱۴	۲۱۲
		فروخت ووکنگ مسلم مشن گزٹ	۰	۸	۱۰۵
		میزان	۶	۴	۳۴۴۳

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۹/۳۵	۸۶۳	جناب محمد امام بخش صاحب ایک کاپی	۰	۸	۷
″	۸۹۵	″ سید مجیب الرحمٰن صاحب دو کاپی	۰	۰	۱۰
۳ ۹/۳۵	۸۹۹	″ میرزا فضل قادر صاحب ایک کاپی	۰	۰	۵
۶ ۹/۳۵	۹۴۳	″ حمید اے خانصاحب ″	۰	۰	۵
″	۹۴۴	″ محبوب علی صاحب ″	۰	۰	۵
۷ ۹/۳۵	۹۶۷	″ محمد اکرام صاحب ″	۰	۰	۵
۹ ۹/۳۵	۹۷۴	″ برکت علی صاحب ″	۰	۱۴	۳
۱۴ ۹/۳۵	۱۰۳۸	″ سید اعجاز علی صاحب ″	۰	۰	۵
۱۸ ۹/۳۵	۱۰۷۸	″ محمد کبیر خاں صاحب ″	۰	۰	۵
۱۹ ۹/۳۵	۱۱۰۴	″ غلام جیلانی صاحب دو کاپی	۰	۰	۱۰
۲۲ ۹/۳۵	۱۱۴۹	″ سید سراج الحق صاحب ۵ کاپی	۰	۰	۲۵
			۰	۴	۸۶

تفصیل آمد سرمایہ محفوظ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۹/۳۵	۱۸	عملہ دفتر لاہور	۰	۰	۶
″	۱۹	بیگم صاحبہ خواجہ صلاح الدین محمود صاحب	۰	۰	۱
۳ ۹/۳۵	۲۰	مسز طیبہ جعفری صاحبہ	۰	۰	۵
			۰	۰	۱۲

تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۲ 9/35	۷۸	بل مخولہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء	۰	۷	۹۴۵
″	۷۹	امپیریسٹ بل بہ تفصیل ذیل محصول ڈاک از نمبر ۱۳۲۲ تا ۱۳۳۱ — ۱۰۵-۰-۰ تار — ۴-۹-۰ کاغذ برائے سرورق A plea for the study of the Holy Quran — ۵-۲-۶ مرمت بجلی — ۱-۱۴-۰ کاغذ فوٹو برائے اشاعت Allah — ۸-۸-۰ سفر خرچ اکونٹنٹ صاحب برائے گوجرانوالہ و واپسی فرنیچر وغیرہ — ۳-۵-۰ سٹیشنری — ۱-۱۲-۰ تالیف — ۰-۴-۹ متفرق — ۱۱-۶-۹	۰	۱۴	۱۴۸
۵ 9/35	۸۰	لاہور امپیریسٹ بل بہ تفصیل ذیل ریپر اسلامک ریویو — ۹-۰-۰ طباعت چٹھی گزٹ — ۱۲-۰-۰ ٹائیٹل برائے اشاعت اسلام بابت ماہ مئی۔ جون۔ جولائی۔ اگست اور رسالہ اشاعت اسلام — ۲۶-۸-۰ اشتہار اسلامک ریویو و طباعت فارم برائے فراہمی چندہ — ۱۹-۰-۰	۰	۸	۶۶
۱۱ 9/35	۸۱	کمیشن ایجنٹ مشن	۶	۴	۵۳
″	۸۲	امپیریسٹ بل بہ تفصیل ذیل پروف ریڈنگ اسلامک ریویو بابت ستمبر — ۱۰-۰-۰ ″ ″ گزٹ نمبر ۱۲-۱۳ — ۴-۰-۰ ″ ″ A plea for the study of the Holy Quran — ۸-۸-۰ ″ The greatest of the Prophets — ۴-۸-۰ ″ ″ اسلامک ریویو بابت ماہ اگست — ۱۰-۰-۰ ″ ″ ووکنگ گزٹ — ۲-۰-۰	۰	۰	۳۹
۱۱ 9/35	۸۳	امپیریسٹ بل بہ تفصیل ذیل محصول ڈاک از نمبر ۱۳۳۲ تا ۱۳۴۴ — ۱۲۰-۰-۰ تاریں — ۱۳-۱۵-۰ سٹیشنری ہولڈر وغیرہ — ۲-۰-۰ متفرقات — ۸-۹-۹	۹	۸	۱۴۴
۱۱ 9/35	۸۴	جلد سازی The Greatest of the Prophets — ۵-۰-۰ ″ ۱۰۰۰ ریپر اسلامک ریویو — ۰-۱۴-۰ ″ ۱۲۰۰۰ ریپر اسلامک ریویو — ۱۰-۸-۰	۰	۶	۱۶
″	۸۵	طباعت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ اگست ۱۹۳۵	۰	۴	۱۱
″	۸۶	کاغذ برائے رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ ستمبر ایک ریم آرٹ پیپر — ۹-۰-۰ ۴ ریم معمولی پیپر — ۲۱-۰-۰ مزدوری کاغذ اٹھوائی — ۰-۲-۰	۰	۱۰	۳۰
″	۸۷	سفر خرچ سکریٹری صاحب	۹	۸	۴۹
″	۸۸	محصول ڈاک از نمبر ۱۴۷۷ تا ۱۵۴۱	۰	۰	۱۵۰
″	۸۹	جلد سازی رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ ستمبر — ۳۰-۰-۰ ″ اشاعت اسلام بابت ماہ ستمبر — ۴-۰-۰	۰	۰	۳۴
″	۹۰	طباعت دو ہزار سرکلرز اسپیشل اسلامک ریویو	۰	۰	۱۰
″	۹۱	پیشگی جناب مولوی عبدالمجید صاحب	۹	۱۴	۳۰
۱۱ 9/35	۹۲	پیشگی سکریٹری صاحب ٹرسٹ	۰	۰	۱۵
″	۹۳	ترجمہ برائے رسالہ اشاعت اسلام	۰	۸	۱۶
″	۹۴	طباعت ووکنگ گزٹ نمبر ۱۲-۱۳ — ۲۱-۸-۰ ″ ″ نمبر ۱۰ — ۱۱-۸-۰ طباعت ووکنگ گزٹ نمبر ۱۱ اور ادائیگی بل نمبر ۲۰۴ — ۱۶-۸-۰	۰	۸	۴۹
″	۹۵	۳ ریم کاغذ برائے ووکنگ گزٹ	۰	۰	۲۴
″	۹۶	پیشگی مولوی عبدالمجید صاحب	۶	۳	۵۶
″	۹۷	واپسی امانت بحوالہ آر آر نمبر ۱۱۹۳	۰	۰	۲۵۰
″	۹۸	سفر خرچ سکریٹری صاحب ٹرسٹ	۳	۴	۱۶۲
	۹۹	میسرز معراج الدین غلام محمد بک بائنڈرز Sources of Christianity جلد سازی ۱۰۱۰ کاپی سورسز اوف کرسچینٹی Religion of Jesus اور جلد سازی دو ہزار کاپی ریلیجن اوف جیزز	۰	۸	۳۴۴
		میزان	۶	۵	۲۷۹۹

اِسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہلِ اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے "اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت ہیں"۔

مذہب کا مقصد اِسْلَام اپنے پیروؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آ سکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت **محمد مصطفےٰ** صلے اللہ علیہ وسلم جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے۔ ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں۔ مسلمان یعنی اِسْلَام کے پیرو، ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی۔ راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے۔ مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دستبرد کی وجہ سے محرف و مُبدّل ہو گئیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازۂ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آئندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آئندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کر لیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور تمام نقائص سے پاک کرنے نیز جنتی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر قسمت یا تقدیر کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس معنے میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازہ ماقبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے برا بنا دیتا ہے۔

ارکانِ اسلام اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار۔ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادرِ مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ ربّ العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اُس کی مانند نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابلِ تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اعلیٰ اور اکبر ہے۔ جمیل اور قدیم ہے۔ غیر محدود ہے۔ اوّل اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطور خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دُنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات آلہتیہ سے مُتصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد از روئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہُوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ فرشتوں سے بالاتر اور اُلوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہُوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساواتِ انسانی اور اخوتِ اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔ نسل، دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں۔ نیکی اور خدمت انسان ہی اصلی خُوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ اور نسل اور عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلاف رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم طلبِ علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصولِ علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے، جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیاز شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مُقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غربا کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارہائے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندستان)

کو تحریر فرمائیں

Printed by Mian Manla Dad Muslim Printing Press, Lahore. Published by Kwaja Abdul Ghani, Brandreth Road, Lahore.